CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نالۂ نیم شب

(فکر اقبال پر چند اہم تحقیقی مضامین کا مجموعہ)

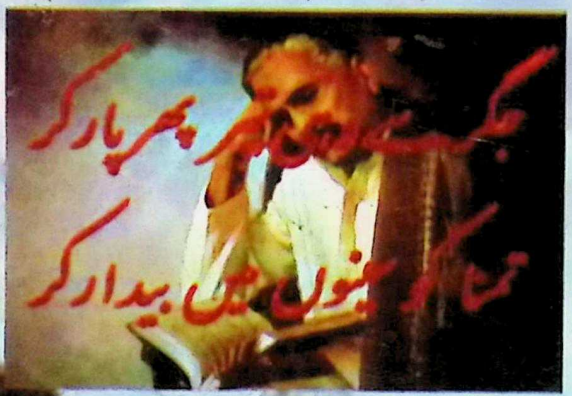

ڈاکٹر مشتاق احمد لنائی

میزان پبلشرز

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نالۂ نیم شب

فکرِ اقبال پر تحقیقی مضامین

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

(c).....جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

ISBN 978-93-80691-98-5

عنوان	.... :	نالہ نیم شب
مصنف	..... :	مشتاق احمد گنائی
اشاعت ثالث	..... :	۲۰۱۶ء
تعداد	..... :	۵۰۰
قیمت	..... :	۴۵۰
کمپیوٹر کمپوزنگ	..... :	مسرت دانش
سرورق	..... :	مدثر قریشی

پبلشر--- میزان پبلشرز

بلمقابل فائر اینڈ ایمرجنسی سروسز ہیڈ کوارٹرز بٹہ مالو سرینگر کشمیر

9419002212,8494002212

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

—

انتساب

مرحوم جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال (۱۹۲۴-۲۰۱۵)

کے نام

جو واقعی علامہ کے اس شعر کے مصداق ہیں

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
مروّت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr.Javid Iqbal

Ret: Judge Supreme Court Of Pakistan

CHIEF JUSTICE LAHORE HIGH COURT

61- Main Gulberg
Lahore-Pakistan
Phones 9242-5762847
9242-5754609
Email ansari@brain.net.pk

مورخہ ۲۰/اپریل ۲۰۰۶ء

محترمی و مکرمی جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

السلام علیکم!

آپ کا خط اور ایک نسخۂ کتاب ''نالۂ نیم شب'' موصول ہو گئے۔ بہت بہت شکریہ۔ آپ نے بڑی محنت سے فکرِ اقبال کے بعض اہم پہلوؤں پر تحقیق کی ہے۔ کتاب کو میرے نام معنون کرنے اور میری حیات پر مقالہ لکھنے کا بھی شکریہ۔ میں اپنے آپ کو اس قابل تو نہیں سمجھتا کہ میری حیات و خدمات کا ذکر کیا جائے۔ بہر حال آپ کے خلوص اور محبت کا ممنون ہوں۔ کتاب میں مضامین تو سب دلچسپ ہیں مگر فکرِ اقبال کی عصری معنویت، خطباتِ اقبال کی عصری معنویت، اجتہاد کی اہمیت، اقبال کا نظریۂ اجتہاد جیسے مقالے غور طلب ہیں۔ حضرت علامہ کے خطباتِ مدراس جس توجہ کے مستحق ہیں، وہ انہیں دی گئی ہے۔

ابھی حال ہی میں ہندوستان میں ایک کتاب بعنوانِ خطباتِ اقبالؔ۔ ایک مطالعہ، از الطاف احمد اعظمی شائع ہوئی ہے۔ شاید آپ کی نظروں سے گذری ہو۔ فرماتے ہیں کہ اقبالؔ کا قرآن کا مطالعہ سطحی تھا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ اُمید ہے آپ بخیریت ہونگے

خیر اندیش

ریٹائرڈ جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال

فرزند علامہ اقبالؔ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ترتیب

❁ تقریظ ڈاکٹر سید محمد فضل اللہ (آئی۔اے۔ایس آفیسر)	v
❁ پیش گفتار ..... مصنف	xi
❁ فکرِ اقبال میں قرآن حکیم کی عظمت	1
❁ علامہ اقبال کا تصورِ عشق	8
❁ علامہ اقبال اور عشقِ رسول ﷺ	22
❁ رمز قرآن از حسین آموضیم	29
❁ پیام شبیری کلام اقبال کے آئینے میں	38
❁ خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا	43
❁ فکرِ اقبال کی عصری معنویت	50
❁ خطبات اقبال کی عصری معنویت	60
❁ فکرِ اقبال میں اجتہاد کی اہمیت	75
❁ عہد جدید میں اقبال کے نظریۂ اجتہاد کی معنویت	99
❁ عصرِ حاضر خاصۂ اقبال گشت	113
❁ پروفیسر جگن ناتھ آزاد بحیثیت ایک انسان دوست، دانشور، شاعر اور مبصر اقبالیات	124
❁ ڈاکٹر جاوید اقبال کی شخصیت اور اقبال شناسی پر ایک نظر	140
❁ ڈاکٹر جاوید اقبال پر ایک الزام اور راس کا جواب	188

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حصہ آخر (چند علمی خطوط اور تبصرے)

۱: ڈاکٹر محمد سہیل عمر ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی پاکستان

۲: ڈاکٹر جاوید اقبال

۳: اقبال اکیڈمی پاکستان

۴: ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۵: آنجہانی پروفیسر جگن ناتھ آزاد

۶: پروفیسر قمر رئیس

۷: پروفیسر اے۔ ایم۔ ایس عبدالمغنی۔ سابق وائس چانسلر رہلگہ یونیورسٹی

۸: مولانا سلطان احمد اصلاحی ادارہ تحقیق علی گڑھ

۹: پروفیسر ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی (حال) U.S.A

۱۰: ڈاکٹر شمس بدایونی (عزت نگر بریلی)

۱۱: ڈاکٹر جاوید اقبال لاہور

تبصرے

۱: عبدالرحمن مخلص (سخن ہائے گفتنی)

۲: ڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی

۳: رضوان عابد قریشی (بشکریہ ہفت روزہ "ہماری زبان" نئی دہلی)

English: 1. Prof.Dr.Sheikh Mohamad Iqbal (Greater kashmir)

2.Prof. Rashid Afaq (Kashmir Images)

3:G.N. Khayal (Voice of kashmir)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پیش گفتار

پیش نظر کتاب میرے اُن چند تحقیقی مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے جو گزشتہ کئی سالوں میں مختلف مواقع پر لکھے گئے۔ ان مضامین و مقالات میں سے کچھ تو بالکل نئے اور غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ مقالات اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی کے زیر اہتمام منعقد کئے گئے سمیناروں اور کانفرنسوں کے لئے لکھے گئے تھے اور بعد میں انسٹی ٹیوٹ کی کئی مطبوعات میں شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ بعض مضامین معروف انگریزی روزنامہ ''گریٹر کشمیر'' کے مؤقر ہفتہ روزہ اردو ادبی جریدے ''کشمیر عظمیٰ'' میں بھی وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ ایک مضمون بعنوان ''پیامِ شبیری کلامِ اقبال کے آئینے میں'' ایران کے ایک علمی و ادبی جریدے ''بامن'' میں بھی کشمیر عظمیٰ ہی سے ویب سائٹ کے ذریعہ شائع ہوا ہے۔ اسی طرح کئی مقالات و مضامین بعض دیگر مؤقر ادبی جریدوں میں بھی شائع ہوتے رہے۔

پیش نظر مجموعہ مضامین عہد حاضر کی اہم ترین علمی و ادبی شخصیات یعنی آنجہانی پروفیسر جگن ناتھ آزاد اور ریٹائرڈ جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی حیات اور اقبالیات کے تئیں اُن کی شاندار علمی خدمات پر دو مقالے بھی درج ہیں۔ دراصل

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مذکورہ دونوں بین الاقوامی دانشوروں کی علمی، تحقیقی اور تنقیدی استعداد نے جہاں مجھے کافی حد تک مستفید فرمایا وہیں میں اُن سے باالمشافہ اور خط و کتابت کے ذریعے اقبالیاتی علم و ادب کی ترویج و اشاعت میں حوصلہ بھی پاتا رہا۔

مذکورہ بالا تمام مضامین پر نظر ثانی کے وقت انہیں موجودہ علمی اور تحقیقی تنقید کے قریب تر لانے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ میرا یہ قطعاً دعویٰ نہیں ہے کہ یہ تمام موضوعات اچھوتے ہیں بلکہ ان میں سے بیشتر موضوعات پر پہلے بھی لکھا جا چکا ہے تاہم ہر محقق و مصنف کا اپنا ایک منفرد اسلوب اور اندازِ نظر ہوتا ہے۔

فلسفے کی طرح زندہ ادب میں بھی کوئی بات حرفِ آخر نہیں کہلائی جا سکتی۔ لہٰذا امید ہے قارئین کو ان مضامین میں اقبالیات کے متعلق بعض نئی معلومات فراہم ہونگی اور ان کی اشاعت سے فکرِ اقبال کے مطالعے میں انشاء اللہ ضرور کچھ نہ کچھ اضافہ ہوگا۔

دورِ جدید میں فکرِ اقبال کا مطالعہ اب ایک ناگزیر ضرورت بن گئی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر جاوید اقبال بالکل بجا فرماتے ہیں:۔

> "عصرِ حاضر ایک تہذیبی بحران میں مبتلا ہے۔ آشوب کی اس گھڑی میں مسلم دانشوری کی کڑی آزمائش ہو رہی ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کی اس فضا میں مغربی تہذیب و تمدن پر اقبال کی تنقیدی نظر سے ہم استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ بیسویں صدی میں علامہ سے بڑھ کر کسی نے اس تہذیب و ثقافت کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے اس کے اساسی نتائج اخذ نہیں کیے، جن کی مدد سے ہم اس تہذیب کا جائزہ لیکر بنیادی فیصلے کر سکتے ہیں۔" [1]

---

[1] ڈاکٹر جاوید اقبال، زندہ رود، ص ۹۱، زیارت (تحقیقی پبلشنگ) سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کتاب کے آخری حصے میں خاکسار کے نام آئے ہوئے کئی مقتدر بین الاقوامی سطح کی علمی و ادبی شخصیات کے خطوط اور تبصروں کا انتخاب پیش کیا گیا ہے جن میں میری چند تصنیفات پر ان متذکرہ بالا شخصیات نے اپنے اپنے تاثرات اور خیالات کا اظہار (اُردو انگریزی) دونوں زبانوں میں کیا ہے۔

پیشِ نظر کتاب کا نام معروف محقق اور ماہر اقبالیات استادِ مکرم پروفیسر بشیر احمد نحوی صاحب ڈائریکٹر اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی نے تجویز فرمایا ہے۔ دراصل پروفیسر موصوف کی مخلصانہ رہبری و رہنمائی میرے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئی ہے۔ تحقیقی کام کے دوران اور اس کے بعد بھی آپ ہمیشہ میرے حوصلوں کو مہمیز کرتے رہے ہیں۔ اُن کی اسی پُرخلوص رہبری و حوصلہ افزائی سے میں اب اقبالیاتی علم و ادب کے مختلف ابعاد (Dimentions) پر خامہ فرسائی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

اِس کتاب کی تقریظ ملک کے ایک دیانتدار، باصلاحیت اور اعلیٰ منتظمِ کار سینئر آئی۔ اے۔ ایس آفیسر جناب سید محمد فضل اللہ صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔ موصوف عربی، فارسی اور انگریزی ادبیات کے علاوہ ایک جید اقبال شناس دانشور بھی ہیں۔ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر میری کتاب ''نالۂ نیم شب'' کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد جو جامع اور اعلیٰ درجے کی ادیبانہ ''تقریظ'' رقم کر کے میرے بارے میں اپنے بے لوث مخلصانہ خیالات کا اظہار فرمایا ہے، اس کے لئے میں ان کا صمیم قلب سے مشکور ہوں۔

میں ہفت روزہ ''کشمیر عظمیٰ'' کے چیف ایڈیٹر جناب فیاض احمد کلو صاحب، اعجاز الحق صاحب اور جاوید آذر صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہمیشہ ترجیحی بنیادوں پر میرے مضامین و مقالات کو زینت طباعت بخشتے رہے۔

متذکرہ بالا مضامین و مقالات کو کتابی شکل دینے میں میرے ایک عزیز دوست اور بہی خواہ جناب سلیم ساگک صاحب کا وافر حصہ ہے۔ انہوں نے ہی پہلے پہل مجھے اس جانب توجہ دلائی اور بار بار مجھے اس کتاب کی طباعت کے بارے میں پوچھتے رہے۔ میں اس خلوص اور ادب نوازی پر اُن کا پُر خلوص شکریہ ادا کرتا ہوں۔

توحید گنج بارہمولہ کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ دین پسند نوجوان دوست جناب سہیل بشیر کار صاحب کا بھی میں احسان مند ہوں جنہوں نے مجھے ہندوستان کی کئی نامور اور محقق علمی ہستیوں کے ایڈریس فراہم کئے جن کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے میں نے کئی بہترین علمی اور تحقیقی مشورے حاصل کئے اور جنہیں اس کتاب کو مرتب کرنے کے دوران بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی۔

میں جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی مالی معاونت کر کے مجھے مستفید کیا۔

آخر پر پنیں میزان پبلشرز کے ڈائیریکٹر محترم شبیر احمد صاحب کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کو شائع کرنے میں بڑی دلچسپی اور خلوص کا اظہار کیا۔ دراصل اُنہی کے حسنِ توجہ اور بہترین طباعت سے یہ کتاب اب قارئین اور قدردانوں کے ہاتھ میں ہے۔

مشتاق احمد گنائی
اقبال انسٹی ٹیوٹ یونیورسٹی آف کشمیر سرینگر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار (نقش ثالث)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم الحروف کی اس کتاب نالۂ نیم شب کا یہ تیسرا ایڈیشن میزان پبلشرز بٹہ مالو سرینگر کی طرف سے منظر عام پر آرہا ہے۔ مذکورہ کتاب کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۶ء کو اور پھر ۲۰۰۸ء کو اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، جس سے جہاں ایک طرف یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ فکریاتِ اقبال کے ساتھ اہلِ علم و دانش کو والہانہ محبت ہے وہیں اپنے کرم فرما برادر شبیر احمد (میزان پبلشرز) کی محنتِ شاقہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ یقیناً آپ اُردو زبان و ادب اور اقبالیات کے ایک بہترین سپاہی ثابت ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ ایک متحرک وجود رکھتے ہیں اور دن رات اسی تگ و دو میں رہتے ہیں۔ یہ دراصل موصوف کی محنت شاقہ کا ثمر ہے کہ دیگر کئی اردو اور اقبالیاتی تصانیف کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے اب تک دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ بک گئے۔ ایک عرصہ سے علم و ادب کے شیدائی اور عاشقانِ اقبال اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن کو منظر عام پر لانے کے لئے راقم کو اصرار کر رہے تھے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اُمید ہے شیدایان اقبالیات اس ایڈیشن کا مطالعہ بھی شوق و ذوق سے کریں گے اور جہاں کہیں بھی کوئی تسامع اس کتاب میں محسوس کریں تو اس کے متعلق مطلع کریں تا کہ آیندہ کے ایڈیشن میں اس کی تلافی کرنے کی کوشش کی جائے

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پر اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی
سینیر اسسٹنٹ پروفیسر (ریسرچ)

اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی، کشمیر یونیورسٹی

۲۰ رشعبان المعظم ۱۴۳۷ھ
بمطابق ۲۸ رمئی، ۲۰۱۶ء

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

زیرِ نظر کتاب ''نالۂ نیم شب'' معروف دانشور، اور اقبال شناس محقق جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب کے مختلف النوع مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے۔ ان میں بیشتر علمی کاوشیں حکیم الامت، شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ سے متعلق قلمبند کی گئی ہیں۔ اُن کے افکار و نظریات کو قارئین سے لیکر تمام سماجِ انسانیت تک پہنچانا، علم دوست حضرات کا بالعموم اور ماہرینِ اقبالیات کا بالخصوص مقدس فریضہ ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ہر کوئی علامہ کی عقلی معراج اور علمی قامت کا درک نہیں کر سکتا، ''شاعری جزویست از پیغمبری'' کے مصداق، ہر ایک سے علامہ اقبال کا دانشورانہ اور علمی قدِ ادراک دریچوں سے نہیں گذارا جا سکتا مگر اس بات سے قطعی انکار نہیں کہ اُن کے علم کے چنار کے سائے سے اس علیل سماج کو راحت و شفا پہنچانا اقبال دوستوں اور اقبال شناسوں کا نصب العین ہے۔

قدروں کی شکست و ریخت ہر زمانے کی ریت رہی ہے مگر اقدارِ عالیہ اور صداقتِ مطلقہ کو بزعمِ ناقص رد کرنا حرام نمکی اور شیطان پرستی ہے۔ صداقت کا صداقت رہنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ اسکے دشمن سمجھتے ہوں۔ اس کی بقا انبیاء کرام کی محنت شاقہ، صالحین کی بلاغتِ نظامِ تلقین اور شہیدوں کے خون کا ثمر ہوتی ہے۔ ایک

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بار یہ قرار پا گئی تو اس کی حفاظت کرنا ہر حق پرست عبداللہ کا فرض بنتا ہے۔

مگر جیسا کہ علامہ خود فرما گئے۔

موسیٰ و فرعون، شبیرؓ و یزید

ایں دو قوت از حیات آید پدید

ہر زمانہ وارث فرعون و قابیل کو جنم دیتا ہے وہ اپنے آقا کی نمک خوارگی کا حق ادا کرتا ہے اور محبتِ انبیاء و شہداء کو تار تار کرتا ہے تو الوہی تلوار اسے موت کے گھاٹ اتار کر اعلائے کلمۃ الحق کا پرچم بلند کرتی ہے۔

اس انحطاطِ شرافت کو دیکھ کر علامہ اقبالؒ کا پاکیزہ اور سیماب پا دل مضطرب ہوا۔ انہوں نے داد و تحسین کی محفلوں، شاہانہ قصیدہ خوانیوں، اور دینوی مدح سرائیوں سے اجتناب کر کے تنگنائے غزل کو ایک الگ سمت دی۔ اور علیل استعارات، تشبیہات و تمثیلات کو اس سے الگ کر کے پہلے اسی کو اپنی نوا کا وسیلہ بنایا اور ؎

"نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را"

کے عین معنی میں اپنی ملت کو غیرت کا راستہ دکھایا اور غزل طوبیٰ کا حدی خواں بنا دیا۔ آگے بڑھ کر ان کی سوچ جو پختہ تر ہوتی گئی تو فارسی کلام سے انہوں نے انقلاب آفرین آگہی عطا کی اور شاعری کا فرض منصبی سمجھایا۔ اس کیلئے پاک دل اور پاک خون کی ضرورت ہے جو علامہ کی نس نس میں رواں تھا۔ تزکیہ پائے ہوئے اس شریف دل اور پاکیزہ روح سے یہی توقع ہے کہ اس کی زندگی شمع کی صورت ہو، خود جلے مگر دیدۂ اغیار کو روشن کرے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ محمد اقبال شاعر انقلاب، عظیم دانشور اور بہت بڑے پائے کے مفکر ہیں۔ وہ دنیا میں ولایت کے انوار میں جیتے ہیں، فقر کو شعار بنا کر اولیاء اللہ کی صف میں جگہ پاتے ہیں اور بے انتہا کسب علم کا فیض حاصل کر کے سوئی ہوئی قوم کو جگاتے ہیں۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ مزاجِ اقبالؒ رکھنے والے عالم، پاکیزہ ظاہر و باطن لئے علماء ہی درک اقبالؒ کرتے ہیں اور معصیت کی بھول بھلیوں کے بدلے انوار کے راستے پر چلتے ہیں۔ وہی ماہرینِ اقبالؔ بنتے اور وہی ضروری امر یعنی وضاحت اقبالؔ کا ثواب کماتے ہیں، قوم تک دل شاعر کا مقصد پہنچاتے ہیں۔

مجھے اس ضمن میں کوئی تامل نہیں کہ جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب ایک نہایت ہی ذہین، پاکیزہ کردار، اور معتبر اقبال شناس ہیں۔ زیرِ نظر تصنیف میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اُن تمام لوازمات کا بدرجۂ اتم خیال رکھا ہے جو علامہ کا حق تھا، اور اس بات کا بھرپور ثبوت دیا ہے کہ علامہ کی فکر اور اُنکی سوچ کے سوتے خالص اسلامی ماخذ سے علاقہ رکھتے ہیں۔ یہ کارِ نمایاں انجام دے کر ڈاکٹر صاحب نے اقبالیات میں قابلِ قدر اور گراں مایہ اضافہ کیا ہے۔ جس سے قارئین بالعموم اور اقبالیات کے طلباء وطالبات بالخصوص بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

آپ نے فکرِ اقبالؔ میں قرآنِ حکیم کی عظمت کی جو نقاب کُشائی کی ہے، وہ وہ فکر ہے جس کے پروں میں روح القدس کی پرواز اور ضمیر پر نزولِ کتاب کا گُر سمجھایا گیا ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قرآن حکیم کے لافانی معجزے سے بے ثبات کا ثبات حاصل کرنا ایک ایسا گہرا مطالعہ ہے، جسے تکوینِ حیات سمجھ کر مصنف نے انجام دیا ہے اور علامہ کی عقیدوں سے ماورا، ان کی بصیرتوں کو بے نقاب کیا ہے۔

علامہ نے علیل عشق کو معانی کے نئے جامے پہنائے اور ''عشقِ خدا کا رسول عشقِ خدا کا کلام'' کہہ کر صحتِ معنی میں آبِ دوام بخشا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو خدائے لم یزل کے حبیب، اور بزمِ کائنات کی تزئین، رسولِ پاک ﷺ کی معنویت کو آسان کرتا ہے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

اس بات کی توضیح کر کے ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی اقبالیات کے بے پناہ ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ انہوں نے حضورِ پاک ﷺ کی محبت کو علامہ کی نظر میں سرمایۂ دین بھی بتایا ہے اور وسیلۂ دنیا بھی۔

یہی عشق شہادت فی سبیل اللہ کا مقناطیس ہے اور اسی عشق نے نواسۂ رسول، حضرت امام حسینؓ نے قربانگاہِ حقانیت پر اپنے اور اپنے رفقاء کے سروں کا انمول نذرانہ پیش کیا۔ شہادت حسینؓ کے گوناگوں پہلوؤں پر علامہ اقبالؒ کی آراء سے واقف کرانا ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب کا خونِ جگر سے ایک فن پارہ تعمیر کرنے سے مترادف ہے، انہوں نے سرکارِ شہادت کی عظیم ترین قربانی کو واقعی اس حرفِ اقبال کے مصداق بنایا۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ان ہی پیغامات کی روشنی میں عصر نو میں فکرِ اقبال کی معنویت مضمر ہے۔ علامہ اقبالؒ جدید علوم کو سامنے رکھ کر چکا چوند نہیں ہوتے، بلکہ وہ واشگاف انداز میں یہ اعلان کرتے ہیں ۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

وہ تمام بے بضاعت علوم اور فیلسوف رد کر کے حجازی لے سے قرآنی فکر، الوہی حکم، آسمانی نزول، وحی ولوح وقلم سے متعارف کر کے بھٹکے ہوؤں کو انگلی سے پکڑ کر، صداقت مطلقہ کی دہلیز پر کھڑا کرتے ہیں، ڈاکٹر مشتاق صاحب نے بدرجۂ اتم یہ مطالعہ کیا ہے اور قارئین کو اس راز سے آگاہ کیا ہے حتیٰ کہ یہی رفعتِ خیالات خطبات اقبال کے ارفع فلسفے میں موجود دکھائی گئی ہے جو امت کے لئے تحفۂ انمول ہے۔

اگر عصبیت کی عینک سے نہ دیکھا جائے تو پھر حق پانے میں حرج ہی کیا ہے، مشتاق صاحب تو وہی ظاہر کرتے ہیں اور یہی بات جب اور ارفع حقیقت بن جاتی ہے تو اجتہاد کا درجہ حاصل کرتی ہے۔ اجتہاد کا عظیم سلوک، اقبال کے پاس حقیقتوں کو پانے کیلئے گرجتے بھاگتے دشوار گذار دریا کو پار کرنے کیلئے ایک مستقیم اور لذیذ پُل ہے۔ جس پر گذر کر انجماد کا خاتمہ ہوتا ہے اور تحرک (dynamism) کا آغاز ہوتا ہے جو قرآنی حقیقت کے مطابق صدف کا موتی ہے:

"فاعتبروا یااولی الابصار"

یہی فکر کی حرکت جو ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب کی تحقیق وتعلیم میں ابدی حقیقت

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی طرح آئی ہے، بڑے بڑے ڈگر سے ہٹے ہوئے علماء کو (اھدنا الصراط المستقیم) کا سبق سکھاتی ہے۔ یہی نظر غیر مسلم دانشوروں میں بھی بڑا کارنامہ انجام دے گئی، اور پروفیسر جگن ناتھ آزاد جیسے عظیم ماہر اقبالیات کیلئے سونے پہ سہاگا ثابت ہوئی۔

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی نے حق تلمذ کی وجہ سے پروفیسر آزاد کی شخصیت اور ان کے افکار کے متعلق جو تعریف کی ہے وہ دراصل اسی کے مستحق تھے اور ڈاکٹر موصوف نے اس کو اپنی تحقیق سے بروئے کار لا کر ہمیں بھی آگاہ کر دیا ہے (بقول خود پروفیسر جگن ناتھ آزاد) ع

نہ جانے کیوں حرم والوں کو اک کافر پسند آیا

زیر نظر تصنیف کے علاوہ اُن کی دیگر تصانیف کا مطالعہ کر کے میں ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب کی نظر کی گہرائی، عمیق اقبال شناسی، موضوع کی گہرائی، حقیقت کی رسائی اور علم و ملت کی حق ادائی کا قائل ہوا۔ ان کی تصانیف نصاب اقبالیات میں بالخصوص اور کنج علم میں بالعموم عظیم اضافہ ہیں۔

خدا ان کا حامی و ناصر ہو۔

الاحقر

سید محمد فضل اللہ

ڈاکٹر سید محمد فضل اللہ (سینئر آئی۔اے۔ایس آفیسر)

ڈائریکٹر جنرل ٹیکنیکل ایجوکیشن جموں و کشمیر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکرِ اقبال میں قرآن حکیم کی عظمت

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

فلسفۂ اقبال کا بنیادی منبع قرآنِ حکیم ہے۔ علامہ اقبال فلسفہ کے راستے سے قرآنی تعلیمات پر نہیں پہنچے بلکہ فکرِ قرآنی کے راستہ سے اپنے فلسفے تک پہنچے۔ اسی لئے ان کا فلسفہ اپنی کمال معقولیت کے باوجود بنیادی طور پر وجدانی نظر آتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس بالغ نظر مسلمان نابغہ کے نزدیک، جس کی رگوں میں نسل ہا نسل کے برہمنوں کا خون گردش کرتا تھا اور جسے ذہنِ ہندی کی موشگافیوں کی صلاحیت عطا ہوئی تھی، عقل مجبور و بے بس اور قلب حکمت صحیحہ کا مسکن ہے۔ انہی عوامل کی بناء پہ آپ تمام امتوں کی تقدیر قرآنِ حکیم میں پنہاں دیکھتے ہوئے پکار اٹھتے ہیں۔

چوں سرمۂ رازی را از دیدہ فرو شستم
تقدیرِ امم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر

سب اہلِ نظر اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ علامہ اقبال فرنگی فلسفیوں کے خیالات سے نہ صرف پوری طرح واقف تھے بلکہ وہ خود مغربی فلسفہ کے جید عالم اور دانشور تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم فلسفہ دانوں کی بحثوں پر بھی انہیں قدرت کاملہ حاصل تھی اور وہ ان تمام فلسفیانہ خیالات کو حسبِ ضرورت اور بعض حدود کے اندر رہ کر دلیل، تنقیح یا استدلال کے لئے استعمال بھی کرتے تھے۔ مگر ان کا تکیہ ہمیشہ قرآنی عقائد پر ہوتا تھا اور انہی عقائد کی کسوٹی پر وہ تمام خیالات پرکھتے تھے۔ ان کے فلسفہ و حکمت کا محور ہمیشہ قرآنِ حکیم ہوتا تھا اور ان کے تصورات کا منبع یا سرچشمہ قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبوی ﷺ ہی تھے۔ اسی لئے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کہتے ہیں کہ ''وہ قرآن کا شاعر ہے اور شاعر کا قرآن''۔[1] برصغیر کے نامور عالمِ دین اور ''روائع اقبال'' کے مصنف

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے علامہ اقبال کی قرآنی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے" اقبالؒ کی زندگی پر یہ عظیم کتاب مقدس جس قدر اثر انداز ہوئی، اتنا وہ کسی شخصیت سے متاثر ہوئے اور نہ ہی کسی کتاب نے ان پر ایسا اثر ڈالا ہے"۔ ۲

علامہ ملت مسلمہ سے تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھے عطا جدّتِ کردار

جید عالم دین و دانشور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے علامہ اقبال کے فہمِ قرآن پر شاندار تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔"مغربی تعلیم وتہذیب کے سمندر میں قدم رکھتے وقت علامہ اقبال جتنا مسلمان تھا اس کے منجدھار میں پہنچ کر اس سے زیادہ مسلمان پایا گیا۔ جتنا اس کی گہرائیوں میں اترتا گیا اتنا ہی زیادہ مسلمان ہوتا گیا یہاں تک کہ اس کی تہہ میں جب وہ پہنچا تو دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ قرآن میں گم ہو چکا ہے اور قرآن سے الگ اس کا کوئی وجود باقی نہ رہا۔ وہ جو کچھ سوچتا تھا قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا۔ جو کچھ دیکھتا تھا قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا۔ حقیقت اور قرآن اس کی نظر میں شئے واحد تھے۔ اور اس شئے واحد میں وہ اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ اس دور کے علماء دین میں بھی مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو فنائیت فی القرآن میں اس امام فلسفہ اور اس ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی بار ایٹ لاء سے لگا کھاتا ہو"۔ ۳ علامہ کے نزدیک قرآنِ حکیم دنیا کی عام کتابوں کی طرح ایک کتاب نہیں بلکہ" الکتاب "یعنی "The only true book" کا امتیاز رکھتی ہے پس آپ کے نزدیک قرآن مجید کتاب نہیں بلکہ "چیزے دیگر است" یعنی سراسر پیغام انقلاب ہے۔ یہ وہ الکتاب ہے کہ اگر اس کی لازوال تعلیمات پر عمل کیا جائے تو انسان کے باطن میں وہ انقلاب رونما ہو جائے جو خارج میں بھی انقلاب برپا کر دے گا۔ قرآنِ پاک کی اسی خصوصیت اور انفرادیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال" جاوید نامہ" میں سید جمال الدین افغانیؒ کے ذریعے کہلواتے ہیں۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نقش قرآن تا دریں عالم نشست
نقش ہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ دردل مضمراست
ایں کتاب نیست چیزے دیگراست
آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمتِ او لا یزال است و قدیم

آپ کے نزدیک قرآن حکیم عظیم الشان نفسیاتی اور ذہنی انقلاب کا مظہر ہے جس نے ہر دور کے ذی حس اور باصلاحیت نابغاؤں کو زبردست متاثر کیا۔ اپنے معرکتہ الآرا خطبات "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" یعنی کے پہلے خطبے میں اقبالؒ اس حقیقت کی پردہ کشائی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

" The main purpose of the Quran is to awaken in man the higher consciousness of his manifold relations with God and the Universe. It is in view of this essential aspect of the Quranic teachings that Goethe, while making a general review of Islam as an educational force, said to Eckermann:

"You see this teaching never fails; with all our systems, we cannot go, and generally speaking no man can go, farther than that." [۴]

مذکورہ معرکتہ الآرا خطبے میں علامہ اس حقیقت کی بھرپور طریقے سے وضاحت کرتے ہیں کہ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قرآن حکیم کا مقصد مشاہداتِ فطرت کے اندر پنہاں حقائق کا شعور انسان کے دل و دماغ میں پیدا کرنا ہے۔ لیکن قرآن کا انداز بیان اور طریق فکر مسلمانوں کو واقعات و حقائق پر عملی و تجرباتی اسلوب سے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے جس پر لبیک کہہ کر ماضی میں مسلمانوں نے جدید سائینس کی بنیاد ڈالی۔ یہ کام انہوں نے اس دور میں انجام دیا جب لوگوں نے حق کی تلاش کے لئے مظاہر کو عبث سمجھ کر ترک کر دیا تھا۔ قرآن نے خارجی تغیرات سے نبرد آزما ہو کر اپنی اندرونی قوتوں کو ابھارنے کی طرف انسان کی توجہ مبذول کرائی۔ اس طرح انسان عارضی چیزوں سے نمٹ کر دائمی وجود کی جانب مائل ہوئے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طریقِ تعلیم کو فرض قرار دے کر اور علم کو اپنا ہتھیار بتلا کر امت کے ہر فرد کو غور و فکر کی ترغیب دے دی۔ اسی علم و فکر کی ترغیب اور اسی ذہنی انقلاب کا نتیجہ تھا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے سیاست اور تمدن کے علاوہ علم و فن کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دے دئے اور کوئی پانچ سو سال تک علمی افق پر چھائے رہے۔ مشاہدے اور نظریے کے اسی امتزاج سے جدید سائینس کی بنیاد مسلم علماء نے رکھی ہے۔ علامہ اسی لئے کتاب و حکمت یعنی قرآن و سائینس دونوں چیزوں کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں ۔

برگ و ساز ما کتاب و حکمت است
ایں دو قوت اعتبارِ ملت است
آں فتوحاتِ جہانِ ذوق و شوق
ایں فتوحاتِ جہانِ تحت و فوق

قرآن حکیم ایک ایسا لافانی معجزہ ہے جس میں دنیائے عالم کو اللہ کی طرف سے یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ اس جیسی ایک سورت یا آیت بنا کر پیش کرو۔ یہ چیلنج پچھلے پندرہ سو برسوں سے برابر برقرار ہے۔ یہ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ایک عظیم الشان اعجاز ہے قرآن حکیم کا اور علامہ اقبال کے نزدیک قرآن کی قوتِ تاثیر کی تعلیمات اس کا سب سے بڑا وجہ اعجاز ہے۔

نسخۂ اسرار تکوینِ حیات
بے ثباتی از قرآنش گیرد ثبات

حضرت عمر فاروقؓ کے ایمان لانے کے تاریخی واقعہ کو اقبالؒ اسی قرآنی قوتِ تاثیر اور تعلیمات کا اعجاز قرار دیتے ہوئے یوں نغمہ سنج ہوتے ہیں۔

زشام ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو میدانی کہ سوزِ قرأتِ او
دگر گوں کرد تقدیرِ عمرؓ را

علامہ اقبال کی نظر میں قرآن کوئی ایسی نظریاتی کتاب نہیں ہے جو انسان کی زندگی یا اس کائینات کی وسیع اور تہہ در تہہ پہنائیوں سے لاتعلق ہو بلکہ قرآن رشد و ہدایت کے پورے نظام کو زندگی اور کائینات کے حوالے اور ان کے تقاضوں سے ترتیب دیتا ہے۔ قرآنی تعلیم و تربیت کے مطابق انسان اور کائینات کی تخلیق بغیر کسی مقصد کے نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کائینات کا ہر ایک مظہر کسی نہ کسی پوشیدہ حقیقت کے اظہار کا نام ہے اور ان پوشیدہ مظاہر کے ظاہر ہوتے ہی اہل علم تفکر و تدبر کے بعد قرآنی الفاظ ہی کے بموجب پکار اٹھتے ہیں۔

"ربنا ما خلقت ھذا باطلا"۔ "اے ہمارے رب اس ساری کائینات کو آپ نے عبث پیدا نہیں کیا ہے"۔ مظاہر کائینات اور شخصیتِ انسانی کے متعلق یہی مثبت اور اجتہادی نظریہ قرآنی اسپرٹ کی ایک بہترین توضیح ہے جو علامہ اقبال اپنے ایک انگریزی مقالہ میں یوں پیش کرتے ہیں:۔

" In the words of the Quran , the Universe that confronts us is not "Battil" .It has its uses, and the most important

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

use of it is that the effort to overcome the obstruction offered by it sharpens our Insight and prepareas us for an insertion into what lies below the surface of phenomena." ۵

اسی لئے علامہ اقبال ملت کو روحِ قرآن تک پہنچنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اپنے ۔۔۔ نے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کی طرف مجتہدانہ توجہ کرنے کی اشد ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ آپ فقرِ قرآن اختیار کرنے یعنی سادگی، پاکیزگی اور ایثار و غیرت پر مبنی معاشرہ کی تشکیل نو کیلئے انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول کرتے ہوئے ملت کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ ۔

اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم
تا کجا در حجرہ می باشی مقیم
فقرِ قرآن اختساب ہست بود
نے رباب و مستی و رقص و سرود
از شریعت احسن التقویم شو
وارثِ ایمانِ ابراہیم شو

﴿ حواشی ﴾

۱ ''فکرِ اقبال'' از خلیفہ عبدالحکیم، ص ۲۱۰، ایجوکیشن بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڈھ، ۲۰۲۰۰۱ ۱۹۷۷ء۔

۲ ''نقوشِ اقبال'' از سید ابوالحسن علی ندوی، مترجم مولوی شمس تبریزی خان، ص ۶۱، مجلسِ تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنو ۱۹۹۴ء۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۳۔ حیات اقبال کا سبق از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (مشمولہ) سٹوڈنٹس میگزین۔ "جوہر"۔ اقبال نمبر جامعیہ ملیہ یونیورسٹی دہلی ۱۹۳۸ء۔

۴۔ "THe Reconstruction of Religious Thought In Islam" by S.M.Iqbal, P.P. 07. Adam publishers & Distributers Delhi, 1997.

۵۔ "A study in Iqbal's Philosophy" by shiekh Mohammad Ashraf Lahore 1980 P.P. 400.

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ اقبال کا تصورِ عشق

عشق یا محبت کے معنی تو عام ہیں لیکن اسکی صحیح تعریف کرنا آسان نہیں ہے۔ عام طور پر عشق کسی چاہنے والے کی چاہت یا دو چاہنے والوں کی باہمی جذب و کشش یا انسانی رشتوں کی شدت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت ایک ذات سے وابستگی کو اور جنسی لذت کی پرستاری اور نت نئے معشوق کی تلاش کو ہوس کہتے ہیں۔ اللہ کی لگن کو عشقِ حقیقی اور انسان کی لگن کو عشقِ مجازی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تصوف میں معشوقِ حقیقی سے واصل ہونے کیلئے حسن اور عشق کی موجودگی لازمی تصور کی جاتی ہے اسی لئے ایک صوفی حسنِ مجاز سے دل لگا کر اپنے جذبۂ عشق کا اظہار کرتا ہے اور عشق ہی کی بدولت راہِ سلوک کی متعدد منزلیں طے کر کے فنافی ذات ہوتا ہے گویا عشقِ مادی حسن سے سفر کا آغاز کر کے ازلی حسن کو اپنا منزلِ مقصود بناتا ہے۔ ایشیائی شاعری بھی اسی طرح کی عاشقانہ مزاج کی حامل رہی ہے۔ اس لئے اس میں بھی اسی طرح کی متعدد عاشقانہ وارداتیں روا رکھی گئی ہیں اور اس طرح یہ شاعری بھی عشقِ مجازی کے ذریعہ ہی عشقِ حقیقی کی طرف گامزن ہوئی ہے۔ اقبالؒ کی ذات بھی اسے مستثنیٰ قرار نہیں دی جاسکتی ہے۔

چنانچہ ان کے پہلے مجموعۂ کلام "بانگِ درا" میں عشقِ مجازی ہی کے چرچے عام ہیں۔ مگر جب ان کے خلاقِ ذہن نے ایک نئی کروٹ لی اور ملتِ مسلمہ کے لئے ایک نئی منصوبہ بندی شروع کر دی تو "بالِ جبریل" اور "ارمغانِ حجاز" کے وہ افکار گونجنے لگے جن میں عشق کی نئی معنویت کا اظہار ہوا اور جو تصوف و شریعت کی تاویل و تعبیر کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے اس حد تک عشق و محبت کے نئے معنوی وسعت سے آشنا کیا کہ وہ انسانی جذبوں، جبلّتوں اور خصلتوں کا زبردست احساس کرتے ہیں لیکن وہ سطح پسندی کے بجائے دل و وجود کی گہرائیوں میں اترتے ہیں اور نادید حقائق کا انکشاف کرتے ہیں۔ اقبال کی عشق کی اس نئی تعبیر پر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کہتے ہیں: "اقبال کے یہاں یہ لفظ "عشق" نہایت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عشق کسی شے کو اپنے اندر جذب کر لینے اور اسے اپنا جزوِ حیات بنا کر اپنا لینے کا نام ہے"۔[1]

اقبالؒ انسان کو محض گوشت پوست کا ایک مجسمہ نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس کی باطنی قوت و حرکت کا اور اگر کہہ سکتے ہیں جو اس انسان کو فکری بلندیوں اور روحانی رفعتوں سے مزین کر سکتی ہے چنانچہ علامہ کہتے ہیں۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

حدیث قدسی کے مطابق جب اللہ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے کائنات پیدا کی گویا تکوینِ حیات اسی عشق کی بدولت عمل میں آئی یہ عشق صرف شعور میں ہی نہیں بلکہ مادے میں بھی ملتا ہے۔ تمام مادی عناصر اور اجرام فلکی مادی ذات کے باہمی جذب سے ہی قائم و دائم ہیں۔ اقبال نے یہی بات یوں سمجھائی ہے۔

ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نقطہ تاروں کی انجمن میں

انسان کی باطنی قوت کا نام شعور ذات ہے۔ انسانی شعور دراصل ایک ارتقا پزیر اور وسعت طلب روحانی تجربہ ہے۔ بلندیوں یا عروج تک پہنچنے کے لئے عشق نت نئے مقاصد اپنے لئے وضع کرتا ہے۔ عشق کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد کرنا پڑتی ہے اور مختلف خارجی موانع سے ٹکرانا پڑتا ہے اسی لئے اقبالؒ کہتے ہیں۔

نعرہ زد عشق کہ خونین جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس طرح علامہ عشق کو شخصی ، تاثراتی اور جذباتی سطح سے بہت اوپر اٹھا کے ایک عظیم نصب العین اور حکیمانہ مقصد کا نام عطا کرتے ہیں۔ان کے نزدیک انسان کو حقیقی عشق آداب خود آگاہی سے آشنا کرتا ہے۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

اقبال کا تصورِ عشق ہمیں تسخیر کائنات کا حوصلہ اور عزم عطا کرتا ہے اور زندگی کو جستجو میں پوشیدہ قرار دیتا ہے۔

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل او در آرزو پوشیدہ است
ما ز تخلیق مقاصد زندہ ایم
از شعاع آرزو تابندہ ایم

یہ تصورِ عشق انسان کو بلند مقام اور آرزو و جستجو سے ممتاز بناتا ہے لہٰذا یہی تصور کائنات کو حرکی ثابت کرتا ہے اور یہی تصور تخلیق فن کا باعث بنتا ہے یہی عشق ہمیں مادی لذات اور جاہ و حشم سے بیزار اور بیگانہ کر کے فقر کی راہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔جس فقر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''الفقر فخری'' یہ فقر رہبانیت نہیں بلکہ بے نیازی اور سیر چشمی ہے ۔اسی لئے علامہ کہتے ہیں۔

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

علامہ کے ہاں عشق کا مظہر عظیم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔

عشق دم جبریل ، عشق دل مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول ، عشق خدا کا کلام

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ کے نزدیک حقیقی عشق ہی میں روزہ نماز وغیرہ عبادات کی جان ہے۔اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

ہے یہی میری نماز ، ہے یہی میرا وضو
میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو

یہی نوائیں جو جوش و مستی کے عالم میں عاشق کے منہ سے نکلتی ہیں یہی تو نعرہ زد یا ضرب کاری کا کام کرتی ہیں اور اقبال کے یہاں کبھی اس کو آہ بھی کہا جاتا ہے۔یہ کیفیت وجد اور حال وقال میں ایک سالک کے ہاں پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سب حقیقی ہستی سے جدائی کے نتیجے میں عاشق کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

کبھی حیرت کبھی مستی کبھی آہ سحر گاہی
بدلتا ہے ہزاروں رنگ میرا درد مہجوری

یہاں یہ حقیقت بھی مدنظر رہے کہ علامہ کا عشق بے لگام نہیں ہے۔وہ قطعاً عشق کو بے لگام بنا کر کفر و اسلام سے ماورئی قرار نہیں دیتے ہیں جیسا کہ بعض بے لگام عاشق آزاد عشق کو ''مذہب عشق'' کا نام دیتے ہیں اس قسم کے عشق پر اقبال کہتے ہیں۔

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ جاں تار گشتہ حاجت زنار نیست

علامہ اقبال کا تصور عشق عین اسلام ہے۔انکا تصور عشق مسلم کو حقیقی طور پر خوگر تسلیم و رضا بناتا ہے اور اسی کا نام صحیح معنوں میں مسلم یعنی تسلیم و رضا ہے اسی تصور عشق کی جڑیں قرآن میں پیوست ہیں اور یہی عشق علامہ کے خیال کے مطابق ایک کافر کو مسلمان بنا سکتا ہے اور اسی عشق کی محرومیت سے ایک مسلمان کافر و زندیق بن سکتا ہے۔

اگر ہو عشق ، تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو ، تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

علامہ اقبالؒ کے نزدیک عشق جوش انقلاب اور قوت عمل کا دوسرا نام ہے جو زمانے کے ساتھ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مطابقت نہیں کرتا ہے بلکہ زمانے کو اپنے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز

وہ " زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز " کے قطعاً طرفدار نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک ۔

یہ زمانہ ہم سے ہے ہم خود زمانے سے نہیں

ان کے نزدیک عشق خودی کا دوسرا نام ہے۔ وہ خلاقی، ارتقا اور قوت وشان کا ضامن ہے۔ اقبال کے خیال کے مطابق انسان اشرف المخلوقات اسی لئے قرار پایا ہے کہ وہ عشق کا سوز وگداز رکھتا ہے ۔

مقام شوق تیرے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہی کا نام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

انکے یہاں عشق خودی کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور خودی کی تکمیل کبھی ختم نہ ہونے والا ایک عمل ہے اس لئے عشق کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

اقبالؒ کے نزدیک خودی کا عمل ساری انسانی زندگی میں جاری و ساری ہے ۔ زندگی میں اسی سے حرکت پائی جاتی ہے۔ سوز ومحبت اور جولانی خودی ہی سے پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی سے اس کا رشتہ استوار ہوتا ہے۔ اس حقیقت پر وہ یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

نقطہ نورے کہ نام او خودی است
زیر خاک ما شرار زندگی است

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

از محبت می شود پابندہ تر

زندہ تر ، سوز زندہ تر ، پابندہ تر

ان کے یہاں خودی کی تکمیل کے لئے اطاعت، ربط وضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ ان صفات کے علاوہ وہ توحید ، رسالت اور قرآن پر ایمان رکھنا لازمی قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق توحید کی صفت ہی سے ایک فرد یا جماعت میں طاقت اور سرفروشی کا جزبہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ طاقت کے بھی پرستار نظر آتے ہیں۔ اسی طاقت میں انہیں حسن بھی نظر آتا ہے اسی جلال میں وہ زندگی کا جلال و جمال کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

ملتے چوں می شود توحید مست

قوت و جبروت می آید بدست

فرد از توحید لاہوتی شود

ملت از توحید جبروتی شود

ہر دو از توحید گیرد کمال

زندگی ایں را جلال، آں را جمال

علامہ فرد اور جماعت کے لئے طاقت کے ساتھ ساتھ محبت اور عشق کو بھی ایک جزوِ لاینفک قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا عشق ومحبت کا مفہوم ان کے ہاں غیر محدود معنی کا حامل ہے۔ ان کا مفہومِ عشق تمام انسانی خصوصیات پر حاوی ہے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

طبع مسلم از محبت قاہر است

مسلم از عاشق پیدا شد کافر است

دراصل ان کا تصورِ عشق اجتماعی نوعیت کا حامل ہے اور انسان اور انسانیت کی تکمیل اس کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ تمام خصوصیات جب یکجا ہوتی ہیں تو ایک انسان کامل وجود میں آتا ہے جس کو بزبانِ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اقبالؒ "مردِ مؤمن" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔اس مردِ مؤمن کی تمام صلاحیتیں انسانی زندگی کو عظمت و رفعت عطا کرتی ہیں کیونکہ یہ محبت و الفت کو اپنا مسلک جانتا ہے۔عقل و دل کے موازنے کے دوران میں بھی علامہ اقبال کے تصورِ عشق کی واضع توضیح سامنے آتی ہے۔

علامہ کے نزدیک عقل سے مراد فلسفہ یا علم اور دل سے مراد جذبہ یا عشق یا عرفان ہے۔وہ یہاں بھی واضع طور پر عشق کو عقل پر فوقیت دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

علم نے مجھ سے کہا، عشق ہے دیوانہ پن
عشق نے مجھ سے کہا، علم ہے تخمین وظن
بندۂ تخمین و ظن! کرم کتابی نہ بن

عشق سراپا حضور، علم سراپا حجاب — عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات
علم مقامِ صفات، عشق تماشائے ذات — عشق سکون وثبات، عشق حیات وممات
علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پنہاں جواب

عشق کے ہیں معجزات، سلطنت وفقر و دیں! — عشق کے ادنےٰ غلام صاحبِ تاج ونگیں
عشق مکاں ومکیں! عشق زماں وزمیں — عشق سراپا یقیں، اور یقیں فتح باب
شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزل حرام — شورشِ طوفاں حلال لذتِ ساحل حرام
عشق پر بجلی حلال، عشق پر حاصل حرام
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے اُمّ الکتاب [۲]

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم

صوفیا اور مشائخ کے خیالات کے مطابق اقبالؒ کے خیال میں بھی تنہا عقل ہمیں اللہ تک سیدھا پہنچا نہیں سکتی بلکہ عشق و جذبے کے ذریعے اللہ کو محسوس کیا جا سکتا ہے کیونکہ جہاں پہنچ کر عقل

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی پرواز ختم ہو جاتی ہے وہاں سے عشق کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ اسی لئے علامہ اقبال کہتے ہیں۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

علامہ اقبالؒ کے نزدیک محض عقلیت پسندی بے عملی کی ترغیب دیتی ہے جبکہ عشق کی دہر آشوبی آتشِ نمرود میں بھی بے جھجک کود پڑتی ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اسی لئے علامہ تمام انسانیت کو سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شروع و دیں بتکدۂ تصورات

علامہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کے ساتھ قرب و استواری اس کی دی ہوئی طاقت وقوت سے ہی بندۂ مومن کو نصیب ہو سکتی ہے۔ یہ طاقت اور سطوت جب کسی بندۂ مومن کو عطا ہوتی ہے تو وہ افلاک کو چاک کر سکتا ہے اور اس کی معرفتِ نفس کے ساتھ معرفتِ رب بھی مکمل ہو جاتی ہے۔

گفت سلطان، ترا آید بدست — می تواں افلاک را از ہم شکست
در وجودِ او نہ کم بینی نہ بیش — خویش را بینی از و، او را ز خویش

علامہ اقبال کے خیال کے مطابق سلطان کے حصول کا واحد ذریعہ عشق ہے جو تمام جہتوں سے بلند اور تمام حدود سے پرے ہے۔ دراصل یہی محبت ہی وجود کو لافانی بناتی ہوئی انسان کو تمام موجودات پر تسلط عطا کرتی ہے۔

می نہ داند عشق سال و ماہ را — دیر و زود و دورِ راہ را
عشق شبخونے زدن بر لامکان — گور را نادیدہ رفتن از جہاں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عشق سلطان است و برہانِ مبین ہر دو عالم عشق را زیر نگین

علامہ کے تصورِ عشق کے مطابق اللہ کے ساتھ جن بندگانِ خدا کا رشتہ استوار اور قائم ہو جاتا ہے وقت ان کے لئے غبارِ راہ بن جاتا ہے اور وہی لوگ خودی کے حامل بن جاتے ہیں لہٰذا ان کی عقل حاصلِ حیات اور ان کا عشق سرِّ کائنات بن جاتا ہے ۔ازل سے ابد تک اُن کی پوری زندگی اللہ کے زیرِ فرمان اور اس کی جولانگاہ بن جاتی ہے ۔ یہی انسان خود آگاہ بن جاتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے "من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہ"[۳] یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچانا اسی نے دراصل اپنے رب کو بھی پہچانا۔علامہ کے نزدیک یہی خود آگاہ انسان اپنے وقت کے سامری کا طلسم توڑ سکتا ہے اور اسی کی ضربِ قلندری سے سدِّ سکندری بھی پارہ پارہ ہو جاتی ہے ۔

"لی مع اللہ" ہر کرا در دل نشست آں جواں مردے طلسم من شکست

گر تو خواہی من نہ باشم در میاں لی مع اللہ باز خواں از عینِ جاں

عقل تو حاصلِ حیات، عشق تو سرِّ کائنات
پیکرِ خاک ! خوش بیا ایں سوئے عالمِ جہات

صدق و صفاست زندگی ، نشو و نماست زندگی
تا ابد از ازل بتاز ، ملکِ خدا ست زندگی
ضربِ قلندری بیاز ، سدِّ سکندری شکن
رسمِ کلیم تازہ کن ، رونقِ سامری شکن

علامہ اقبالؒ کے نزدیک عشق بڑے سے بڑے چٹان کو بھی توڑ سکتا ہے ان کے یہاں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اللہ تعالیٰ کا عشق انسان کو سراپا حق وصداقت کا پیکر بناتا ہے۔ دراصل حقیقی معشوق کا خیال ہر انسان کے قلب میں جاگزین ہے اور اس کا ضمیر اپنے رب کے وجود کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کا دل اپنے آپ بالکل فطری طریقے سے رب کی محبت کی طرف کھنچتا ہے۔ اقبالؒ ان خیالات کو یوں اپنے میں بیان کرتے ہیں۔

از محبت می شود پابندہ تر — زندہ تر، سوزندہ تر، تابندہ تر
از نگاہ عشق خارا شک بود — عشق حق آخر سراپا حق بود
ہست معشوقے نہاں اندر دلت — چشم اگر داری بیا بنمائمت

علامہ اقبالؒ نے نہایت سنجیدگی سے مسلمانوں کو زبوں حالی اور پریشانیوں کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اعلیٰ اسلامی اقدار وروایات کی عظمت اور بلندی کو اپنے پیش نظر رکھا ہے اس کے بعد کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ جن سے مسلمان انحطاط وزوال کے چکر سے باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے لیکن اس کے لئے انھیں عمل پیہم کو جاری رکھنا پڑا۔ اقبالؒ اس انحطاط وزوال کے چکر سے نکلنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے بازوؤں میں طاقت پیدا کرنے پر زور دیتے ہیں۔ یہی اُن کے نزدیک حقیقی تصور عشق ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے عشق کی نوعیت قومی وملی ہے۔ یہی عشق انسان کی عظمت کا ضامن ہے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی — اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل — عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق — عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی — تو ہے زناری بت خانہ ایام ابھی
عذر پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی — ہے تیرے دل میں وہی کاوش انجام ابھی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خبر اقبال کی لائی ہے گلستاں سے نسیم
نوگرفتار پھڑکتا ہے بتہ دام ابھی

علامہ اقبالؒ تصورِ عشق میں جابجا نئی روایات کی تشکیل کرتے ہیں اُن کے عشقیہ انداز فکر و نظر میں جابجا ہمیں نئے اشارے ، نیا طرزِ انداز و اظہار دکھائی دیتا ہے۔ اُن کے اِن موضوعات میں بڑی وسعت اور ہمہ گیری نظر آتی ہے۔ جو کچھ بھی یہ عظیم فلسفی شاعر سوچتے تھے یا جو بھی ان کے بنیادی خیالات و نظریات تھے اُن سب کو انہوں نے اپنی غزلوں میں سمو دیا ہے۔ مثلاً۔

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر
عشق بھی ہو حجاب میں حسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر
تو ہے محیط بے کراں میں ہوں ذرا سی آب جو
یا مجھے ہم کنار کر یا مجھے بے کنار کر

اقبالؒ کی اسی بلند نظریہ عشق کے متعلق پروفیسر وارث کرمانی کہتے ہیں:

" اقبال کی غزل کو اگر غزل کے لٹریچر میں جگہ دی جاسکتی ہے تو وہ اس وجہ سے کہ اس میں عشق کا اسمِ اعظم جو غزل کا جزوِ اعظم بھی ہوتا ہے موجود ہے۔ اسی صفت کی بناء پر اس میں فکر انگیز تخیل پیدا ہو گیا اور اس محدود دائرہ میں سوز و گداز اور نشتریت کا بھی پورا جادو سمٹ کر آ گیا ہے جس سے مجاز کی عادت رکھنے والا ذوق بھی استہزاز و انبساط حاصل کر لیتا ہے۔"

اس بارے میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

نہ تو اندر حرم گنجی نہ در بت خانہ می آئی
ولیکن سوئے مشتاقاں چہ مشتاقانہ می آئی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قدم بے پا تر نہ در حریم جان مشتاقاں
تو صاحب خانۂ آخر چرا وز دانہ می آئی

اقبال کا عشق سراسر مومنانہ ہے۔ وہ ایک عظیم فلسفی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک راسخ العقیدہ عاشق مسلمان ہیں۔ اس بارے میں ان کی یہ مشہور غزل ملاحظہ کیجئے۔

عاشقِ دیدار محشر کا تمنائی ہوا وہ سمجھتے ہیں جرم ناشکیبائی ہوا

غیر سے غافل ہوا میں اے نمودِ حسنِ یار عرصۂ محشر میں پیدا کنج تنہائی ہوا
میری بینائی ہی شاید مانعِ دیدار تھی بند جب آنکھیں ہوئیں تیرا تماشائی ہوا
ہائے میری بدنصیبی وائے ناکامی میری پاؤں جب ٹوٹے تو شوقِ دست پیمائی ہوا
میں تو اس عاشق کے ذوقِ جستجو پر مر مٹا ماعرفنا کہہ کے جو تیرا تمنائی ہوا
تجھ میں کیا اے عشق وہ اندازِ معشوقانہ تھا حسن خود لولاک کہہ کر تیرا شیدائی ہوا
دیکھ ناداں امتیازِ شمع و پروانہ نہ کر حسن بن کر عشق اپنا آپ سودائی ہوا
اب میری شہرت کی سوجھی ہے انہیں دیکھے کوئی پس کے میں جس دم غبارِ کوئے رسوائی ہوا

بغض اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
رمزِ مگر اک خارجی سے آ کے مولائی ہوا

اقبال کے یہاں عرب کی بدوی فضا سے بھی بے حد شغف اور عشق کا اظہار ملتا ہے جس میں اکثر انبیاء ہوئے اور اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا پہنچا کر اس جہانِ فانی سے رخصت ہوتے رہے۔ اقبالؒ کے یہاں ہمیں جغرافیائی، تاریخی اور سماجی ماحول کی عکاسی کرنے والا ایک ایک شعری بند گہری مقدس معنویت اور عاشقانہ صفت کا حامل نظر آتا ہے۔ مثلاً مسجد قرطبہ کے متعلق وہ کہتے ہیں۔

تیری بنا پائیدار، تیرے ستون بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجوم نخیل

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اقبالؒ کا تصورِ عشق اس قدر خلاقانہ ہے کہ مسجد قرطبہ کی پوری تاریخ ان کے لئے آنکھوں دیکھا حال بن گیا ہے اور تاریخ زرّیں کے اوراق ان کے سامنے اپنے آپ اُلٹتے جاتے ہیں۔ منظر بدلتے جاتے جاتے اس عظیم اسلامی فلسفی شاعر کا سراپا چشمِ شوق بینا محو دید ہو جاتا ہے اور اپنے اس شوق کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں ۔

اے حرم قرطبہ ! عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود
تیرا جلال و جمال ، مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کارکشا کارساز
ہے تہ گردوں اگر حسن میں تیری نظیر
قلبِ مسلماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں
نقش ہیں سب نا تمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام ،خونِ جگر کے بغیر[۳]

علامہ اقبالؒ کے یہاں ''مسجد قرطبہ'' بھی جذبۂ عشق کا بھی ایک عظیم مظہر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خودی، وقت کی ابدیت اور مردِ مؤمن کے ایمان و ایقان کا بھی اشارہ ہے یعنی اقبال کے اس تصورِ عشق میں ہمیں ملّت مسلمہ کی سیادت و سیاست، شجاعت و حکومت، جرأت و ہمت اور جوان مردی کی طویل داستان نظر آتی ہے جس سے اُمت مسلمہ کی فتح شام عبارت ہے۔ لہٰذا ''مسجد قرطبہ''

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ اقبال کے تصورِ عشق کی ایک بہترین علامت ہے ۔ اسی طرح علامہ اقبالؒ مدینۃ الزہرا میں عبدالرحمن اوّل کے بوئے ہوئے کھجور کے پہلے درخت سے یوں اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا
صحرائے عرب کی حُور ہے تو

****

حواشی

۱ ''فکرِ اقبال'' از خلیفہ عبدالحکیم، ص ۲۵۱، ایجوکیشنل بک ہاوس مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، ۱۹۷۷ء۔

۲ ''کلیاتِ اقبال'' (اردو) علامہ اقبالؒ، ص ۶۰۔۴۰۵ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز نئی دہلی ۱۹۹۷ء ۔

۳ ''کلیاتِ اقبال'' اردو ص ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳۔

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ اقبال اور عشقِ رسول ﷺ

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کے نزدیک عشقِ رسول ﷺ سرمایہ دین بھی ہے اور وسیلہ دنیا بھی۔ قرآن وسنت کے عین مطابق ان کا یہی عقیدہ ہے کہ حضورِ اکرمؐ کی پیروی کے بغیر انسان دین کا اور نہ ہی دنیا کا ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں ۔

ہر کہ از سرِ نبیؐ گیرد نصیب
ہم بہ جبریل امین گردد قریب

خلیفہ عبدالحکیم کے مطابق علامہ اقبالؒ کے نزدیک عشق کی بہترین مثال رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک ہے جس میں خلوت وجلوت کا توازن " Balance " پایا جاتا ہے۔ عقل جلوت کی طرف کھینچتی ہے اور عشق خلوت کی جانب، لیکن زندگی کی تکمیل دونوں کے توازن سے ہوتی ہے۔

عقل او را سوئے جلوت می کشد
عشق او را سوئے خلوت می کشد
جلوتِ او روشن از نورِ صفات
خلوتِ او ستیز نورِ ذات

اسلام دراصل اسی توازن واعتدال کی تعلیم دیتا ہے اور اس میں کہیں بھی افراط و تفریط نہیں ہے اسلام کے توازن واعتدال کو اقبالؒ عشق کا نام دیتے ہیں اور جوہر عشق کا کامل ترین مصدر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہیں کیونکہ آپ کی ذات ہی میں سوز وساز، ذکر وفکر، علم وعمل، بصارت وبصیرت اور خرد و نظر اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ فقیری اور شاہی کا یہ اجتماع چشم فلک نے نہ کبھی پہلے دیکھا تھا اور نہ ہی آئندہ دیکھ سکتا ہے۔ علامہ اسی لئے رسول رحمتؐ کی عقیدت میں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سرشار ہو کر کہتے ہیں۔

مثلِ بوقید ہے غنچے میں، پریشاں ہو جا
رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہو جا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہو جا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

پھر علامہ اس مقام سے ذرا آگے بڑھ کر عقیدتِ رسالت محمدؐ کے اس مقام پر اسرار تک پہنچتے ہیں جسے عشق کہتے ہیں۔ اس کیفیت میں وہ بے اختیار پکار اٹھتے ہیں۔

باخدا در پردہ گویم باتو گویم آشکار
یارسول اللہؐ او پنہاں و تو پیدائے من

اس عاشق رسولؐ کی طبیعت میں اس قدر سوز و گداز تھا کہ جب کبھی بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر آپ کی مجلس میں چھڑ جاتا تو آپ بے تاب ہو جاتے تھے اور دیر تک روتے رہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی گوشہ مبارک پر گفتگو کرتے وقت علامہ عام فہم، سیر حاصل اور ایسی شگفتہ مزاجی سے بحث کرتے تھے کہ موافق و مخالف حضورِ اکرمؐ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ اگر آپ کے سامنے کوئی مسلمان ''محمدؐ صاحب'' کہتا تھا تو آپ کو سخت کوفت ہوتی۔ ایک بار کسی نے حضورؐ کی شانِ مبارک میں کچھ گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تو آپ بے حد مغموم ہوئے اور برہم ہو کر اس گستاخِ رسول کو اپنی مجلس سے باہر نکلوایا۔ عشقِ رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ ہے میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشقِ رسولؐ کے جو مناظر فقیر سید وحید الدین ''روزگارِ فقیر'' میں لکھتے ہیں ''اقبال کی شاعری کا خلاصہ، جوہر لبِ لباب دیکھے ہیں ان کا لفظوں میں پوری طرح اظہار بہت مشکل ہے ڈاکٹر صاحب کا دل عشقِ رسولؐ میں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گداز کر رکھا تھا۔ زندگی کے آخری زمانے میں تو یہ کیفیت اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ ہچکی بندھ جاتی تھی آواز بھر جاتی تھی اور وہ کئی کئی منٹ مکمل سکوت اختیار کر لیتے تھے تاکہ اپنے جذبات پر قابو پا سکیں اور گفتگو جاری رکھ سکیں"۔ ۱

اقبال کا احترامِ رسولؐ:

رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام علامہ اقبال کو اس حد تک تھا کہ آپ اکثر اسی فکر میں رہتے تھے کہ کہیں رسول اللہؐ سے ان کی عمر تجاوز نہ کر جائے اس بارے میں بھی فقیر سید وحید الدین ایک حیران کن واقع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "محترم حکیم احمد شجاع جو علامہ اقبال کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے انہوں نے ایک ایسا واقع سنایا، جس سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اقبال حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ اقدس سے کس درجہ والہانہ لگاؤ، محبت اور بے پناہ عشق رکھتے تھے۔ یہ واقع دیکھنے اور پڑھنے میں بہت مختصر ہے مگر حقیقت میں عشق و محبت کا دفتر بے پایاں ہے۔

ایک روز حکیم صاحب موصوف علامہ کے مکان پر پہنچے تو علامہ کو بہت زیادہ فکرمند، مغموم اور بے چین پایا حکیم صاحب نے گھبرا کر دریافت کیا "خیریت تو ہے آپ آج خلافِ معمول بہت زیادہ مضطرب اور پریشان نظر آتے ہیں ؟" علامہ نے خاص انداز میں نظریں اوپر اٹھائیں اور غم انگیز لہجے میں فرمایا: "احمد شجاع ! یہ سوچ کر میں اکثر مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول اللہ کی عمر سے زیادہ نہ ہو جائے۔" ۲ اور واقعہ یہ ہے کہ انتقال کے وقت اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سن مبارک سے دو سال کم یعنی ۶۱ سال تھی گویا اللہ نے علامہ کی اس تمنا اور دعا کو قبول فرما لیا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دراصل علامہ کے رگ و پے میں عشقِ رسولؐ سرایت کر گیا تھا اور ان کے فکر و ذہن پر چھا گیا تھا ۔ وہ بلاشبہ ایک عظیم فلسفی تھے ۔ فلسفی لوگ عقل ہی کے بل بوتے پر چلتے ہیں مگر فلسفی اقبال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو عقل کی کسوٹی پر جانچنے کی جرأت کبھی نہیں کرتے تھے ۔ اس معاملے میں وہ ایمان بالغیب کے قائل تھے ۔ حضورؐ کا فرمان وہ دین و ایمان سمجھتے تھے اور اس فرمان کو سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے ۔ سمعنا و اطعنا اطاعت فرمانبرداری اور غلامی، یہی ایمان کی دلیل بلکہ بنیاد ہے ۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک سنتے ہی آنکھیں تر ہو جاتی تھیں لہٰذا نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰؐ شانِ اقدس میں جو کچھ کہا ہے وہ دل کی عمیق گہرائیوں سے کہا ہے ۔ اس بارے میں میر غلام بھیک نیرنگ نے بالکل بجا کہا ہے ۔

"اقبال کا قلبی تعلق حضور سرورِ کائنات کی ذاتِ قدسی صفات سے اس قدر نازک تھا کہ حضورؐ کا ذکر آتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی اگرچہ وہ فوراً ضبط کر لیتے تھے چونکہ میں بارہا ان کی کیفیت دیکھ چکا ہوں اس لئے میں نے ان کے سامنے تو نہیں کہا مگر خاص لوگوں سے بطور راز ضرور کہا کہ یہ اگر حضورؐ کے مرقدِ پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے بلکہ وہیں جاں بحق ہو جائیں گے ۔ میرا اندازہ یہی تھا اللہ بہتر جانتا ہے" ۳ کہ علامہ اقبالؒ زندگی بھر روضہ رسولؐ کی زیارت تک پہنچنے کیلئے تڑپتے رہے شاید اقتصادی کم مائیگی کے علاوہ یہ بھی ایک وجہ تھی جو انہیں روضہ رسولؐ کی زیارت کرنے سے مانع بنی ہوئی تھی ۔ ان کی مالی حالت ۱۹۳۶ء میں خستہ ہی تھی اور مشکل سے گھر کا خرچ فراہم ہوتا تھا اسی لئے بھوپال سے پانچ سو روپے کا وظیفہ قبول کیا تھا ۔

دراصل علامہ ۱۹۱۱ء سے پہلے بھی روضہ رسولؐ کی زیارت کے خواہش مند تھے جب یورپ کے سفر سے انہیں صرف دو تین برس ہی لوٹے ہوئے ہو گئے تھے ۔ آپ یورپ سے واپس

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لوٹے ہی نہ صرف فرنگیت سے بے حد متنفر ہوئے بلکہ آپ کے دل میں اسلام اور نبی اکرمؐ نے اتنا گھر کرلیا کہ آپ نے اپنے محب اکبر الہ آبادی کو ایک خط ارسال کیا جس میں آپ نے انہیں لکھا کہ "اللہ آپ کو اور مجھ کو بھی زیارت روضۂ رسول نصیب کرے۔ مدت سے یہ آرزو دل میں پرورش پارہی ہے دیکھئے کب جوان ہوتی ہے"۔

حضرت علامہ اقبال" کو زیارت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد شوق تھا اسی لئے انہوں نے اپنے محبوں کو اس بارے میں متعدد خطوط رقم کئے ہیں سر راس مسعود کو ۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء کے ایک خط میں یوں رقمطراز ہیں:

امسال دربار حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آگئے۔ انشاء اللہ امید ہے کہ اگلے سال حج بھی کروں گا اور دربار رسالتِ نبیؐ میں حاضری بھی دونگا مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ اگلے سال انہیں اس دنیائے فانی سے رخصت ہونا تھا دراصل انہیں ۱۹۳۱ء میں مکہ اور مدینہ کی زیارت کرنے کا موقع نصیب ہوا تھا جب آپ گول میز کانفرنس کے خرچ پر لندن سے یروشلم تشریف لے گئے تھے مگر اس موقع سے فائیدہ نہ اٹھانے کی وجہ وہ یوں بیان کرتے ہیں:

"مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا مقصد تھا مگر میرے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوگیا کہ دینوی مقاصد کے سفر کی ضمن میں حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جرأت کرنا سوءِ ادب ہے اس کے علاوہ بعض مقامی احباب سے وعدہ تھا کہ جب حرم نبیؐ کی زیارت کے لئے جاؤں گا تو وہ میرے ہم عناں ہوں گے ان دو خیالوں نے مجھے باز رکھا ورنہ کچھ مشکل امر نہ تھا"۔[۴]

حضورؐ کی ذات سے انہیں زبردست عشق و محبت تھا یہاں تک کہ وہ زمین حجاز میں ہی موت ڈھونڈتے تھے۔ فرماتے ہیں:

تلخانہ اجل میں جو عاشق کو مل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمرِ دراز میں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اوروں کو دیں حضورؐ یہ پیغام زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

علامہ اقبالؒ نے اپنی ایک مشہور نعت سیاحتِ فلسطین کے دوران لکھی ہے جو ہمیں ''ذوق وشوق'' کی نظم میں ملتی ہے اس نظم کا ہر شعر عشقِ رسولؐ کی غمازی کر رہا ہے اور رسولِ محترمؐ سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا ثبوت فراہم کر رہا ہے اپنے بے پناہ عقیدت' جزب وکیف' اور گہرے عشق کا اظہار وہ نہایت ہی بلیغ اور مؤثر انداز میں یوں کرتے ہیں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جلال بے نقاب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پاگئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب
تیرہ و تار ہے جہانِ گردشِ آفتاب سے
طبعِ زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آپ کے کلام میں ہمیں جان بجا عشقِ رسول اللہ کا والہانہ پن اور روضۂ اقدس جنابِ حضورِ اکرمؐ کی زیارت کا زبردست اشتیاق واضطراب نظر آتا ہے۔ مفکرِ ملت علامہ مولانا سید ابوالحسن ندویؒ اقبال کے عشقِ رسولؐ اور دیدارِ روضۂ اقدس کے اشتیاق کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر اقبال کی پوری زندگی عشقِ رسول اور یادِ مدینہ سے معمور تھی۔ ان کا زندہ جاوید کلام ان دونوں کے تذکرے سے بھرا پڑا ہوا تھا لیکن زندگی کے آخری ایام میں یہ پیمانہ عشق اس طرح لبریز ہوا کہ مدینہ کا نام آتے ہی اشک محبت بے ساختہ جاری ہو جاتے... وہ اپنے اس کمزور جسم کے ساتھ یقیناً مدینۃ الرسولؐ میں حاضر نہ ہو سکے لیکن اپنے مشتاق اور بے تاب دل، نیز اپنی قوتِ تخیل اور زورِ کلام کے ساتھ انہوں نے حجاز کی وجد انگیز فضاؤں میں بار بار پرواز کی اور ان کا طائرِ فکر ہمیشہ اسی آشیانہ اور آستانہ پر منڈلاتا رہا" ۵

****

حواشی

۱: "روزگارِ فقیر" فقیر سیّد وحیدالدین، ص ۳۶، جلد اوّل

۲: "روزگارِ فقیر" فقیر سیّد وحیدالدین، ص ۱۰۲، جلد اوّل

۳: اقبال اور عشقِ رسالت مآب ﷺ، از پروفیسر سیّد عبدالرشید فاضل، ص ۵۲

۴: "روزگارِ فقیر" از فقیر سیّد وحیدالدین، جلد اوّل، ص ۵۵

۵: "نقوشِ اقبال" از سیّد ابوالحسن علی ندویؒ مترجم مولوی شمس تبریزی خان، ص ۲۷۱

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رمز قرآں از حسینؑ آموختیم

ابتدائے آفرینش سے ہی دنیائے عالم میں اللہ تعالیٰ نے حق و صداقت کا بول بالا کرنے کے لئے لاتعداد انبیاء ورسلؑ مبعوث فرمائے یہاں تک کہ خاتم النبیین جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے یہ ادوار اختتام کو پہنچ گئے۔ مگر قرآنِ کریم کے مطابق تمام مسلمان ملّت ابراہیمؑ کہلائے اسلئے کہ حضرت ابراہیمؑ ہی نے توحید کی تعمیر اور شرک کی بیخ کنی میں قولی، دلی اور عملی جہاد کر کے اسلامی تاریخ کے درخشاں قربانیوں کے اوراق رقم کرنے میں اولیت کا ثبوت دے دیا۔ توحید رموزی میں حضرت ابراہیمؑ ہی کو تمام انبیائے بنی اسرائیل پر زمانی سبقت حاصل ہے۔ مفکر اسلام اور شاعرِ مشرق علامہ اقبال بھی اس قرآنی نظریے کے مطابق رسالت کی تشریح وتوضیح میں ابراہیم خلیل اللہ ہی سے آغاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تارکِ آفل براہیم خلیلؑ
انبیاء را نقش پائے او دلیل

حضرت ابراہیمؑ نے جن بنیادوں کو استوار کیا اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جو عظیم الشان انسانیت کی تعمیر کر دی اسی کی بدولت توحید پرستوں کی ایک عظیم ملّت پروان چڑھی جو جو تمام اہل عالم کیلئے سراپا رحمت وشفقت ثابت ہوئی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت کی تکمیل ہوگئی اور آپؐ خاتم النبیین کہلائے۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنی جانشینی کے بارے میں کوئی واضح فیصلہ نہیں دیا بلکہ آپ کی بے مثال عملی تعلیم وتربیت اور اجتہادی وتحقیقی رہنمائی سے جو اسلامی معاشرہ وجود میں آچکا تھا اُس کا ہر فرد اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھا کہ اسلام کے احکام اور روح حرکی (dynamic) ہے لہٰذا یہ نظام سراسر شورائی خلافت کا متقاضی ہے۔ اس نظام میں قطعاً کسی خاندانی بادشاہی کی گنجائش

29

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

برگشتہ ہوئے ہیں۔ جن کے درباروں میں آزادیٔ رائے مفقود ہو۔ جنہوں نے شریعت کی حرام کردہ اشیاء کو اپنے لئے حلال ٹھہرایا ہے اور جنہوں نے کمزور انسانوں کو آتش کدۂ جبر و استبداد کا ایندھن بنایا ہے۔" ۳

وہ کوتاہ اندیش جو امام حسین عالی مقام کا یزید کے برخلاف ہونا ایک اجتہادی غلطی سے تعبیر کرتے ہیں دراصل واقعہ کربلا سے بالکل نا آشنائے محض ہیں۔ اسی طرح سے راشد الخیری کی رائے میں امام عالی مقام کو مظلوم کہنا ان کی شان کو ٹھیس لگانے کے مترادف ہے کیونکہ "بیعتِ یزید نے آخری لمحے تک امام حسینؓ کے قدم چومے، ان کو ظلم سے بچنے کا موقع میسر تھا مگر ان کو اسلام کا وہ جوہر دکھانا تھا جس کی چمک آج کی دنیا کو خیرہ کر رہی ہے۔"

شاعر مشرق کس بہترین انداز سے کربلا کے اس واقعے کی تفسیر پیش کرتے ہوئے امام عالی مقام، اُن کے خاندان اور ساتھیوں پر یوں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

آں امام عاشقاں پور بتولؓ
سرو آزادے زبستانِ رسولؐ

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر ۴

علامہ اقبالؒ مذکورہ بالا اشعار میں کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کے مرتبۂ عالیہ کا کیا پوچھنا! سیدۃ النسا فاطمۃ الزہراؓ حضرت بتولؓ اُن کی ماں ہیں اور سید الانبیا سرکار دو عالمؐ اُن کے نانا ہیں۔ حضرت علیؓ اُن کے پدرِ بزرگوار ہیں جو بسم اللہ کی 'با' ہیں یعنی علوم قرآنی کا دروازہ ہیں اور وہ خود قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہیں:۔ وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ (۳۷:۱۷) یعنی ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ اس کے بعد علامہ اقبالؒ شہادتِ امام حسین عالی مقام کی وضاحت کرتے ہوئے ملت کو یہ ذہن نشین کراتے ہیں کہ تاریخ اسلام کے مطابق ابتدائے آفرینش سے ہی حق و باطل کی کشمکش رہی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہے۔ ہر موسوی کردار کا مقابلہ فرعون سے رہا ہے اور ہر شبیری قوت یزیدی نظام کے خلاف برسرِ پیکار رہی ہے۔ حق ہمیشہ شبیری قوت سے زندہ ہے اور باطل آخر حسرت میری ثابت ہوا ہے۔

موسیٰؑ و فرعون و شبیرؓ و یزید ایں دو قوت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوتِ شبیریؓ است باطل آخر حسرت میری است

یا دوسری جگہ علامہ نے فرمایا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن سے منقطع کر لیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ حریتِ فکر و عمل جو اسلامی نظامِ زندگی کا لازمی جزء ہے کا خاتمہ ہو گیا۔ امام حسینؓ نے میدانِ کربلا میں اپنی جان دیکر قیامت تک کے لئے ملوکیت یعنی استبداد کے اصول کو باطل ثابت کر دیا اور اپنی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ملوکیت کا دشمن ہے۔ **لا ملوکیت فی الاسلام.**

چنانچہ یزید کی تخت نشینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اسی لئے ہمیں یہ حقیقت سمجھاتے ہیں کہ

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت
خاست آں سر جلوۂ خیرالامم
چوں سحاب قبلہ باراں درقدم
بر زمینِ کربلا بارید رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد ۵

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ ہمیں شہادت امام عالی مقام کے پیغام سے روشناس کراتے ہوئے یہ حقیقت سمجھاتے ہیں کہ اگر امام حسینؑ یہ عظیم الشان شہادت کا فریضہ کربلا میں انجام نہ دیتے تو مسلمان اس اصول اور نظریہ کو فراموش کر دیتے جس کا لازمی نتیجہ بعد میں یہ نکلتا کہ رفتہ رفتہ توحید الٰہی کا خاتمہ ہو جاتا۔ امام حسینؑ نے اسی لئے قیامت تک مسلمانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ فراہم کیا کہ ملوکیت کے جبر و استبداد کو مٹانے کے لئے اپنی جان کے علاوہ اپنے شیر خوار بچوں اور ساتھیوں کو بھی راہِ حق میں قربان کر دیا۔ اس طرح امام حسینؑ نے ملّت مسلمہ کو قرآن حکیم کی روح سے عملاً آشنا کیا۔ یہی حقیقت سامنے رکھ کر علامہ اقبالؒ انسانیت کو یہ گوش گذار کرانا چاہتے ہیں کہ۔

رمز قرآن از حسینؑ آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

مرحوم پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب مذکورہ بالا شعر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "میں نے ایک دفعہ حضرت اقبال سے یہ دریافت کیا کہ "رمزِ قرآن" سے آپ کی مراد کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ تعلیماتِ قرآن کی روح یہ ہے کہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت سر بکف رہو اور اگر ضرورت ہو تو جان دینے سے بھی دریغ مت کرو"۔ [۲]

دراصل باطل نظریات کو مٹانے اور حق و صداقت کو غالب کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ملّت مسلمہ ہر قسم کے سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر ہمیشہ مال و جان کی قربانی کے لئے سر بکف رہیں۔ اس ابدی حقیقت کو قرآنِ پاک نے مختلف پیرائیوں میں ہمیں سمجھاتے ہوئے تلقین کی ہے کہ اللہ کی راہ میں مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہو۔ کفر و باطل کے انداز بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی وہ حق کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتا ہے اور کبھی "انی ناصح امین" کا نعرہ دے کر خوش کن انداز میں مختلف خود ساختہ نظریات پیش کر کے ہمیں اسلامی نظام فکر و عمل سے برگشتہ کرنے کی شعوری سازشیں رچا کر ہمیں بے شعوری کے عالم میں پھنساتا ہے مگر اہلِ حق و صداقت کا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہمیشہ ایک ہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اعلانیہ طور پر باطل کو ٹھکراتا ہے۔ یہی وہ ابدی حقیقت ہے جس کی نشاندہی حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں مال و جان اور اعزہ واقربا کی قربانی پیش کر کے کی ہے اور جس کو علامہ نے یوں شعری پیرایہ پہنایا ہے۔

حقیقت ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

****

حواشی

۱: سورۃ الحجرات، آیت نمبر (۱۳)

۲: ''رموز بیخودی'' از علامہ اقبالؒ، ص ۱۶۳، باب ''در معنی حریتِ اسلامیہ وسرِّ حادثہ'' اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۹۷ء

۳: اسلام کے سائے میں، از پروفیسر شیخ محمد اقبال، ص ۱۶۰، تاج کمپنی ۳۱۵۱، ترکمان گیٹ دہلی ۱۹۸۴ء

۴: ''رموز بیخودی'' ص ۱۶۴

۵: ''رموز بیخودی'' ص ۱۶۴

۶: رموز بیخودی مع شرح، از پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص ۱۷۷، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۹۷ء

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پیام شبیری ا۔

کلام اقبال کے آئینے میں

تاریخ اسلام میں ابتداے آفرینش ہی سے حق و باطل کی کشمکش جاری ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے جاتے ہیں وہاں حضرت عیسیٰؑ بھی بظاہر مسلوب ہوئے ہیں یہاں تک کہ خاتم المرسلین رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بازارِ طائف میں حق و صداقت کا علم بلند کرتے کرتے لہولہان ہونا پڑا اور انجام کار اسلام کی عظیم الشان قربانی انہی کے نواسے جناب امام حسینؑ کو پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ چنانچہ امام عالی مقامؑ نے اپنے معصوم و شیر خوار بچوں سمیت بہتر اعزاہ و اقرباء کے ساتھ حق کا بول بالا کرتے ہوئے شہادت حق کا عملی مظاہر کرتے ہوئے رہتی دنیا تک یہ مثال قائم کی کہ۔

موسیٰ و فرعون ، شبیر و یزید
ایں دوقوت از حیات آید پدید
صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

علامہ اقبالؒ اس ذبح عظیم سے یہی نتائج اخذ کرتے ہیں کہ قرآن مجید ہی مجموعہ علوم ہے اور اسلام کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف کو سمجھنا نہایت ضروری ہے اور قرآن پاک سمجھانے کے لئے یعنی اس کی عملی تفسیر ہی کہیے۔ جناب امام عالی مقام حسینؓ نے اپنے مال و جان کی قربانی پیش کی۔

حکیم الامت علامہ اقبال فقر کی دو اقسام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک فقر تو بہادر کو بزدل اور نکما بنا دیتی ہے جب کہ دوسری قسم کا فقر مرد مومن کو شاہانہ تمکنت عطا کرتا ہے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حضرت امام حسینؓ اسی شاہانہ فقر کے سرخیل تھے اسی لئے علامہ اقبال ان کے اس فقر میں رطب اللسان ہو کر کہتے ہیں۔

اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایۂ شبیری

دراصل حضرت امام عالی مقامؓ جہاد بالسیف کے ذریعے رضائے الٰہی کے طالب تھے۔ لہٰذا ایک مرد مجاہد کے عملی روپ میں ان کا مسلک یہی تھا کہ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بذاتِ خود ایک ظلم ہے۔ علامہ اقبال اس بارے میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست
با من میا کہ مسلک شبیرم آرزوست

یعنی تیر، نیزہ، تلوار اور خنجر میری آرزو ہے، میرے ساتھ مت آ کہ حضرت امام حسینؓ کا مسلک میری تمنا ہے۔

لہٰذا علامہ کا نظریہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے دین کو غالب کر کے اسی کی رضا طلب کر کے اس کے ہاں بلند رتبہ حاصل کرنا چاہتے ہوں وہی لوگ امام حسینؓ کے مسلک کی پیروی کر سکتے ہیں اور وہی امام کے حقیقی وارث ہیں۔ جو لوگ گھر میں آرام سے بیٹھیں اپنے نفس کی خدمت کرتے رہیں اور مختلف تاویلات کے ذریعے گھر میں بیٹھے رہنے کے جواز تلاشتے رہیں وہ کسی بھی صورت میں امام حسینؓ کے وارث نہیں ہو سکتے ہیں۔

دراصل اسلام کی داستان بڑی انوکھی اور سادہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ خوشنما بھی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہے۔اسلام کی ابتداء اطاعت سے ہوتی ہے۔رسم ورواج،شعوب وقبائل اور حسب ونسب کے بتوں کو توڑ کر اللہ کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے سے اسلام کی ابتدا ہوتی ہے۔حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح اللہ کا حکم سنتے ہی مردانہ وار اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ دینا تسلیم ورضا کا ایک ابتدائی مرحلہ ہے اور اسلام کی انتہا یہ ہے کہ مومن حضرت امام حسینؓ کی طرح گھر سے نکل کھڑا ہو اور باطل کے ایوانوں کو لرزہ براندام کر کے جان کی بازی لگا دے اور اس راہ میں تمام صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔اسی حقیقت کو علامہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

اقبالؒ کے نزدیک اسلام اور قرآن کی عملی تفسیر رسولِ محترم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہار ہیں۔صحابہ کرام اور اہلِ بیت رسول کا ذکر اس وقت تک تشنہ تکمیل ہے جب تک نواسۂ رسولؐ یعنی امام حسینؓ کا ذکرِ خیر نہ کیا جائے جنہیں رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارک ہی میں جوانانِ جنت کے سردار کہہ کے پکارا [۲]۔ علامہ اقبال بھی ان کی مطلق یوں گویا ہوتے ہیں۔

آں امام عاشقاں پورِ بتولؓ
سرو آزادے زبستانِ رسولؐ

یعنی حضرت امام حسینؓ عاشقانِ حقیقی کے امام حضرت فاطمۃ الزہراؓ خاتون جنت کے صاحب زادے اور چمنِ رسول ﷺ میں ایک بلند قامت درخت کی مانند ہیں۔اس شعر سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت اقبالؒ کو امام عالی مقام جناب امام حسینؓ سے کتنی عقیدت تھی۔

دراصل علامہ کے سارے کلام میں حضرت حسینؓ کے حوالے سے ملتے ہیں آپ امام حسین کی بڑائی اور عظمت یوں بیان کرتے ہیں۔

فقر عریاں گرمیٔ بدر و حنین
فقر عریاں بانگِ تکبیر حسینؓ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حریت فکر و عمل کی عظیم الشان مثال میں علامہ نے امام الشہداء حضرت حسینؓ کی شہادت کے جگر گداز واقعات کو شعری پیرائے میں پیرایہ بدل بدل کے پیش کیا ہے ۔ درحقیقت اسلامی فکر و عمل ہی نے شہنشاہی اور سلطانی کا خاتمہ کر کے انسانوں کی حریت فکر کو پروان چڑھایا ہے کیونکہ مطلق العنان سلطانی اگر ہر احمق کو ورثے میں ملتی رہے، تو پھر وہی ہر قسم کے استبداد کا سرچشمہ بنتی ہے۔ خلافت راشدہ تک اسلامی نظام حریت کا یہ عالم تھا کہ معمولی فرد بھی خلیفہ کی معمولی غلطی کو دیکھ کر اُسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر سکتا تھا اور عورتیں تک مجمع عام میں امیر المؤمنین سے معمولی باتوں کے متعلق باز پرس کر سکتی تھیں [۳] ۔ حضرت عمرؓ جیسے بارعب خلیفہ سے بھی کوئی مرعوب نہیں ہوتا تھا۔ مساوات اور حریت فکر و عمل کا یہ نمونہ چشم آفتاب نے اس دنیا کی سطح پر پھر کبھی نہ دیکھا۔ اس نظام حریت فکر و عمل پر سب سے کاری ضرب یزید نے لگائی اور حضرت امام حسین عالی مقامؓ نے اپنے اور اپنے اعزہ، اقربا و ساتھیوں کے خون سے دفع کر کے تا قیام قیامت لامثال قربانی کا مظاہرہ کیا۔

****

حواشی

۱: مذکورہ بالا مضمون یکم مارچ ۲۰۰۴ء کو ہفت روزہ ''کشمیر عظمیٰ'' سرینگر میں شائع ہوا تھا۔ ۲۲ مارچ ۲۰۰۴ء کے شمارہ میں اسی جریدے میں ایران سے اس مضمون کی پذیرائی میں ایک خط یوں شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی کا مضمون ''پیام شبیری کلام اقبال کے آئینے میں'' بہت ہی معلوماتی مضمون تھا۔۔۔ از طرف سید عابد حسین۔ اسلامی جمہوریہ ایران (بذریعہ ای میل) بعد میں ایران کے ایک جریدے میں یہ مضمون ''کشمیر عظمیٰ'' سے نقل کر کے شکریہ کے ساتھ شائع بھی کیا گیا (م۔ا۔گ)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۲: اشارہ ہے اُس مشہور حدیث کی طرف جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان الحسن و الحسین سیّدا شبابِ اھل الجنہ الخ.

۳: اشارہ ہے اُس مشہور واقعے کی طرف جس میں حضرت عمر فاروقؓ سے استفسار کیا گیا کہ آپ نے اتنا لمبا کُرتا کہاں سے حاصل کیا حالانکہ انھیں ان کے فرزند نے اپنے حصے میں آئے ہوئے کپڑے کو بھی دیا تھا تب وہ لمبا کُرتا ان کے لئے میسر آیا تھا۔

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خلیل اللہؑ کے دریاء میں ہوں گے پھر گہر پیدا

ہر سال ہم عید قربان کی تقریب سعید مناتے ہیں۔ آیئے آج ہم حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے ولولہ انگیز پیامی کلام کے آئینے میں اس مقصدِ عظیم کو جاننے کی کوشش کریں جس مقصد اور مشن کی آبیاری کے لئے ہم اس متبرک دن میں ہر سال اپنے حلال جانوروں کا خون بہاتے ہیں۔

دِگر شاخ خلیل از خونِ ما نمناک مے گیرد
بہ بازارِ محبت نقدِ ما کامل عیار آمد

یہ مقدس تقریب اور یہ مقدس قربانی دراصل ملتِ مسلمہ کو اپنی شاندار تاریخ کے ان درخشندہ اوراق کی یاد دلاتی ہے جب صحرائے ریگ زارِ عرب کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عدیم النظیر قربانی کا مظاہرہ کر کے اپنے اکلوتے اور لاڈلے فرزند جناب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم کے تحت خوشی خوشی اس کی راہ میں پیش کرتے ہوئے تاریخِ عالم کا رخ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بدل ڈالا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی جانثار اور تابعدار فرزند کی صورت میں اپنے برگزیدہ باپ کے فرمان کو بلا چون وچرا سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کیا، تاریخِ عالم ابھی تک اس جیسی کسی دوسری مثال کو پیش نہیں کر سکا ہے۔

یہ فیضانِ الٰہی انہی اُولوالعزم انبیاء پر ہوا تھا اور یہ اسی پیغمبرانہ مکتب کی کرامت تھی جس کو علامہ اقبالؒ نے یوں اپنے پیامی کلام میں زباں بخشی ہے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نقطہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے ۱

ابتدائے آفرینش ہی داستانِ حرم بے مثل قربانیوں سے پروان چڑھی ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی اس داستان کی خشتِ اول قرار پائی۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اسکی حسینؑ ابتداء ہے اسمٰعیلؑ ۲

حضرتِ اسمٰعیلؑ کی اس بے مثل ایثار و قربانی سے پہلے پہل آپؑ کے والد محترم حضرت ابراہیمؑ کو گوناگوں مشکلات و مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرنا پڑا۔ آپؑ عراق کے شہر اُر میں ایک بہت بڑے بُت فروش آزر کے گھر پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ نے اپنے آپ کو مشرکوں اور بُت پرستوں کے نرغے میں پایا مگر حق تعالیٰ نے ابتداء ہی سے آپ کو انتہائی ذہین و فطین بنایا تھا لہٰذا جب پورے ہوش و حواس سے اردگرد حق کی پیدا کی ہوئی واضح نشانیوں پر غور و فکر کرنا شروع کیا تو آپ کے لئے ہدایت کے دروازے خود بخود وا ہوئے۔

پہلے مرحلے پر رات کی تاریکی میں تاروں کی روشنی دیکھ کر آپ کو گمان گزرا کہ پتھر کے بے جان بتوں کے مقابلے میں ان تاروں میں روشنی اور چمک ہے لہٰذا انہی کو میں اپنا رب بناؤں مگر تھوڑی دیر کے بعد جب چاند ظاہر ہوا تو حضرت ابراہیمؑ نے اِن متعدد تاروں کے مقابلے میں اس چاند ہی کو ترجیح دی۔ مگر جب رات گزر گئی اور سپیدہ صبح کے بعد سورج کی کرنیں بکھرنے لگیں تو آفتابِ عالم نمودار ہوا۔ اس کو دیکھ کر آپؑ نے کہا کہ ''ھٰذا ربی ھٰذا اکبر'' یہی چاند میرا رب ہے کیوں کہ یہ بڑا ہے۔ اسطرح حضرت ابراہیمؑ نے تاروں اور چاند کی منزلوں کو پسِ پشت

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ڈال کر آفتاب ہی کو اپنا مرکزِ توجہ بنالیا۔ مگر جب یہ آفتابِ عالم بھی غروب ہوا تو آپ کی نگاہِ تیز بین چمک اٹھی اور رب العزت نے آپ کو ان ارتقائی منازل سے نکال کر ہدایتِ کامل سے سرفراز فرمایا تو آپ پکار اٹھے کہ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں لہٰذا غروب ہونے والے میرے رب نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد آپؑ نے اعلانِ عام کیا "انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا و ما انا من المشرکین"[3] اس طرح حضرت ابراہیمؑ سب معبودانِ باطل سے کٹ کر ایک اللہ کا مخلص بندہ ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو علامہ اقبالؒ یوں اپنے شعری پیرائے میں سموتے ہیں ۔

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ [4]

اپنی منزلِ مقصود کا تعین کرنے کے بعد ابراہیمؑ سکون و اطمنان سے نہ بیٹھے بلکہ آپ نے اپنے خاندان اور قوم کو حقیقتِ حال سے آگہی دلانے کا داعیانہ اور پیغمبرانہ فریضہ بحسن و خوبی انجام دے دیا۔ اپنی قوم اور خاندان کو للکارتے ہوئے آپ نے یہ پیغام دیا کہ اصنام پرستی سے باز آکر ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کو اپنا معبود و مسجود بناؤ۔ اس طرح عملی طور پر آپؑ خانہ کعبہ میں جا کر سینکڑوں اصنام کو مسمار کر کے آزر کے لئے آتش خانہ ثابت ہوئے جس کردار کو حضرت اقبالؒ یوں خراجِ عقیدت ادا کرتے ہیں۔

مٹ کے غوغا زندگی کا شورشِ محشر بنا
یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آزر بنا [5]

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حضرت ابراہیمؑ نے وقت کے ظالم و جابر بادشاہ نمرود کو بھی للکارتے ہوئے دعوتِ حق کا فریضہ انجام دے دیا جس پر نمرود نے انہیں آگ میں ڈالا اور حضرت ابراہیمؑ اس سوزِ عشق میں سرشار ہو کر نمرود کی آگ میں بھی خوشی خوشی کود گیا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی [6]

عشق و خرد کی اس کشمکش میں آخر عشقِ حقیقی کامیاب و کامران ہوا اور یوں ابراہیمؑ کو اپنے حبیب نے وہاں بھی بچایا اور آگ کو واضح طور پر حکم دے دیا کہ ''بردًا وسلاماً علیٰ ابراہیم'' کے ابراہیمؑ پر نہ زیادہ گرم اور نہ زیادہ سرد بلکہ معتدل بن جا۔ اس طرح نارِ نمرود کو اللہ نے گلزار میں تبدیل کیا۔

نارِ نمرود کو کیا گلزار تو نے
دوست کو یوں بچا لیا تو نے [8]

دورِ حاضر کے طویل ظلم و جبر اور قہر و عتاب کو دیکھکر ہم عید کی ان مسرتوں اور خوشیوں میں شامل کیسے ہو سکتے ہیں البتہ ہم یہی آرزو اور تمنا کر سکتے ہیں۔

اس دور پر آشوب میں اے عید نہ آ تو
آتی ہے تو اندازِ ابراہیمؑ سکھا جا

اگر اس دور پر آشوب میں ہم حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کی سنت کا احیاء کریں تو ہمیں بھی پھر ضرور انہی مصائب و مشکلات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا جن سے ہمارے یہ اولوالعزم رہبرانِ دین نبرد آزما ہو چکے ہیں۔

آج بھی ہر طرف نت نئے سامراجی نظام کے ان گنت بتانِ باطل سے اولادِ ابراہیم نبرد آزما ہیں سامراجی طاقتیں نمرود کا روپ دھار کر آج افغانستان اور عراق میں نہتے انسانوں کا خونِ ناحق بہا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رہے ہیں بلکہ اب تو ایران اور پاکستان پر ڈورے ڈال کر تمام مشرقی وسطا کو اپنی جارحیت کی لپیٹ میں لانے کیلئے پر تول رہے ہیں۔ خود کشمیری قوم سالہا سال سے مختلف اندرونی و بیرونی استحصالی عناصر کے سکنجے میں پسی جارہی ہے۔ علامہ ملتِ مسلمہ کی اسی مظلوم و مقہور حالت کو دیکھکر پکار اٹھے تھے۔

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبرؐ ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا ابراہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں [9]

اس ظلم و جبر اور قتل و غارت گری کا مقابلہ کرنے کے لئے علامہ اقبالؒ ملتِ مسلمہ کو اپنی شاندار اور درخشندہ تاریخ سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے نصیحت کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں۔

آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز
ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوزِ کہن
ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن [10]

علامہ ملتِ مسلمہ کو حضرتِ خلیل اللہ کے مشن کی یاد دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کل کے اس دور پُر آشوب میں بھی ہمیں اسی ابراہیمی ایمان و ایقان کا احیاء کرنا ہے۔

یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی
یقیں اللہ مستی خود گزینی [11]

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ ملت مسلمہ کو یقین و اعتماد کے ساتھ مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا [12]

وہ مسلمانوں کو پورے عزم و جزم کے ساتھ اس حقیقت سے آشکارا کرتے ہیں کہ وہ آج بھی اپنی شاندار تواریخ کی جہد و عمل سے تاریخ عالم پر انمٹ نقوش چھوڑ سکتے ہیں۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیمؑ و خلیلؑ

ملتِ مسلمہ لازوال تب ہی بن سکتی ہے جب وہ اپنے ضمیر میں وہی چراغ ابراہیمی روشن کرے اور حق و صداقت کے لئے اپنے آپ کو ہر دم متحرک رکھے تب تو بلاشبہ دوبارہ خلیل اللہ کے دریاء میں گہر پیدا ہوں گے اسلئے وہ ملتِ مسلمہ کے لئے یوں نغمہ سنج ہوتے ہیں۔

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے
سرشکِ چشمِ مسلم میں ہے نیسان کا اثر
خلیل اللہ کے دریاء میں ہوں گے پھر گہر پیدا

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حواشی

۱: ''کلیات اقبال'' اردو ،از علامہ اقبالؒ ص ۲۵۲ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی دسمبر ۱۹۹۷ء۔

۲: ''کلیات اقبال'' اردو، از علامہ اقبالؒ، ص ۲۹۱، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی دسمبر ۱۹۹۷ء۔

۳: سورۃ صافات ،(ترجمہ) بے شک میں متوجہ ہوا جس کے لئے سب کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں، میں یکسوئی سے اس کی طرف متوجہ ہوا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

۴: ''کلیات اقبال'' ص ۲۱۰، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی ، دسمبر ۱۹۹۷ء۔

۵: ''کلیات اقبال'' ص ۲۱۱، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی ، دسمبر ۱۹۹۷ء۔

۶: ''کلیات اقبال'' ص ۲۲۸، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی، دسمبر ۱۹۹۷ء۔

۷: سورہ صافات، (ترجمہ) حجرت ابراہیم پر نہ زیادہ گرم اور نہ زیادہ سرد بلکہ معتدل بن جا۔

۸: ''کلیات اقبال'' ص ۲۱۶، مرکزی مکتبہ اسلامی۔

۹: ''کلیات اقبال'' ص ۱۵۲ ،مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

۱۰: ''کلیات اقبال'' ص ۱۹۶، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

۱۱: ''کلیات اقبال'' ص ۱۹۱، متکوی مکتبہ اسلامی دہلی۔

۱۲: ''کلیات اقبال، ص ۲۰۶، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

۱۳: ''کلیات اقبال'' ص ۲۰۷، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فکرِ اقبال کی عصری معنویت

عصرِ نو میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے علامہ اقبال کے افکار و نظریات کی اہمیت اور ان کی حتی الوسع نشر و اشاعت کی ضرورت سے مفر ممکن نہیں۔ آپ ایک جانب اسلام کی عظیم تعلیمات و روایات سے بہرہ ور اور دوسری جانب عصرِ نو کی سائنسی ترقی اور تجرباتی منہاج کے رمز شناس تھے۔ اس اعتبار سے انہیں عالم جدید کی ضرورتوں کہہ اور تقاضوں کے مطابق اسلام کی تعمیرِ نو کا بجا طور پر ایک عظیم علمبردار قرار دیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے مفکرانہ خطبات، عالمانہ مکاتیب اور سحر انگیز پیامی شاعری میں انسانی زندگی کے متنوع اور اس کی گوناگوں حسیات کو صحیح تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی فکر کی راہیں اسلامی اور مغربی، قدیم و جدید فلسفے کے گہرے، ناقدانہ اور تجرباتی مطالعے کے بعد متعین کیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ "خذ ما صفا و دع ما کدر" (اچھائی کو لے لو اور برائی کو چھوڑ دو) کے اصول پر کاربند رہ کر ہر طرف سے علم و حکمت کے موتی پروتے رہے اور واضح طور پر اس حقیقت کا اظہار کرتے رہے۔

خرد افزود مرا درسِ حکیمانِ فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبتِ صاحبِ نظراں

اپنے بعض اشعار میں اقبال نے مغربی تہذیب و تمدن پر ایسے شدید حملے کئے ہیں کہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم پکار اٹھے کہ اقبال مغرب پر جا و بے جا تنقید کرتے ہیں مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ نے بلاشک و ریب مغربی استعماریت کا طلسم توڑنے کی خاطر اپنے بعض اشعار مغرب کے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خلاف نہایت مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کئے جو بالکل جائز اور درست قدم تھا۔ وہ کبھی مغربیت سے مرعوب نہ ہوئے بلکہ مغربی علوم وفنون میں غوطہ زن ہو کر بھی برملا اس حقیقت کا اعتراف کرتے رہے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

نثری تحریروں میں، جہاں فلسفیانہ استدلال اور منطقی تجزیوں کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے، انہوں نے مغربی سائنس وتہذیب کے مثبت پہلوؤں کی دل کھول کر داد دی ہے اس ضمن میں ''اسرارِ خودی،'' '' پیامِ مشرق '' کے دیباچے اور خاص طور فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید پہ ان کی مایہ ناز تصنیف

" The Reconstruction of Religious Thought in Islam "

شاہدِ عادل ہے۔ اسی طرح سے '' شذرات فکرِ اقبال'' (Stray Reflections) کے بعض اہم ترین اقتباسات اور خطوط جو انہوں نے **نکلسن** اور **میگ ٹیگریٹ** (Magtagret) جیسے عظیم مغربی فلسفیوں کے نام رقم کئے ہیں ، دیکھنے کے لائق ہیں۔ ان تحریرات واقتباسات کے آئینے میں علامہ اقبالؒ واضح طور پر ایک بالغ نظر مسلم مفکر کی صورت میں جلوہ افروز نظر آتے ہیں جن کا بیدار ذہن ایک طرف اسلام کے بنیادی حقائق سے وابستہ ہے اور دوسری طرف ایک نئے انسانی ضمیر کی تخلیق میں مصروفِ کار نظر آتا ہے۔

دراصل اقبالؒ بحیثیت مفکرِ ملت اس امر کے ہمیشہ شدت سے متمنی رہے کہ معاشرے کو ہر دم تازہ افکار وخیالات سے متحرک رکھا جائے۔ اس لئے آپ نے فرمایا ہے۔

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

اپنے تبحرِ علم وفضل سے آپ نے اسلام کے فکری نظام کو جمود سے بچانے کے لئے شعوری کوششیں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کیں اور اس طرح ملّت مسلمہ کے معاشرتی نظام کو عہدِ حاضر کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے اور تضادات سے نجات دلانے کی عملی ذمہ داری نبھائی۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ برصغیر کی تہذیبی تاریخ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد آپ ہی نے تاریخی اور تہذیبی زوال کے دورِ انحطاط میں ایک بہترین نباضِ ملّت کا کردار نبھایا۔ علامہ نے اپنے متحرک اسلامی افکار و نظریات سے مسلمانوں میں خود اعتمادی اور جذبۂ عمل بیدار کیا۔ آپ نے قدیم و جدید فکری لہروں سے نئی قدروں کی تلاش اور جستجو جاری رکھی اور ہمیشہ مستقبل کے ساتھ اپنا رشتہ استوار رکھنے کے آرزومند رہے۔ یہی آرزو ان کے دل میں ایک تڑپ بن کے موجود رہی۔ اقبالؒ نے اپنی گردوپیش کی دنیا کا عمیق جائیزہ لے کر مشرق و مغرب کے نظریات پر مفکرانہ حیثیت سے ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی اور پھر اپنے شاندار ماضی سے رشتہ جوڑ کر اس رشتے کی چھان بین کر کے مستقبل کے روشن امکانات تلاش کرتے رہے۔ اس تحقیق و جستجو سے آپ حیاتِ انسانی اور اس کے ارتقائی عمل کو ایک حرکی لائحہ عمل (Dynamic Way of Life) بنانے کا خواب دیکھتے رہے تاکہ اسلام کے بنیادی و آفاقی اصولوں کو عصری تقاضوں کے پسِ منظر میں دریافت اور متعین کیا جاسکے اور پھر ان کو ٹھوس معاشرتی اداروں میں اس انداز سے ڈھالا جائے کہ معاشرتی زندگی اپنے جوہر میں اسلامی رہتے ہوئے عہدِ حاضر کے تقاضوں کو اچھی طرح پورا کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دورِ جدید میں جدید سائنس اور مغربی فلسفہ و علوم کی معنویت بخوبی سمجھی اور ملّت کو ان جدید علوم و فلسفوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی تلقین کی۔ ایک روشن دماغ دانشور علامہ کی اس جدید فکر و نظر پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے بالکل بجا فرماتے ہیں کہ :-

Iqbal not only stressed the importance of modern scientific studies, but also observed that according to dictates of the Holy Quran, it was a prerogative of the man to conquer nature through scientific

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

advancement.' [1]

علامہ نے ملتِ مسلمہ کے لئے کتاب وحکمت یعنی قرآن وسائینس دونوں چیزوں کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے۔

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است
ایں دو قوت اعتبار ملت است
آں فتوحاتِ جہانِ ذوق و شوق
ایں فتوحاتِ جہانِ تحت و فوق
ہر دو انعام خدائے لایزال
مومناں در آں جمال است ایں جلال

علامہ کے خیال کے مطابق مومن کا سرمایۂ عظیم کتاب وحکمت ہی ہے، یہی وہ دو قوتیں ہیں جن سے تمام روئے زمین کو عزت وآبرو کا مقام مل گیا ہے۔ دنیائے ذوق وشوق کی فتوحات ہوں یا عالمِ بالا کی فتوحات، سب اللہ کے انعامات ہیں جو مومنوں کو عطا کئے جاتے ہیں۔

آگے علامہ ملتِ مسلمہ کو ان کا بھولا ہوا پیغام یاد دلاتے ہوئے کہتے ہیں۔

برخور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات
می دہد مالا پیام لاتخف
می رساند بر مقام لاتخف

یعنی اے مسلمانو! اگر آپ دنیا میں دوام وثبات چاہتے ہو تو قرآن کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ضمیر میں آبِ حیات موجود ہے۔ قرآن ہمیں دنیا کی کسی طاقت سے خوف مت کھاؤ (لاتخف) کا فلسفہ سکھاتا ہے اور ہمیں اس مقام محمود پر پہنچاتا ہے جہاں ہم اسی حالت و

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کیفیت میں رہتے ہوئے پرواز کرتے ہیں۔

دراصل علامہ کا فلسفہ خودی بھی قرآن سے مستنبط ہے کیونکہ توحید ہی خودی کا اصلی جوہر ہے یعنی آئینہ قرآن کے حوالے سے اگر بنی نوع انسان خود بین وخود شناس بنتا ہے تو اسے یقین کا لازوال سکون میسّر آسکتا ہے اور اسی سے اس کا مقام بنتا ہے۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں علامہ اقبال اس بارے میں مشہور مغربی مفکر گوئٹے کے حوالے سے بھی اپنی تائید کراتے ہوئے کہتے ہیں۔

" قرآن مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر گوناگوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اس کے اور کائنات کے درمیان ہیں۔ قرآنی تعلیم کا یہی وہ بنیادی پہلو ہے جس کے پیش نظر گوئٹے نے باعتبار ایک تعلیمی قوت کے اسلام پر من حیث الکل تبصرہ کرتے ہوئے ایکرمین سے کہا تھا "تم نے دیکھا اس تعلیم میں کوئی خامی نہیں ، ہمارا کیا نظام اور ہمیں پر کیا موقوف کوئی انسان بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا"۔ ۲

دراصل قرآنِ حکیم ان تمام امورات پر حاوی ہے جو انسان کو زندگی میں پیش آسکتے ہیں اور جو اس کے لئے روحانی، فکری عملی اور علمی طور پر مفید ہوسکتے ہیں، اس لئے اقبالؒ ملت کو قرآن کی اصل اسپریٹ تک پہنچنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن ہی کی طرف مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ توجہ کرنے کی اشد ضرورت پر زور دیتے ہیں۔

اے کہ می نازی بہ قرآن عظیم
تا کجا در حجرہ می باشی مقیم

علامہ اقبال قرآنِ حکیم کو امت مسلمہ کے لئے آبِ حیات اور ید بیضاء قرار دیتے ہیں اور قرآن کو مشعلِ راہ بنانے کے دو باتوں کو اساسی اہمیت دیتے ہیں ایک یہ کہ مسلمان جدید علوم، سائنس وٹیکنالوجی کو اپنی متاعِ گم گشتہ سمجھ کر پوری تندہی سے یہ علوم حاصل کریں بلکہ ان علوم میں مہارت تامہ حاصل کرنا اپنے لئے لازمی سمجھیں۔ دوم یہ کہ مسلم امّہ کے بکھرے ہوئے علماء ودانشوروں کو مسلکی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اختلافات سے اوپر اٹھکر اپنے فکر و عمل سے اللہ کے رنگ میں رنگ کر یکجا ہو جانا چاہئے اور ملت کے وسیع تر مفادات کے لئے کام کرنا چاہئے۔ اس بارے میں آپ 1904ء میں ملت کو واشگاف انداز میں مخاطب ہو کر للکارتے ہیں:

. There are no wahabies, shias and sunnis in Islam. Fight not for the interpratitions of the truth, when the truth itself is in danger. It is foolish to complain of stumbling when you walk in the darkness of night. Let all come forward and contribute their respective shares in the great Toil of the nation. Let the class distinctions and sectarianism be smashed for ever, Let the Musalmans of the coutry be once more united into one and indivisible. Islam brooks no distinctions in it. [۳]

علامہ کی یہ دیرینہ آرزو رہی ہے کہ مسلمان متحد و منظم رہ کر جدید دور کے مقتضات کے تحت اسلامی نظام رحمت کی آغوش میں اپنی زندگیاں سنواریں۔ اس بارے میں مشہور ایرانی دانشور ڈاکٹر علی شریعتی بجا فرماتے ہیں کہ "نجی تصوف، مسیحیت اور چینی مذاہب وغیرہ کی طرح علامہ اقبال کا وجدان و احساس نہیں ہے جو علم، عقل اور سائنسی پیش رفت سے آنکھیں چراتا ہو، نہ ہی علامہ کا علم فرانسس بیکن اور کلورڈ برناڈ کی طرح کا خشک فلسفہ ہے جو ہر مظاہر فطرت کے باہمی ربط اور مادی زندگی کے لئے طبعی قوتوں کے استعمال تک محدود ہو بلکہ علامہ دنیائے جدید پر نظر ڈالتے وقت عقل اور علم کو انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں جو آجکل معروف ہیں۔" [۴]

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اقبال" کا تو یہ دعویٰ ہے کہ جو مذہب عہد جدید کے سائینسی مذاق طبع کی کوکھ سے جنم لینے والے مسائل کی تشفی اور وحدت انسانیت کے تصور کی پرورش نہیں کرسکتا بالآخر ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا ان کو یہ یقین محکم ہے کہ اسلام عصر حاضر کے تقاضوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ صرف زندہ رہ سکتا ہے بلکہ مستقبل کا انسان اس مذہب کی آفاقی تعلیمات میں ایک ایسا جدید اور انقلابی معاشرتی نظام تلاش کرسکتا ہے جس کا مقصد ذات پات، اونچ نیچ وغیرہ کے تمام امتیازات مٹا دینا ہے۔ تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ کے دیباچہ ہی میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ "میرا مقصد ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی فلسفہ اس انداز میں پیش کیا جائے کہ اسلام کی فلسفیانہ روایات کو بھی ملحوظ نظر رکھا جائے اور انسانی افکار کے جدید انکشافات واختراعات سے بھی ثبوت مہیا کئے جائیں۔ ہمارا فرض ہے کہ فکرِ انسانی کے ارتقاء پر نظر رکھیں اور آزادانہ تنقیدی اسلوب قائم رکھیں۔" ۵

اسی کتاب میں وہ ایک جگہ مسلم ائمہ کو مشورہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اگر ہم اسلامی فکر میں کوئی صحت مند اضافہ نہیں کرسکتے تو کم از کم صحتِ تنقید سے عالم اسلامی میں اُمنڈتے ہوئے تجدد پسندی کے سیلاب کو ضرور روک سکتے ہیں"۔

دراصل علامہ اقبال قرآنی احکام وآیات کو بنیاد بناتے ہوئے موجودہ سائینسی دور میں تحریک یا Dynamism یا اجتہاد کو نظامِ اسلامی کے قیام وبقاء کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ انہیں اس حقیقت پر ایمانِ کامل ہے کہ اسلام ایک عملی دین ہے اور اس کے اندر ارتقائے حیات کے ہر مرحلے پر انسان کی رہنمائی کرنے کی مکمل صلاحیت موجود ہے، اسلئے وہ اسلام کی حقیقی روح کے مطابق زندگی کے جدید تقاضوں کو قبول کرتے ہوئے دین اسلام کی حرکی تشریح وتعبیر پر زور دیتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ ہے کہ اُمت مسلمہ کی کامیابی وکامرانی کا راز اسی حقیقت پر مضمر ہے کہ اپنی آنکھیں کھلی رکھکر عہد حاضر کے تناظرات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ اقبال کے مطابق ہمیں اپنے ذہن کو بیدار رکھ کر وسیع العلمی سے عہد حاضر کے تمام علوم وٹیکنالوجی سے فیض حاصل کرنا چاہیئے۔ چاہے اگر ہمیں اس معاملے میں اپنے پیش رووں سے اختلاف ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ "فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید" میں اس معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ یوں ملت سے گویا ہوتے ہیں:

" The task before the Modern Muslim is therefore immense. He has to rethink the whole system of Islam without completely breaking with the past.....The only course open to us is to approach moderm knowledge with a respectiful but Independent attitude, and to appreciate the teachings of Islam in the light of that knowledge even though we may be led to differ from those who have gone before us" ۶

علامہ کے متذکرہ بالا خیالات سے یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ دین اسلام ایک حرکی Dynamic دین ہے۔ وسعت پزیر معاشرے میں وسعت پذیر دین کی ضرورت ہے اور دین اسلام میں بحمد اللہ یہ تمام خصائص وخوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ لہٰذا آپ کے نزدیک اسلام کی اصل اور بنیادی ہدایت وتعلیم کو بحال وقائم رکھتے ہوئے اصول وضوابط عمل یا بالفاظِ دیگر اسلامی فقہ Islamic Jurisprudance کو ہر زمانے کا ساتھ دینا ہوگا کیونکہ اگر دین بدلتے ہوئے مسائل زندگی کا ساتھ دینے سے قاصر رہے تو اسے ظاہر ہے کہ یہ امر روح اسلام اور منصب قرآن کے سراسر خلاف ہے۔

دراصل علامہ کے نزدیک تائید اصول مذہب کے لئے اب ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے، اسی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

طرح قانون اسلام کی تفسیر جدید (Modern Interpretation) کے لئے ایک بہت بڑے فقیہہ (Jurist) کی زبردست ضرورت ہے جس کے قوائد عقلیہ و متخیلہ کا پیمانہ اسقدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کی بناء پر قانون اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب و منظم کر سکے بلکہ تخیل کے زور سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن صورتوں پر حاوی ہو۔

بہر حال علامہ کے ان متذکرہ بلند تصورات و افکارات سے یہی حقیقت منظر عام پر آتی ہے کہ آپ ایک منظم اور با اثر مسلم معاشرے کے وجود میں لانے کے لئے بے حد مضطرب اور فکر مند تھے کیوں کہ ان کے نزدیک زمانۂ حاضر زمانۂ سلف سے بہت بدلا ہوا ہے اسی لئے ہم کو بھی فکر اقبال کو وسعت دینے کے لئے بہ زبان اقبال ہی ملت کو یہ پیغام دینا ہے ؎

از فریب عصر نو ہشیار باش
رہ فنداے راہرو ہشیار باش

آج تو تمام بنی نوع انسانیت تہذیبی اور سیاسی لحاظ سے انہی مسائل میں گرفتار ہوئی ہے جن مسائل کا سد باب علامہ متذکرہ بالا تصورات میں کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا اب بھی نہ صرف مسلم امہ ہی بلکہ تمام نوع انسانیت کو فکر اقبال ہی میں غوطہ زن ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہمیں اپنے اندر علامہ اقبال کی سی وقتِ نظر، وسعتِ قلبی اور سعی پیہم پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم بھی بنی نوع انسانیت کے روشن مستقبل کی خاطر آگے بڑھیں ؎

آئین نو سے ڈرنا ، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

﴿ حواشی ﴾

۱: "Iqbal : mind and Art" by Jagan Nath Azad, pp. 177.
(Modern Publishers, lahore , Pakistan) 1999.

۲: ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' مترجم سید نذیر نیازی، ص ۵۳، اسلامک بک سنٹر کلاں محل نئی دہلی ۱۹۹۲ء۔

۳: Iqbal as a moral and political Ideal by S.A.Wahid
Opp. P. 54.(reproduced from Hindustan Review :
vol XX. July - December 1909).

۴: اقبال مصلح قرن آخر از ڈاکٹر علی شریعتی مترجم کبیر احمد جائسی، ص ۴۰، اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سرینگر مارچ ۱۹۹۸ء۔

۵: ''دیباچہ'' (مشمولہ) تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ از سید نذیر نیازی، ص ۱۳۹ اسلامک بک سینٹر کلاں محل نئی دہلی ۱۹۹۲ء۔

۶: "The Reconstruction of Religious thought in Islam "
by S.M. Iqbal , P 97 Delhi Publishers 1974.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خطبات اقبال کی عصری معنویت

دور جدید کی تاریخ ساز مسلم شخصیات میں علامہ اقبال کو ایک اہم اور کلیدی مقام حاصل ہے۔ آپ کے فکر و فلسفہ سے عالم انسانیت بالعموم اور عالم اسلام بالخصوص متاثر ہوا ہے ، برصغیر کی فکری ، فنی ، ادبی اور سیاسی تاریخ میں آپ نے انمٹ نقوش چھوڑے اور نئی جہتیں متعین کیں ۔ آپ کے فکری نظام کو خودی کے منفرد لفظ سے پہچانا جاتا ہے۔ فکری اظہار خیال کے لئے علامہ نے شاعری کو اپنا سب سے بڑا وسیلہ اظہار بنایا۔

نثری زبان میں آپ کے خطبات کا مجموعہ یعنی تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ سپاٹ فلسفیانہ زبان میں ہے۔ یہ کتاب اس حیثیت سے نہایت اہم ترین تصنیف ہے کہ اس میں علامہ نے جدید و قدیم فلسفہ کے نظریات پر بحث کرتے ہوئے اپنے نظریئے کو واضع کیا ہے یہ کتاب ہر اس شخص کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل ہے جو مسلم فلسفہ کو بالعموم اور ڈاکٹر اقبال کے فلسفہ کو بالخصوص سمجھنا چاہتا ہو۔ ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' دراصل انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے اور انگریزی میں اس کا نام "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" رکھا گیا ہے۔ یہ کتاب سات خطبات پر مشتمل ہے ۔ ۱۹۳۰ء کی پہلی اشاعت میں یہ چھے خطبات یعنی " six lectures on the Reconstruction of Religious Thought in Islam " کے نام سے چھپ گئی تھی ۔ بعد میں اس میں ایک اور خطبے کا اضافہ کیا گیا۔ آخر پر یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن سے شایع کی گئی ۔ سید نذیر نیازی نے بزم اقبال لاہور سے اس کتاب کا اردو ترجمہ ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے نام سے ۱۹۵۸ء میں شایع کیا ۲

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کا محرک بقول ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ایک مغربی مصنف نکولاس پی اسیدز کی کتاب "Mahamadan Theories of Finance" کا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یہ جملہ ہے: " As regards the Ijma, some Hanifites and the Mutazilites held that the Ijma can repeal the Quran and the Sunnah." 3

دراصل ۱۹۲۴ء میں علامہ اقبال نے انگریزی زبان میں الاجتہاد فی الاسلام کے موضوع پر ایک خطبہ تیار کیا اور پھر نظر ثانی کے بعد یہی خطبہ سید عبدالقادر کی صدارت میں منعقدہ ایک تقریب حبیبیہ ہال لاہور میں پڑھا گیا۔ مجموعہ خطبات کا چھٹا خطبہ "الاجتہاد فی الاسلام" یا "The principle of Movement in the structure of Islam" اسی تقریر کی ترمیم شدہ صورت ہے ۴ اتفاق سے انہی دنوں مدراس کی "مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سودارس انڈیا" نامی تنظیم کی طرف سے علامہ اقبال کو اسلام پر خطبات دینے کی دعوت ملی ۵

علامہ اقبال دراصل موجودہ پرآشوب دور میں اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے متمنی تھے۔ اسی لئے انجمن حمایت اسلام لاہور کے بیالیسویں جلسے میں انہوں نے "اسلامی ثقافت کی روح" کے موضوع پر ایک مفصل خطبہ دیا تھا ۶ اس خطبے میں تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے پانچویں خطبے سے متعلق کئی نکات وارشادات ملتے ہیں۔

۱۳ اگست ۱۹۲۴ء کے ایک خط میں ڈاکٹر اقبال محمد سعید الدین جعفری کو لکھتے ہیں:۔

"میں ایک مفصل مضمون انگریزی میں لکھ رہا ہوں۔ وہ مضمون ہے۔

" The Idea of Ijtihad in the Law of Islam " 7

اس خط سے بھی یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے بہت پہلے خطبات کی تیاری شروع کی تھی اور انہی ایام میں انہوں نے ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی وساطت سے محمد یعقوب ٹائپسٹ کو بلوایا تاکہ خطبات املا کرائے جائیں ۸

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ اقبال پہلے مدراس میں چھ خطبات پڑھنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر اس وقت تک ان کے تین ہی خطبے تیار ہو سکے تھے، خطبات کی تیاری کے دوران وہ خط و کتابت کے ذریعہ مولانا سید سلیمان ندوی سے بعض مسائل پر تبادلہ خیال جاری رکھے ہوئے تھے اور بعض کتابیں بھی منگائیں تھیں ۹ ۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۸ تک صرف تین خطبے تیار ہو سکے ۱۰

بہر حال ۵ جنوری ۱۹۲۹ء کو علامہ اقبال مدراس پہنچے اور ۶، ۵ اور ۷ جنوری یعنی مسلسل تین دنوں میں علامہ نے یہ خطبات کھلے ہال میں مدراس کے اہل علم کے سامنے پیش کئے۔ یہی خطبے پھر بنگلور، میسور اور حیدر آباد دکن کے اجتماعات میں بھی پڑھے گئے ۔ اس کے بعد وکالت اور دیگر مصروفیات کے باوجود اقبال باقی تین خطبات کی تیاری میں لگ گئے ۔ ۴ اگست ۱۹۲۹ء میں ایک خط کے ذریعے ایک دوست محمد جمیل خان کو اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

"The courts are closed for summer vacation, and I am writing down my remaining three Lectures which I hope to finish by the end of october" 11

ادھر حیدر آباد دکن کے ان تین خطبات سے اقبال کا کافی چرچا ہوا اور علی گڑھ یونیورسٹی کی طرف سے بھی اقبال کو خطبات دینے کی دعوت دی گئی اس لئے اب بقیہ تین خطبوں کی تکمیل اور بھی ناگزیر بن گئی ۔ ۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو ڈاکٹر اقبال نے محمد جمیل خان کو اطلاع بھیجی کہ خطبات مکمل ہو چکے ہیں۔ ۱۸ نومبر ۱۹۲۹ء کو اقبال علی گڑھ پہنچے اور ۱۹ نومبر شام چھ بجے سے اسٹریچی ہال میں خطبات کا آغاز ہوا۔ اس طرح چھ مکمل خطبات پایۂ تکمیل تک پہنچے ۱۲

اقبال نے یہ خطبات چھ مختلف عنوانات کے تحت حیدر آباد دکن اور علی گڑھ میں پڑھے۔ بعد میں یہ خطبات "Aristotelian Society, London Oxford university press" کے زیر اہتمام طبع ہوئے ۱۳ ۔ اس طباعت میں بعض لفظی ترمیمات

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بوئیں اور ۱۹۳۴ء کی طباعت میں ایک اور خطبہ یعنی " Is religion possible " والا خطبہ بھی شامل کیا گیا۔

تشکیل جدید کے ان خطبات کی اساس اسلامی و مغربی فلسفہ پر ہے۔ لہٰذا ہر کسی کے لئے انہیں سمجھنا آسان نہ تھا۔ اسی احساس کے تحت علامہ اقبال نے سید نذیر نیازی کو لکھا تھا کہ:

''مجھے اس میں شبہ ہے کہ عام لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔ علماء جنہوں نے خاص طور پر فلسفہ کا مطالعہ کیا ہے، وہ میرا مقصد سمجھ سکیں گے ۱۴!

سید نذیر نیازی صاحب نے علامہ کی ہدایت پر ہی ترجمے کا کام شروع کیا۔ اس بارے میں وہ خود تشکیل جدید کے مقدمہ میں یوں بیان کرتے ہیں:

''۱۹۳۰ء کی گرمیوں میں راقم الحروف لاہور آیا اور حسب ارشاد دوسرے خطبے کے بعض اجزاء کا ترجمہ شروع کیا۔ حضرت علامہ نے ترجمہ ملاحظہ فرمایا۔ بعض الفاظ اور مصطلاحات حتیٰ کہ عبارتوں تک کی اصلاح کی۔ اس موقعہ پر کچھ اور احباب بھی موجود تھے۔ حضرت علامہ ترجمے کے بارے میں اظہار خیال فرماتے رہے پھر راقم الحروف کو ضروری ہدایات دیں اور فرمایا کہ ترجمہ جاری رکھو'' ۱۵

۱۹۵۸ء میں بزم اقبال لاہور سے باضابطہ طور پر نذیر نیازی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ بعنوان ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' شائع کیا۔ تشکیل جدید کے پہلے چار خطبات یہ ہیں۔

۱: علم اور مذہبی مشاہدات

۲: مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار

۳: ذات الٰہیہ کا تصور اور حقیقت دعا

۴: خودی، جبر و قدر و حیات بعد الموت

پہلے چار خطبات میں اقبال نے قدیم تصورات کو عہد حاضر کے تعلق سے دیکھا ہے اور پھر اپنی فکر کے بنیادی تصورات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ متذکرہ بالا چاروں خطبات میں عہد حاضر کی روح

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اور اسکے تقاضے کا سُراغ مل جاتا ہے۔ پانچواں خطبہ اسلامی ثقافت کی روح کے عنوان سے دیا گیا ہے۔ اس میں علامہ نے ایک ایسے مسئلے کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے جو اسلامی تصوف کی تاریخ میں کافی نزاعی رہا ہے۔ یعنی ولایت و نبوت کا آپسی تعلق۔ اس خطبے میں ڈاکٹر اقبال نے اسلامی ثقافت Culture کی روح کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

چھٹے خطبے یعنی الاجتہاد فی الاسلام میں علامہ نے اجتہاد کو اپنا موضوع سخن بناتے ہوئے دور حاضر میں اجتہاد وقت کی ایک ناگزیر حیثیت قرار دیا ہے۔

ساتویں خطبے یعنی "کیا مذہب کا امکان ہے" میں اقبال اس بحث کو چھیڑتے ہیں کہ کیا ہمارے دور میں مذہب بروئے کار آسکتا ہے؟

دراصل یہی وہ مسائل ہیں جو نہ صرف امتِ مسلمہ کی تہذیبی و سیاسی ضروریات ہیں بلکہ تمام بنی نوع انسانیت آج انہی مسائل میں گری ہوئی ہے۔

علامہ اقبال اپنے ان خطبات کو تفکر اسلامی جانتے تھے۔ ان کی رائے میں اگر یہ کتاب خلیفہ مامون الرشید کے دور میں شایع ہوتی تو یقیناً اسلامی دنیا میں ایک انقلاب برپا کرنے کا ذریعہ بنتی۔[16] علامہ نے ان خطبات میں اپنے آپ کو جدید اسلامی علم کلام کے بانی کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور اسلام و فلسفہ کے ربط پر جدید نقطۂ نظر سے بحث کرتے ہوئے فلسفۂ اسلام پر غور و فکر کرنے والوں کو نئی جہتیں دکھائی ہیں۔ یہی وجہ ہے جب ان کے ایک دوست عبدالرحیم ان کو موجودہ زمانے کے پیچیدہ مسائل کے متعلق کچھ اشارات دیتے ہیں تو ان مسائل کے جواب میں اقبال ۷ جنوری ۱۹۳۲ء کے ایک خط میں انہیں لکھتے ہیں کہ :

"آپ میرے چھ لیکچرز غور سے پڑھیں۔ اس میں آپ کے تمام سوالات کے جوابات آجاتے ہیں"[17]

ایک پاکستانی ادیب اور سرکردہ اسکالر ڈاکٹر فرمان فتح پوری خطبات کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :-

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''خطبات کے موضوعات کا تقاضا ہے کہ ان پر ابھی اور توجہ صرف کی جائے اور تلخیص و تشریح سے آگے بڑھ کر اقبال کے بعد کے پیدا شدہ تہذیبی مسائل کے پس منظر میں انہیں جانچا پرکھا جائے اور ان کی اہمیت کا احساس دلایا جائے''۔ ۱۸

خود علامہ اقبال خطبات کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

''وقت کا تقاضا ہے کہ دین کے علم کو جدید حکیمانہ انداز فکر و نظر کے ساتھ پیش کیا جائے۔ میں نے اس تقاضا کو ان خطبات میں ایک حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی فلسفہ اس انداز سے سامنے آئے کہ دین و دانش اور مذہب و سائنس میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے'' ۱۹

علامہ کا دل ملت اسلامیہ کے درد سے معمور تھا۔ ۱۹۰۴ء میں وہ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں ایک مقالہ زیر عنوان ''قومی زندگی'' میں ملت اسلامیہ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:۔

'' جس طرح اس وقت ہمیں تائید اصول مذہب کے لئے ایک جدید علم کلام کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قانون اسلامی کی تفسیر جدید کے لئے ایک بہت بڑے فقیہہ کی ضرورت ہے جس کے قوائے عقلیہ و متخیلہ کا پیمانہ اس قدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کی بنا پر قانون اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب و منظم کر سکے بلکہ تخیل کے زور سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن صورتوں پر حاوی ہو ۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اسلامی دنیا میں اب تک کوئی ایسا مقنن پیدا نہیں ہوا اور اگر اس کام کی اہمیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام شاید ایک سے زیادہ دماغوں کا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے کم از کم ایک صدی کی ضرورت ہے۔'' ۲۰

دراصل اس کام کو وہی اہل بصیرت و صلاحیت والے اشخاص ہی خوش اسلوبی سے نبھا سکیں گے جو قرآن و

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حدیث اور مشرق و مغرب کے جدید تہذیبی، عمرانی اور فلسفیانہ مسائل پر اقبال کی طرح کامل دسترس رکھنے کے ساتھ ملت کی سچے خیر خواہ ہوں۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ :۔

"In these Lecturs,which were undertaken at the request of the Madras Muslim Assocication and delivered at Madras , Hyderabad and Aligarh. I have tried to meet, even though partially this urgent demand by attempting to reconstruct Muslim religious philosophy with regard to the philosophical Traditions of Islam" 21

مغرب کی شعری اور فلسفیانہ روایات پر علامہ اقبال کو پہلے ہی سے گہری آگہی تھی۔ وہ مسلمانوں کی زبوں حالی اور اضمحلالی کے خاتمہ کے لئے نئے طرز فکر و عمل کو اختیار کرنے کے خواہاں تھے جو قرآن و سنت کی روح کے مطابق ہو۔ اسی لئے انہوں نے تشکیل جدید کے چھٹے خطبے "الاجتہاد فی الاسلام" میں اجتہاد پر بہت زیادہ زور دیا تا کہ قرآن و سنت کی نئی اور زندہ تشریح و تعبیر کی جائے اور وہ زمانہ جدید کی سیاسی، ثقافتی، عمرانی، تعلیمی اور معاشی تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ انہی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے تشکیل جدید کے خطبات پیش کئے۔

سید ظفر الحسن نے علامہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ خطبات ذہنی مائدہ یعنی "INTELLECTUAL FEAST" ہیں۔ سید صاحب تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کو نہ صرف عظیم اصولوں کی شاندار تشریح قرار دیتے ہیں بلکہ انہیں علماء وقت کے لئے معنی خیز ذہنی تحریک یعنی (Pregnant suggestion) کا نام دیتے ہیں۔ ۲۲

خود علامہ ان خطبات کے متعلق کہتے ہیں :۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''ان خطبات کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفۂ اسلام کو فلسفۂ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے اور اگر پرانے تخیلات میں خامیاں ہوں تو ان کو رفع کیا جائے۔ میرا کام زیادہ تر تعمیر ہی ہے اور اس تعمیر میں میں نے فلسفۂ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے'' ۲۳

اقبال نے ان خطبات میں علم اور وحی کی حیثیت، خدا کے وجود پر مغربی متکلمین کے دلائل اور ان کا رد، ہبوطِ آدم، جنت اور جہنم کی اصل حیثیت، انسانی آزادی کی حقیقت اور اس کے حدود، صوفیانہ اور پیغمبرانہ تجربات کی حقیقت اور مقام، اسلام کا حرکی نظریۂ حیات اور اس کے تقاضے اور مذہب کے امکان و وجود پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ خطبات کے مطالعہ پر یہی حقیقت سامنے آئی ہے کہ اقبال کو اسلامی و مغربی قدیم و جدید فلسفے پر گہری نظر تھی اور انہوں نے کافی گہرائی کے ساتھ الکندی، الفارابی، ابن رشد، رومی، عراقی اور ابن خلدون کے ساتھ ساتھ آئین سٹائن، وائٹ ہیڈ، جان لاک، میک ٹیگرٹ وغیرہ فلسفہ دانوں اور حکمائے اسلام کا مطالعہ کیا تھا۔

علامہ تشکیل جدید کے خطبات کو حاصل زندگی سمجھتے تھے۔ الہ آباد کے ایک طالب علم نے ۱۹۳۱ء میں سوشلزم اور کمیونزم کا مطالعہ کرنے کے بعد علامہ اقبال سے دریافت کیا تھا کہ ''تحریکات حاضرہ کے پیش نظر تشکیل علم کوئی قوت ہوگا یا نہیں''۔ اس کے جواب میں علامہ اقبال نے انہیں لکھا کہ :-

''اصل میں آپ کے سوالات کے مکمل جواب کے لئے ایک کتاب درکار ہے آپ میرے خطبات (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) جو میں نے علی گڈھ اور جنوبی ہند میں دیئے تھے مطالعہ کیجئے وہ شایع ہو چکے ہیں۔ مذہبی مسائل بالخصوص اسلامی مذہبی مسائل کے فہم کے لئے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تعلیم کا تمام تر غیر دینی ہو جانا اس مصیبت کا باعث ہوا ہے'' ۲۴

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تشکیل جدید کے یہ خطبات جب کتابی شکل میں شایع ہوئے تو مسلمان مفکرین اور فلاسفہ نے ان خطبات کو فکرِ اسلامی کی تشکیل نو میں اس موضوع پر لکھی جانے والی سب سے اہم اور بہترین تصنیف قرار دیا۔ اس سلسلے میں ایک نامور ادیب اور اقبالیات کے اسکالر ڈاکٹر سید حسین جعفری کہتے ہیں کہ :۔

"تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ اقبال کی مذہبی فکر کی سب سے زیادہ مربوط اور مدلل فلسفیانہ کوشش ہے کہ اس میں انہوں نے قرآن وسنت سے براہ راست رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اور اسلام کے صدر اول کو بنیاد بناتے ہوئے فکر اسلامی کو اپنے عصری تقاضوں کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی ہے" ۲۵

علامہ کے خیال کے مطابق مذہبی تعلیمات کو جدید علوم وفنون کی مدد سے نفسیاتی اور فلسفیانہ طور پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے خطبات بیان کرنے کی اصلی غرض وغایت ظاہر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :۔ " ان حالات میں مذہبی حقایق کی سائنٹفک تعبیر قدرتی معلوم ہوتی ہے ..... ان خطبات میں میں نے اسلام کی فلسفیانہ روایات اور انسانی علم کے مختلف شعبوں میں پیش آنے والی حالیہ ترقیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے مذہبی فلسفہ کی تشکیل جدید کی جزوی طور کوشش کی ہے۔ موجودہ دور (دورِ حاضر) اس کام کے لئے بالکل سازگار ہے۔" ۲۶

علامہ کے خیال کے مطابق جدید طبعیات نے قدیم طبعیات کے بنیادی نظریات رد کئے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مادیت کا خاتمہ ہو رہا ہے اور یہ اپنی اصل شکل میں ہمارے سامنے نہیں رہا ہے۔ اب سائنس بھی مذہبی حقایق کو تسلیم کرنے لگی ہے۔ اسی لئے وہ اپنے خیالات ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں : "اب وہ دن دور نہیں ہے جب مذہب اور سائنس ان مشترک امور ..... اور ہم آہنگی کا سراغ نکالیں گے جو اب تک ہماری نظروں سے اوجھل رہے ہیں"۔ ۲۷ اپنے افکار و نظریات کو علامہ حرفِ آخر نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ان کے خیال میں علمی ترقی کے ساتھ ساتھ نئے نئے افکار و نظریات وجود میں آتے ہیں اس بارے میں وہ رقمطراز ہیں :۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

" فلسفہ میں کوئی چیز قطعی نہیں ہے اور آزادئ رائے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ میرے پیش کردہ نظریات سے ممکن ہے بہتر اور مناسب نظریات پیش کئے جائیں ۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم فکر انسانی کی روز افزوں ترقی کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہوئے آزادانہ تنقید کا طریقہ اختیار کریں" ۲۸

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ اس لحاظ سے بھی ایک عظیم شاہکار ہے کہ اس میں علامہ نے موجودہ زمانے کے اہم افکار کو اسلامی حکمت و تدبر کے حوالے سے اور اسلامی حکمت کے کچھ نمایاں مسائل کو مغربی افکار کی روشنی میں دیکھا ہے۔ اس بارے میں وہ خود اسی کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ :۔

"میرا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی فلسفہ اس انداز میں پیش کیا جائے کہ اسلام کی فلسفیانہ روایات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے اور انسانی افکار کے جدید انکشافات اور اختراعات سے بھی ثبوت مہیا کئے جائیں۔ ہمارا فرض ہے کہ فکر انسانی کے ارتقاء پر نظر رکھیں اور آزادانہ تنقیدی اسلوب قایم کریں"۔ ۲۹

اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ اقبال کے یہ خطبات اسلامی و مغربی حکمت کا نچوڑ ہیں اس لئے کہ ان کا مواد اور اسلوب بیان بالکل اصطلاحی نوعیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ ان خطبات میں ہر بات علم کی اصطلاحوں میں ایک معین سائینسی اسلوب میں ادا ہوئی ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر خطبات کی تشریح و توضیح کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی لئے سید وحید الدین صاحب تشکیل جدید کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"اقبال خطبات میں بحیثیت ایک مفکر سامنے آتے ہیں۔ اس لئے ان کی فکر کا منصفانہ جائزہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کو اسی معیار سے جانچیں جس سے انہوں نے اپنے پیشرو مفکرین کا جائزہ لیا ہے" ۳۰

پروفیسر وحید الدین صاحب کے اس بیان سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ تشکیل جدید الٰہیات

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اسلامیہ کی نوعیت مکمل طور پر علمی اور فلسفیانہ ہے۔ افکار و نظریات اسلامی کی تشکیل جدید کے سلسلے میں ان خطبات کی اہمیت و افادیت کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایس ایم عمر فاروق کہتے ہیں کہ :۔

"اقبال اس کتاب یعنی تشکیل جدید کو ایک فراموش شدہ پیغمبر کی کتاب کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے جس کی مثال ان کے خیال میں عہد نامہ عتیق و جدید اور نطشے کے (THUS SPOKE ZARTASHRA) میں نظر آتی تھی"۔ ۳۱

تشکیل جدید کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ دور حاضر کے سائنسی و فلسفی علوم کی روشنی میں یہ اسلام کی شرح نو ہے۔ یہ کتاب قرآن مجید کے رازوں سے مملو ہیں۔ یہ درون میخانہ کے راز ہیں ۳۲

سید ابوالاعلیٰ مودودی خطبات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :۔

"یہ خطبات ایک ایسے زمانے میں تحریر کئے گئے تھے جب کہ اسلامی فکر و نظر اور دستور حیات پر مغرب کی یلغار نے دنیائے اسلام میں بڑی انقلاب انگیز شکل اختیار کر لی تھی اور اس پر ایک ہلچل برپا تھی۔ اس وقت جو ابتدائی کوششیں اسلامی عقیدے اور نظام فکر و عمل کو از سر نو مرتب کرنے کے لئے کی گئیں ان میں علامہ مرحوم کے ان خطبات کا بڑا اہم مقام ہے"۔ ۳۳

علامہ اقبال نے دراصل محسوس کیا تھا کہ مغربی تہذیب و تمدن کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو روکنے کے لئے جدید ذرائع و وسائل کی ضرورت ہے اور آپ کو اس بات کا احساس تھا کہ اسلام ایک انقلابی تحریک ہے اور یہ نظام حیات پر ہر زمان و مکان کے لئے قابل عمل ہے۔ لیکن برسوں کے جمود و انجماد نے مسلمانوں کے قلوب کو مضمحل کر لیا تھا لہٰذا اب ان کے خیال میں ضرورت اس بات کی تھی کہ اسلام کو جدید فکر و انداز میں پیش کیا جائے تا کہ ایک اور بار یہ سسکتی ہوئی انسانیت کے دلوں و دماغوں کو اپنی ضیا پاشی سے منور کرے۔ چنانچہ تشکیل جدید کے ان خطبات سے اقبال نے اسلامی روایت فکر کا احیا کرنے کی زبردست کوشش کی ہے۔ اپنے چھٹے خطبے "الاجتہاد فی الاسلام" میں انہوں نے اسی ضرورت کا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

احساس دلاتے ہوئے کہا ہے کہ :۔

''انفرادی اجتہاد کے مقابلے میں شورائی اجتہاد زیادہ بہتر ہے۔ دور جدید میں اجتہاد کی یہی شکل سب سے زیادہ موزون ہوگی۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم اپنے نظام قانون کو جمود و تعطل سے نجات دلا کر اس میں زندگی کا نیا خون دوڑا سکتے ہیں'' ۳۴

علامہ کے نزدیک سب سے ضروری کام رسول اللہ ﷺ کی سنت کا احیاء اور اسلامی قوانین کا نفاذ ہے ۔اسی لئے ان کا خیال ہے کہ ایک قانون ساز مجلس بیٹھے جو اپنی فکری کوششوں سے ایک جدید اسلامی ریاست کے لئے اسلامی قوانین مرتب و مدون کرے۔ان کی یہ دیرینہ آرزو رہی ہے کہ فقہ اسلامی کی تدوین جدید ہو۔اس سلسلے میں وہ خطبات میں کہتے ہیں کہ :۔

'' اگر ہم اسلامی فکر میں کوئی صحت مند اضافہ نہیں کر سکتے ہیں تو کم از کم صحت تنقید سے عالم اسلامی میں اُمنڈتے ہوئے تجدد پسندی کے سیلاب کو ضرور روک سکتے ہیں''۔ ۳۵

اس طرح وہ مفصل طور پر موجودہ سائنسی دور میں اسلام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نئی نئی سمتوں کی جانکاری دلاتے ہیں۔ عالم اسلام میں آج جو ہر طرف سے اجتہاد کی اہمیت و افادیت کا احساس بڑھ رہا ہے یہ سب اصل میں علامہ اقبال ہی کی کوششوں کا ثمر ہے۔ اس سلسلے میں سید اکبر آبادی صاحب بالکل بجا لکھتے ہیں کہ:

''عالم اسلام میں اس وقت اسلامی قوانین کی تدوین جدید کے لئے جتنی انفرادی اور اجتماعی کوششیں ہو رہی ہیں۔یہ سب دراصل اقبال کے خواب کے تعبیریں ہیں اس لئے اگر آج وہ زندہ ہوتے تو اس پر مسرور ہونے کا حق ان سے زیادہ اور کسے ہوتا'' ۳۶

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

﴿ حواشی ﴾

۱: ''نیرنگ خیال'' اقبال نمبر ۱۹۳۲ء، ص ۱۳۴۵ اور مقدمہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ س ب ج۔

۲: تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ۔ مقدمہ ص ۱۱

۳: Aghanids, Nicolias P-"Muhammadan Theories of Finance" reprint Lahore 1964 - P - 88

یعنی ''مسلمانوں کے نظریات مالیات''۔ یہ کتاب ۱۹۱۶ء میں کولمبیا یونیورسٹی نیویارک میں شایع ہوئی۔ یہ کتاب خاص طور پر اقبالؒ کے لئے امریکہ کی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر چودھری رحمت علی نے بھیجی تھی۔ یہی کتاب اقبال کی شہرہ آفاق تصنیف تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کی محرک بنی۔ مزید تشریح کیلئے دیکھئے ''زندہ رود'' از جاوید اقبال۔ ص ۳۴۳

۴: خود اقبال نے Reconstruction -p .۲۴۵ میں اس کا ترجمہ " The principle of Movement in the structure of Islam کیا ہے اور تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں سید نذیر نیازی نے اس کا ترجمہ ''الاجتہاد فی الاسلام'' کیا ہے۔

۵: علامہ اقبال نے یہاں اپنے یہ چھ خطبات تحریری صورت میں دیئے۔

۶: یہ سالانہ جلسہ ۱۶ اپریل ۱۹۲۷ء میں ہوا تھا۔

۷: اوراق گم گشتہ ۔ ص ۱۱۸

۸: اقبال نامہ دوم۔ ص ۲۳۳۔ محمد یعقوب لدھیانہ کا باشندہ تھا وہ ظفر اللہ خان اور ڈالنگ کا سٹینو بھی تھا۔

۹: اقبال نامہ اول۔ ص ۱۵۲ تا ۱۵۸

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۱۰: اقبال نامہ۔ ص ۳۳۴۔ ۳۳۵۔۳۳۷

۱۱: ایضاً ۔ ص ۳۳۷

۱۲: اقبال کی صحبت میں۔ ص ۳۱۹ تا ۳۳۲

۱۳: "نقوش" اقبال نمبر اول ۱۹۷۷ء۔ ص ۵۵۵ ۔۵۶۷

۱۴: Letters of Iqbal - P.No 119

۱۵: مکتوبات اقبال۔ ص ۱۲۱

۱۶: ۱۹۳۰ء کی نسخہ اول کی اشاعت میں چھ خطبے شامل تھے لیکن اس دوسری اشاعت میں سات خطبات شامل کئے گئے۔

۱۷: مزید تشریح کے لئے دیکھئے "مقدمہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" ص ۶

۱۸: مکتوبات اقبال۔ ص ۲۴ "مقدمہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" ص ۶

۱۹: "انوار اقبال"۔ ص ۲۲۵

۲۰: "اقبال سب کیلئے" ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ ص ۴۶

۲۱: "Preface in the Reconstruction of Religous Thought in Islam" - P . No (vi)

۲۲: مقالات اقبال "شیخ اشرف لاہور" ۱۹۶۳ء۔ ص ۵۵

۲۳: Preface in Reconstruction of Religious Thought in Islam - P . No (vi)

۲۴: صحیفہ جنوری ۷۴ء خطبات اقبال کا پس منظر از سمیع اللہ۔ ص ۱۳۲

۲۵: نیرنگ خیال۔ ص ۵۰

۲۶: اقبال نامہ۔ مرتبہ شیخ عطاء اللہ۔ ص ۲۵۹

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۲۶: فکر اسلامی کے ارتقاء کا ایک تاریخی جائزہ "ماخوذ فکر اسلامی کی تشکیل جدید" ص ۱۷۔
ڈاکٹر سید حسین جعفری۔
۲۸: دیباچہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ۔ ص ۴۰
۲۹: دیباچہ تشکیل جدید ۔ ص ۳۹
۳۰: دیباچہ ۔ ص ۴۰۔۳۹
۳۱: دیباچہ ص ۳۹
۳۲: تفکر اقبال سید وحید الدین ص ۹
۳۳: طواسین اقبال۔ایس۔ایم۔عمر فاروق ص۔ ط۔ج۔ی
۳۴: میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ کہ میں محرم راز۔درون میخانہ ہوں۔
۳۵: مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی حصہ اول ۵۴۔۵۵
۳۶: خطبہ الاجتہاد فی الاسلام ص۔
۳۷: خطبات اقبال پر ایک نظر۔۔۔ سید اکبر آبادی

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فکرِ اقبال میں اجتہاد کی اہمیت

علامہ اقبالؒ ایک ایسے دور پر آشوب میں منصۂ شہود پر تشریف لائے جب مسلمانانِ عالم ہر حیثیت سے انحطاط کی پستی میں گر کر دین اسلام کے حیات بخش اور روح پرور نظام سے مایوس ہو کر مغرب کی ظاہری چمک دمک اور جاہ و حشمت سے مرعوب ہو کر اسلام کی مختلف خود ساختہ تاویلات کرنے میں منہمک تھے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں اقبال کے حجر علم و بصیرت نے جہاں مغربی تہذیب و تمدن کی بنیادی کمزوریوں اور کھوکھلے پن کو بے نقاب کیا وہاں انہوں نے اسلام کی آفاقی حقیقتوں کو نمایاں کرنے میں ملت کی صحیح رہبری کا فریضہ بھی بحسن و خوبی سرانجام دیا۔ اس دور کی ایک ہلکی تصویر کھینچتے ہوئے پروفیسر سید عبداللہ، فکرِ اقبال کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں "یہ بات تو طے شدہ ہے کہ علامہ اقبال جدید دور کے اجتماعی و معاشرتی مسائل کے بارے میں جو گذشتہ تین چار صدیوں کی مغربی تحریکوں کے زیر اثر ہر شعبۂ فکر و عمل میں پیدا ہو چکے تھے اور ایک مختلف قسم کی ایکالوجی (Ecology) اور سوشیالوجی (Socilogy) سے نمودار ہوئے ہیں، اسلام کی رائے جاننے اور پیش کرنے کی ضرورت کا گہرا احساس رکھتے تھے۔" [1]

دراصل علامہ اقبال کی اجتہادی فکر ۱۹۰۴ء ہی سے جاگ اُٹھی اور آپ نے ملت کی زبوں حالی دیکھ کر انہی دنوں " قومی آواز " کے عنوان سے اپنا تحقیقی مضمون "مخزن" میں شایع کرایا تھا۔ اُس مضمون میں آپ نے دنیا کی دیگر اقوام کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دور کے مسلم معاشرے پر بھرپور تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

"مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر اس اعتبار سے مسلمانوں کو دیکھا جائے تو ان کی حالت نہایت مخدوش نظر آتی ہے۔ یہ بدقسمت قوم حکومت کھو بیٹھی ہے، تجارت کھو بیٹھی ہے، صنعت کھو بیٹھی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہے۔اب وقت کے تقاضوں سے غافل اور افلاس کی تیز تلوار سے مجروح ہو کر ایک بے معنی توکل کا عصا ٹیکے کھڑی ہے اور باتیں تو خیر، ابھی تک اُن کے نزاعوں کا ہی فیصلہ نہیں ہوا۔ آئے دن ایک نیا فرقہ پیدا ہوتا ہے جو اپنے آپ کو جنت کا وارث سمجھ کر باقی تمام نوع انسانی کو جہنم کا ایندھن قرار دیتا ہے۔ غرضیکہ ان فرقہ آرائیوں نے خیر الامم کی جمعیت کو کچھ ایسی بری طرح منتشر کر دیا ہے کہ اتحاد و یگانگت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ۔۔۔۔ تمدن کی یہ صورت کہ لڑکیاں نا تعلیم یافتہ، نوجوان جاہل، روزگار ان کو نہیں ملتا، صنعت سے گھبراتے ہیں، حرفت کو یہ عار سمجھتے ہیں۔ مقدمات نکاح کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ جُرم کی مقدار روز افزوں ہے ۔ یہ بڑا نازک وقت ہیا در سوائے اس کے کہ تمام قوم متفقہ طور پر اپنے دل و دماغ کی اصلاح کی طرف اپنی توجہ نہ کرے، کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ دنیا میں کوئی بڑا کام سعیٔ بلیغ کے بغیر ممکن نہیں، یہاں تک کہ اللہ بھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدلے۔" ۲

علامہ کے مذکورہ بالا مضمون کے اقتباس سے یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ آپ ابتداء ہی سے مسلمانوں میں اصلاح تمدن کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے اور اصلاح تمدن اُن کے خیال کے مطابق اُسی وقت ممکن ہے جب فقہ اسلامی میں اصلاح کی جائے۔ اسی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے آپ اپنے مختلف مضامین اور مکتوبات میں بار بار ان موضوعات کے متعلق لکھتے رہے۔ دراصل ان کے نزدیک احیائے اسلام محض مذہب کے احیاء سے ممکن نہیں بلکہ اس کے ساتھ تمدن کا احیاء بھی لازم ہے۔ اسی لئے آپ ۱۹۰۴ء کے متذکرہ بالا مضمون (قومی آواز) ہی میں رقمطراز ہیں:

" مسلمانوں میں اصلاح تمدن کا سوال دراصل ایک مذہبی سوال ہے کیونکہ اسلامی تمدن اصل میں مذہب اسلام کی عملی صورت کا نام ہے اور ہماری تمدنی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو اصول

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مذہب سے جدا ہو سکتا ہے۔ میرا یہ منصب نہیں کہ میں اس اہم مسئلے پر مذہبی اعتبار سے گفتگو کروں تاہم میں اس قدر کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ حالات زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب آجانے کی وجہ سے بعض ایسی تمدنی ضروریات پیدا ہو گئی ہیں کہ فقہاء کے استدلال جن کے مجموعے کو عام طور پر شریعت اسلامی کہا جاتا ہے، ایک نظر ثانی کی محتاج ہیں۔ میرا یہ عندیہ نہیں کہ مسلمات مذہب میں کوئی نقص ہے جس کے سبب سے وہ ہماری موجودہ تمدنی ضروریات پر حاوی نہیں، بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کے وسیع اصول کی بناء پر جو استدلال فقہاء نے وقتاً فوقتاً لئے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو خاص زمانوں کے لئے واقعی مناسب اور قابل عمل تھے مگر حال کی ضروریات پر کافی طور پر حاوی نہیں ہیں۔۔۔۔ اگر موجودہ حالات زندگی پر غور کیا جائے تو جس طرح اس وقت ہمیں تائید اصول مذہب کے لئے ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے اسی طرح قانون اسلام کی جدید تفسیر کے لئے ایک بہت بڑے فقیہہ کی ضرورت ہے جس کے قوائے عقلیہ و متخیلہ کا پیمانہ اس قدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کی بنا پر قانون اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب و منظم کر سکے بلکہ تخیل کے زور سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن صورتوں پر حاوی ہو۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اسلامی دنیا میں اب تک کوئی بھی عالی دماغ مقنن پیدا نہیں ہوا اور اگر اس بات کی اہمیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام شاید ایک سے زیادہ دماغوں کا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے کم از کم ایک صدی کی ضرورت ہے۔" [۳] علامہ ایک حساس اور بیدار مغز شخصیت کے طور پر اپنے گرد و پیش کے حالات سے زبردست متاثر ہوتے تھے اور پھر ایک بیدار ترین مبصر کی حیثیت سے ان حالات پر بھرپور تبصرہ بھی فرماتے تھے۔ ۱۹۰۵ء ہی میں آپ ملت مسلمہ کو بیدار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے لہٰذا اب آپسی رسہ کشی اور جوڑ توڑ کی سیاست چھوڑ کر دور جدید کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے یک جٹ ہو کر آگے کی طرف گامزن ہو جایئے ۔ مسلمانوں کو دور جدید کے مختلف

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خطرات سے باخبر کرتے ہوئے آپ ایک جگہ یوں اُن سے مخاطب ہوتے ہیں:

" Islam is one and indivisible,it brooks no distinctions in it. There are no Wahabies, Shias and Sunnies in Islam. Fight is not for the interpretation of the truth, when the truth itself is in danger. It is foolish to complain of stumbling when you walk in the darkness of night. Let all come farward and contribute their respective shares in the great toil of the nation. Let the idols of class distinctions and sectarianism be smashed forever; Let the Muslamans of the country be once more united in to the great vital whole." ۴

اقبالؒ کے اسی پیغام اتحاد و اتفاق کی بازگشت ''پیام مشرق'' کے دیباچہ میں بھی سنائی دیتی ہے جس میں آپ کہتے ہیں ''اس وقت دنیا میں اور ممالک مشرق میں ایسی کوشش، جس کا مقصد افراد و اقوام کی نگاہ کو جغرافیائی حدود سے بالاتر کر کے اُن میں ایک صحیح اور قومی انسانی سیرت کی تجدید یا تولید ہو، لائق احترام ہے۔'' گویا علامہ اقبال دور جدید کے مقتضیات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ملت مسلمہ کی شیرازہ بندی کرنا بھی ایک اہم سنگِ میل جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں اُس وقت کا تعلیمی ڈھانچہ بھی جدید اسلوب میں ڈھالنے کا ارادہ رکھتے ہوئے اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام بکھری ہوئی تعلیمی قوتوں کو اکٹھا کر کے انہیں جدید سائنٹفک اصولوں پر استوار کیا جائے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ اس موضوع کو زیر بحث لاتے ہوئے اسٹریچی ہال علی گڑھ یونیورسٹی میں ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے تحت لیکچر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

''ہندوستان میں اسلامی یونیورسٹی کا قیام ایک اور لحاظ سے بھی نہایت ضروری ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہماری قوم کے عوام کی اخلاقی تربیت کا کام ایسے علماء اور واعظ انجام دے رہے ہیں جو اس خدمت کی انجام دہی کے لئے پوری طرح سے اہل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان کا مبلغ علم اسلامی تاریخ اور اسلامی علوم کے متعلق نہایت ہی محدود ہے ۔ اخلاق اور مذہب کے اصول وفروع کی تلقین کیلئے موجودہ زمانے کے واعظ کو تاریخ، اقتصادیات، اور عمرانیات کے حقائق عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے ادب اور تخیل میں پوری طرح دسترس رکھنی چاہئے۔ الندوہ، علی گڑھ کالج، مدرسہ دیوبند اور اس قسم کے دوسرے مدارس جو الگ الگ کام کر رہے ہیں اس بڑی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتے ۔ ان تمام بکھری ہوئی تعلیمی قوتوں کی شیرازہ بندی کے لئے ایک وسیع اغراض کا مرکزی دارالعلوم ہونا چاہئے جہاں افراد قوم نہ صرف خاص قابلیتوں کو نشو نما دینے کا موقع حاصل کر سکیں بلکہ تہذیب کا وہ اسلوب یا سانچہ بھی تیار کیا جا سکے جس میں موجودہ زمانہ کے ہندوستانی مسلمان کا ڈھلنا ضروری ہے۔ ۵

اسی عظیم ملی جذبہ کے تحت آپ نے متعدد خطوط اپنے دور کے جید عالم دین مولانا سید سلیمان ندوی کے نام رقم کئے ہیں۔ ایک خط میں آپ انہیں لکھتے ہیں '' زمانہ حال کے جورس پروڈنس (Jurisprodence) کی روشنی میں اسلامی معاملات (یعنی مسائل متعلقہ معاملات) کا مطالعہ کیا جائے مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں۔ یونان کا فلسفہ ایک زمانے میں انسانی علوم کی انتہا تصور کیا گیا مگر جب مسلمانوں میں تنقید کا مادہ پیدا ہوا تو انہوں نے اسی فلسفے کے ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس عصر میں ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔''

دراصل عصر حاضر کی اجتماعی تحریکات دیکھ کر علامہ کے دل میں یہ خیال روز بروز مستحکم ہوتا گیا کہ اس وقت اسلام کے نظام عمرانی کی تشریح وتوضیح کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ فکر اسلامی کی تشکیل جدید (The Reconstruction of Religious thought

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

(in Islam کی طرح تشکیل فقہ جدید پر یہ دیکھ کر کہ قرآن مجید نے ان مسائل کی رہنمائی کس انداز میں کی ہے، قلم اٹھائیں ۔ اس غرض سے انہوں نے یورپ اور مصر کی بعض مطبوعات بھی فراہم کرنا شروع کر دیں تھیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اُن کی تصنیف کا کام اقتضائے مسائل، ترتیب مقدمات اور تقسیم مباحث سے آگے نہ بڑھ سکا۔ محمد اقبال سلمانی نے اُن کے کتب خانے کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں قاہرہ کی عربی یونیورسٹی الازہر کی بہت سی عربی کتابیں بھی تھیں جن کی مدد سے وہ اسلامی اصولِ فقہ کی تجدید کے عنوان سے ایک مہتم بالشان تصنیف کا آغاز کر چکے تھے مگر افسوس کہ فرشتہ اجل نے ان کو اس کام کی تکمیل سے پہلے ہی رختِ سفر باندھنے پر مجبور کیا۔

اقبالؒ کے نزدیک فقہ اسلامی کی تدوینِ جدید عہدِ حاضر کی اہم ترین ضرورت تھی۔ اس بارے میں آپ سید سلیمان ندوی سے ایک جگہ یوں مخاطب ہوتے ہیں:

"اس وقت سخت ضرورت ہے اس بات کی کہ فقہ اسلامی کی کہ ایک مفصل تاریخ لکھی جائے۔ اگر شبلی زندہ ہوتے تو میں ان سے ایسی کتاب لکھنے کی درخواست کرتا۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ اس کام کو مستقل طور پر اپنے ہاتھ میں لیجئے تا کہ اقوام اسلامیہ کو فقہ اسلامی کی اصل حقیقت معلوم ہو سکے۔

بیسویں صدی کی پہلی دو دہائیوں میں دنیائے اسلام میں کچھ انقلابی تبدیلیاں وقوع پزیر ہو رہی تھیں۔ احیاء اجتہاد اور اصلاحی تحریکوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ مسلمان صدیوں کی غفلت سے بیدار ہو رہے تھے لہٰذا اس دورِ انقلاب میں عالمِ اسلام کی بے سروسامانی کے باوجود علامہ کا وجدان انہیں بتا رہا تھا کہ اب غلامی کی شبِ تار چھٹنے والی ہے اور غلامی کی زنجیریں اب کٹنے والی ہیں۔ اس لئے آپ پورے یقین اور اعتماد سے یہ کہتے ہوئے پکار اٹھے ۔

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سفینۂ برگ گل بنالے گا قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں ایک نظم بعنوان ''مسلم'' تحریر کر کے اسی پر اُمید آہنگ کو دہراتے ہوئے کہا۔

قسمت عالم کا مسلم کو کب تابندہ ہے
جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے
آشکارا ہیں میری آنکھوں پر اسرار حیات
کہہ نہیں سکتے مجھے نومید پیکار حیات
کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسا اپنی ملّت کے مقدر پر مجھے
یاد عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

نظم ''طلوعِ اسلام'' کے آخری بند کے اس شعر سے ایک بڑے راز سے پردہ اُٹھاتے ہوئے فرمایا۔

بہ مشتاقانِ حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور!
تصرفہائے پنہانش بچشمم آشکار آمد!

اقبال کی مومنانہ اور دور رس نگاہیں اس تصرف کو بالکل عیاں دیکھ رہی تھیں۔ گویا تین چیزیں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ ایک غلامی کے دور میں فقہی Statusquo صورت حال کی علیٰ حالہٖ حفاظت اور اس میں کسی خاص اجتہاد سے اجتناب اور دوسری چیز عنقریب حاصل ہونے والی آزادی کی امید، تیسری چیز یہ کہ جب آزادی میسر ہو تو مسلمان معاشرے کا فرض ہوگا کہ اس وقت حسب

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تقاضائے عصر اپنے سرمایہ فقہ کا از سرِ نو جائزہ لیں اور جرأت کے ساتھ پیش آمدہ امور معاشی اور دینی و سیاسی کا حل تلاش کریں۔ آپ دورِ غلامی و اضمحلالی میں تقلید کو اولیٰ تر جانتے ہیں۔ آپ کے ہی الفاظ میں ''جیسا کہ سیاسی زوال کے زمانے میں فطری بات ہے۔'' اسلام کے قدامت پسند مفکرین نے مزید انتشار و افتراق سے بچنے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف ایک نقطے پر مرکوز کر دیں کہ لوگوں کی سماجی زندگی کی یکسانیت کو قائم رکھنے کے لئے شریعت کے قوانین کو اسی شکل و شمائیل میں محفوظ رکھا جائے جس طرح دورِ اول کے فقہاء نے اسے مرتب کیا تھا اور اس میں کسی قسم کے اضافے کو سختی سے روکا جائے۔ کیونکہ دورِ غلامی میں کسی پر بھروسہ کرنا محال ہے۔

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

لہٰذا آپ نے اس دور میں (۱۹۱۷ء میں) مسلمانوں کی فرنگی تقلید پرستی دیکھ کر یہی اخذ کیا کہ آزاد رائے ایک ایسی آزاد روی اور اغیار کی فکری غلامی پیدا کر رہی ہے کہ جسے ملت میں انتشار و افتراق پیدا ہو رہا ہے۔ ناپختہ خیالات و افکار صرف زمانہ سازی اور ذاتی اغراض و مفادات کے لئے ظاہر کئے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ملت کی مرکزیت ختم ہو رہی ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر آپ نے ایک صحیح الفکر مدبر کی حیثیت سے اُس وقت یہی تجویز کیا کہ اس دورِ پُر آشوب میں تقلید ہی اجتہاد سے اولا تر ہے۔ اسی فکر سے لبریز ہو کر آپ ''رموزِ بے خودی'' میں ملت مسلمہ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔

مضمحل گردد چو تکویم حیات
ملت از تقلید می گردد ثبات

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

راہ آبارو کہ این جمعیت است
معنیٔ تقلید ضبط ملت است
نقش بر دل معنی توحید کن
چارۂ کار خود از تقلید کن
اجتہاد اندر زمانِ انحطاط
قوم را برہم ہمیں گردد بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر
اقتداء بر رفت گاں محفوظ تر

دراصل ملکی و بین الاقوامی حالات (اور خاص طور پر فتنۂ تاتار) کے موقع پر حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے بیدار ذہن میں یہی مصلحت کا فرما تھی مگر بعد میں جب فکر و نظر کا انقلاب وقوع پزیر ہوا اور ہر طرف سے امتِ مسلمہ کی آزادی اور بیداری کی لہریں سنائیں دیں تو اقبال نے بیدار مغز مفکر کی حیثیت سے اجتہاد پر پھر بھرپور توجہ دیتے ہوئے اسی کو دورِ حاضر کی اہم ترین ضرورت قرار دیتے ہوئے اس پر ایک بلیغ خطبہ اسلامیہ کالج لاہور میں ۱۹۲۴ء میں دے دیا۔ یہ خطبہ آپ نے انتہائی نازک موقع پر دے دیا جب کہ تنسیخ خلافت کو ابھی صرف چھ ماہ ہوئے تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے تنسیخ خلافت کا صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ تحریک خلافت بھی ابھی جاری تھی۔ ان حالات میں تنسیخ خلافت کی حمایت اور اسے اجتہادی فکر قرار دینا اقبال کی اولوالعزمی کا اظہار ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ دراصل اس ساری صورت حال کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اس وقت کے سیاسی اور تاریخی پس منظر کو مدِ نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ خیر اقبال نے متذکرہ بالا خطبۂ اجتہاد وحبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء میں انگریزی زبان میں پڑھا۔ اس خطبہ پر اگرچہ بعض سنجیدہ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علمی حلقوں کی طرف سے انہیں زبردست سراہا گیا بایں ہمہ بعض قدامت پسند علماء کی جانب سے آپ کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا ۔ اس دلدوز واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں "بعض قدامت پسند علماء اس میں (یعنی اقبال کے پیش کردہ خطبے میں) پیش کردہ خیالات پر معترض ہوئے۔ اقبال کے لئے غالباً یہ پہلا ایسا تجربہ تھا کیونکہ انہی ایام میں مولوی دیدار علی نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا ۔ اقبال نے اس کا برا منایا اور اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی کو تحریر کیا" آپ نے ٹھیک فرمایا پیشہ ور مولوی کا اثر سرسید احمد خان کی تحریک سے بہت کم ہو گیا تھا۔ مگر خلافت کمیٹی نے اپنے پولیٹیکل فتووں کی خاطر ان کا اقتدار ہندی مسلمانوں میں پھر قائم کر دیا۔ یہ ایک بڑی غلطی تھی جس کا احساس ابھی تک غالباً کسی کو نہیں ہوا۔ مجھ کو حال ہی میں اس کا تجربہ ہوا ہے۔ کچھ مدت ہوئی میں نے اجتہاد پر انگریزی میں ایک مضمون لکھا تھا جو یہاں ایک جلسے میں پڑھا گیا۔ انشاء اللہ شائع بھی ہوگا مگر بعض لوگوں نے مجھے کافر کہا۔ [۶]

قدامت پسند علماء کی مخالفت اور مخاصمت کے باوجود علامہ کے متذکرہ بالا اجتہادی خطبے پر بہت سے مسلم اکابرین کی طرف سے انہیں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔ مولانا ظفر علی خان نے انہیں مشورہ دیا کہ یہ مقالہ اردو میں منتقل کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان خیالات سے مستفید ہو جائیں۔ علامہ نے جواباً کہا کہ وہ خوشی سے اس کا ترجمہ کروانا چاہیں گے بشرطیکہ خود مولانا ظفر علی خان یہ زحمت اٹھائیں کیونکہ وہی اس کا بہترین ترجمہ کر سکتے ہیں۔

دراصل علامہ اقبالؒ اجتہاد کی اہمیت سمجھتے ہوئے بھی حد درجہ احتیاط برت رہے تھے خصوصاً آپ علمائے متقدمین کی مخالفت سے زبردست خائف تھے کہ کہیں اس مخالفت و مخاصمت سے ملت

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اسلامیہ مزید انتشار اور افتراق میں مبتلا نہ ہو جائے اور الٹا اثر نہ پڑے، راقم التحریر نے ۲۰۰۰ء میں خود اس موضوع کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے اسی پر اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ سپرد قلم کرنا چاہا اور جو اللہ کے فضل و کرم سے اب پایہ تکمیل تک پہنچا۔ ۲۰۰۳ء میں راقم نے اس تحقیقی مقالہ کو شائع کیا۔ متعدد ہندوستانی اور پاکستانی مشاہیر و محققین نے اس تصنیف پر خاکسار کو داد تحسین سے نوازا۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن اب اقبال اکیڈیمی پاکستان سے بھی منظرِ عام پر آرہا ہے۔ دورانِ تحقیق جب اس سلسلے میں میں نے بعض اہم مواد و مشوروں کیلئے جسٹس جاوید اقبال صاحب کے نام پاکستان ایک خط بھیجا تو موصوف نے میری حوصلہ افزائی بھی فرمائی مگر ساتھ ہی قدامت پسند علماء سے خبردار کرتے ہوئے جواباً تحریر فرمایا۔

" آپ نے ڈاکٹری کی تحصیل کیلئے فلسفۂ اقبال میں اجتہاد کی اہمیت کا موضوع چنا ہے۔ نیک خیال ہے اور بڑا مشکل موضوع ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ پاکستان میں اس موضوع پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہی کوئی کام ہوا ہے۔ علامہ کے نزدیک اجتہاد کی بڑی اہمیت ہے لیکن انہوں نے اس موضوع پر مزید بحث نہیں کی ہے بلکہ کہا ہے کہ یہ قوم بڑی قدامت پسند ہے اس لئے اس موضوع پر بحث نہ کی جائے تو بہتر ہے"۔ ۷

واقعہ یہ ہے کہ ہماری قوم ابھی تک اُس قدامت پسندی ہی میں مبتلا ہے، مگر علامہ نے اس موضوع پر زبردست خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے لئے اُن کے سینکڑوں مکتوبات، خطبات خصوصاً فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید یعنی گواہوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انگریزی خطبات یعنی - "The Re construction of Religious thought in Islam" اس سلسلے میں نہایت اہمیت کی حامل کتاب گردانی جاتی ہے۔ خود جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں "دنیائے اسلام کے بعض مدبر اہلِ علم حضرات جن سے مجھے کبھی ترکی میں اور کبھی دمشق یا قاہرہ میں ملنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے، وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ کتاب اس قدر اہم ہے کہ گذشتہ تین سو سال میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی اور اس کی اہمیت روز بروز دنیائے اسلام میں بڑھتی جارہی ہے"۔ ۸

اس کتاب میں اسلامی معاشرے کے حوالے سے قانونِ تغیر و حرکت پر نہایت بلیغ بحث کی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گئی ہے۔ شہرہ آفاق سات خطبات پر مشتمل اس کتاب میں اقبال "Spirit of Muslim culture" یعنی "اسلامی ثقافت کی روح" کے عنوان سے فرماتے ہیں کہ زمانہ ایک ارتقائی اور خلاقی قوت ہے زندگی زمان و مکان سے عبارت اور مسلسل تخلیقی عمل ہے۔ سعی تخلیق دار تقاء حرکت کے بغیر ناممکن ہے اس لئے زندگی حرکت و انقلاب سے عبارت ہے ۔ چونکہ موجودات کی ارتقاء یافتہ صورت انسان ہی ہے، اسلئے اس کے ممکناتِ ارتقاء بھی لامحدود ہیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکان اور بھی ہیں

اقبالؒ کے عقیدے کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے دنیا میں کفر و شرک کو مٹا کر انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلاتے ہوئے ایک اللہ کے بغیر تمام معبودوں سے آزاد کرادیا۔ توحید، وحدت اور حریت فکر و عمل کا درس دیا۔ اب کوئی بھی ہستی مافوق الفطرت دعویٰ کی بنا پر انسان کو اپنی اطاعت کے لئے مجبور نہیں کرسکتی ہے۔ قرآن و سنتِ رسول اکرم ﷺ کی لازوال اور ابدی ہدایت کے بعد انسان کو اب نہ کسی دوسری ہدایت کی ضرورت رہی اور نہ ہی اب سلسلہ انبیاء کی حاجت ہے بلکہ یہی ذمہ داری اب ملّت اسلامیہ کے کاندھوں پر آن پڑی ہے۔ اسرارِ خودی میں علامہ یہی پیغام سناتے ہوئے یوں نغمہ سنج ہوتے ہیں۔

پس خدا با ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم و ما اقوام را

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خاتم النبیین کی جانشین کی حیثیت سے اب ملت مسلمہ کا فرض منصبی نوع انسانی کی قیادت وسیادت ہے اور یہ فرض اسے رہتی دنیا تک انجام دینا ہے ۔ ری کانسٹرکشن آف اسلام میں اسی حقیقت کی بہترین اور مدلل انداز میں پردہ کشائی کرتے ہوئے اقبال رسول رحمت ﷺ کی بحیثیت خاتم الانبیاء ہونے کی حیثیت اور اجتہاد کی افادیت کو یوں اُجاگر کرتے ہیں:

"Looking at the matter from this point of view , then the prophet of Islam seems to stand between the ancient and the modern world. In so far as the source of his revelation is concerned, he belongs to the ancient world, in so for as the spirit of his revelation is concerned, he belongs to the modern world ....The birth of Islam is the Birth of Inductive intellect. In Islam prophecy reaches its perfection in discovering the need of its own abolition. This involves the keen perfection that life cannot forever be put in leading strings, that in order to achieve fullself consciousness, man must finally be thrown back on his own resources." 9

علامہ اقبال کے خیال کے مطابق اسلام کی نمود عقل استقرائی کا ظہور ہے۔ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں رسالت محمدی ﷺ کی تکمیل ہوگئی ۔ ختم رسالت ﷺ سے اب یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ زندگی اب تمام بندھنوں سے آزاد ہوگئی ہے۔ لہٰذا اپنی خودی کا اب مکمل شعور حاصل کرنے کے لئے انسان کو اپنے ذہنی وسائل پر اعتماد کرنے کا موقع میسر آیا ہے۔ ختم نبوت کی علمی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اس سے صوفیانہ تجربے کے مطالعے کے لئے ایک آزاد تنقیدی نظر پیدا ہوگئی ہے۔ اب یہ واضح ہوگیا کہ انسانی تاریخ میں اب کسی شخص کو مافوق الفطری اختیار حاصل نہیں ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر انسان کے باطن میں علم کے نئے نئے سوتوں کا سُراغ لگانے کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔ قدیم تہذیبوں کے برخلاف اسلام نے مظاہر فطرت کی الوہیت کا بطلان کر کے خارج میں مشاہدہ کائینات کا تحقیقی وتنقیدی راستہ دکھایا ہے۔ اس لحاظ سے اب صوفیانہ تجربہ خواہ کتنا ہی غیر معمولی ہو، دیگر انسانی تجربات کی طرح اس کی بھی علمی جانچ پرکھ کی جائے گی۔

اسلام کے نظریہ اجتہاد کو تاریخی اور جدید تقاضوں کے مطابق دیکھتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ اسلام کائینات کے بارے میں حرکی (Dynamic) نظریہ پیش کرتا ہے۔

" As a cultural movement, Islam rejects the old static view of the universe and reaches a dynamic view." ۱۰

''ساقی نامہ'' میں بھی کائینات کے حرمی تصور کے گُن گاتے ہوئے آپ کہتے ہیں۔

فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائینات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ تازہ ہے شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی

قرآنِ مجید کی رُوح تو مستقل ہے، غیر متغیر ہے لیکن تعلیمِ قرآن جس میں یہ روح پنہاں ہے، ہر لحظہ حرکتِ تازہ کا تقاضا کرتی ہے۔

دمادم رواں ہے یمِ زندگی
ہر اک سے پیدا رزم زندگی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سائنس کا غائر مطالعہ بھی اسی حقیقت کی پردہ کشائی کرتا ہے کہ کائینات حرکی (Dynamic) ہے۔ چنانچہ اقبال کا ملا پر طنز و طعن کا بنیادی سبب یہی ہے کہ وہ ان کی نظر میں اسلام کا غیر حقیقی Pseudo representative ہے۔ کیونکہ وہ غور و فکر اور تدبر سے کام نہیں لیتا ہے اور اسلام کی حرکیت کو نظر انداز کرتا ہے۔ حالانکہ قرآن بار بار غور و فکر، تدبر، تعقل پر زور دیتا ہے۔

''جاوید نامہ'' میں علامہ اسی لئے تو فرماتے ہیں۔

مکتب و ملا اسرار کتاب
کورِ مادر زاد نور آفتاب
دینِ کافر فکر و تدبیرِ جہاد
دینِ ملا فی سبیل اللہ فساد

علامہ اقبالؒ کے نزدیک اسلام میں انسانی اتحاد کی بنیاد مادّی، نسلی اور جغرافیائی حدود کے بجائے روحانی ہے۔ اسلامی تہذیب عقیدہ توحید پر استوار ہے اور عقیدہ توحید تو پوری انسانیت کو اللہ کی غلامی میں لاتا ہے۔ یہی روحانی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا علامہ کے نزدیک عقیدۂ توحید پر عمل پیرا ہونا عین فطرتِ انسانی ہے۔ اللہ سے وفاداری گویا انسان کی اپنی ہی مثالی فطرت سے وفاداری ہے۔ اسلام نے حقائق کے نسب العین پر مبنی جو معاشرہ تشکیل دے دیا ہے اس کے کاروبار زندگی میں دوام و تغیر کے مطالبات کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہوئی اور دونوں کے تقاضے بھی پورے ہوئے۔ اس نظام میں اجتماعی زندگی کے لئے ابدی اصول تشکیل دیئے گئے ہیں، جو پیہم تغیر پذیر کائینات میں قدم جمانے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

لیکن جب یہی اصول تغیر کے تمام امکانات کو خارج کر دیں تو آیاتِ الٰہی بھی جس کائینات کو متحرک قرار دیتی ہیں لازماً جمود سے ہمکنار ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں یورپ کے سیاسی و اجتماعی علوم کی ناکامی سے قطع نظر، پچھلے پانچ سو سال سے مسلم سوسائیٹی بھی جمود کی شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ اس جمود

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کو دور کرنے کیلئے اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول کارفرما ہے۔ اسلامی اصول فقہ میں اسی کا نام اجتہاد ہے۔ ۱۱

علامہ اقبالؒ اس قرآنی آیت سے اجتہاد کا استدلال پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں (اللہ کی راہ میں) جدوجہد یا مشقت سے کام لیں انہیں ہم (اللہ) ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔

قرآن شریف میں اس آیت مذکورہ کا محل کچھ بھی ہو مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اجتہاد بھی زبردست مشقت ہی سے ممکن العمل دینی فریضہ ہے اسلئے مجتہد اللہ کی رہنمائی سے قطعاً محروم نہیں رہ سکتا۔ اقبالؒ اس مشہور مکالمے کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جو حضور ﷺ اور حضرت معاذؓ بن جبل کے مابین ہوا تھا۔ حضرت معاذؓ کے جواب کا نچوڑ (اجتہاد کے بارے) میں یہی تھا کہ اگر کسی امر کا فیصلہ کرنے کے ضمن میں انہیں قرآن وسنت سے رہنمائی میسر نہ آئے تو پھر وہ خود اپنی رائے سے کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ رسول ﷺ نے حضرت معاذؓ کے اس جواب کی تحسین فرمائی تھی۔ ۱۲

درحقیقت شریعت اسلامی کی روشنی میں استنباط احکام کی روح فقہ میں بھی کارفرما ہے اور اجتہاد میں بھی۔ حضرت معاذؓ بن جبل کے پیش نظر کوئی فقہ نہ تھی جس میں وہ اجتہاد کرتے، لہٰذا اُنکا عمل دونوں فقہ بھی تھا اور اجتہاد بھی۔ علامہ کے نزدیک عہدِ حاضر میں اجتہاد مطلق (Absolu Ijtihad) وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ آپ کے خیال کے مطابق علمائے اہل سنت والجماعت اصول اور نظریئے کے طور پر اس امر کے قائل ہیں کہ اجتہاد ہونا چاہیے مگر عملاً انہوں نے اس پر ایسی شرائط عائد کردی ہیں جنکا پورا کرنا اس دور میں محال ہے۔

آپ کے نزدیک الگ الگ مکتبہ فکر (Different school of thoughts) کے معنی جمود نہیں ہونا چاہیے۔ فقہی مدارس (Legal school of thoughts) جب

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اپنی اپنی جگہ پر منظم ہو گئے اور سکہ بند صورت اختیار کر گئے تو یہ مدارس بھی ایک طرح سے اجتہاد کی دربندی کا باعث بن گئے۔ ویسے بھی روحانی قوئی کے دور انحطاط میں ولولہ کار اور ذوق جستجو کمزور پڑ جاتا ہے اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلک یا مذہب (Schools of thought) کے سربراہ تقدس مآب ٹھہرائے جانے لگتے ہیں۔ ۱۳

اقبالؒ کے نزدیک عہد حاضر بھی اسی دور کی عکاسی کرتا ہے۔ ان حالات میں آپ ایک خط کے ذریعے ملت مسلمہ کو بیدار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" قریباً تمام ممالک میں اس وقت مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلام پر غور و فکر کر رہے ہیں۔ مگر ان ممالک میں بھی امروز و فردا یہ سوال (مسئلہ اجتہاد) پیدا ہونے والا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ زمانہ حال کے اسلامی فقہا یا تو زمانے کے میلان طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔

ہندوستان میں بعض طبقے اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔ میری ناقص رائے میں مذہب اسلامی گویا زمانے کی کسوٹی پر پرکھا جا رہا ہے اور شائد تاریخ اسلامی میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ ۱۴

اپنی شہرۂ آفاق تصنیف فکر اسلامی کی تشکیل جدید یعنی (Reconstruction) میں علامہ مسئلہ اجتہاد پر مدلل عالمانہ بحث و تمحیص کرتے ہوئے یہی حقیقت مترشح کرتے ہیں کہ اپنے عہد عروج میں امت اسلامیہ کے اکابرین کا ذہن نہایت متحرک اور فعال تھا۔ وہ پوری آزادی فکر کے ساتھ زندگی کے ہر مسئلے کا حل تلاش کرتے تھے اور کائنات کا ہر بھید کھولنے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے تمام امت مسلمہ قرآنی صفت کے مطابق کُلَّ یومٍ ھُوَ فِی شان "ہر آن نئی شان" کے مصداق ہیں۔ اقبال کے نزدیک اسلام کی یہ ترکیبی عمل قانون کے دائرے میں بہت نمایاں ہے۔ اس معاملے میں آپ ایک مغربی دانشور پروفیسر ہرگرونجے (Prof. Hurgronje) کا حوالہ پیش

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مسلم ماہرین قانون (فقہا) ایک تو آپس میں اتنا شدید اختلاف کرتے ہیں کہ معاصرین ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگاتے نظر آتے ہیں جبکہ دوسری طرف ان کے جانشین اپنے پیش روؤں کے مختلف افکار میں تطبیق کر کے ایک وحدتِ مقصد کا سامان مہیا کرتے ہیں۔" فقہ اسلامی کا عظیم الشان سرمایہ اسلامی ذہن کے نہایت فعّال اور متحرک ہونے کی سب سے بڑی شہادت پیش کرتا ہے۔ فقہ اسلامی کے حرکی اور فعالیت کے متعلق مستقبل قریب میں اقبال یہی امید رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

"I have no doubt a deeper study of the enormous legal literarure of Islam is sure to rid the modern critic of the superficial opinion that the law of Islam is stationary and incapable of development." ۱۵

مگر برصغیر کے قدامت پسند فقہاء کے بارے میں اقبالؔ شکوہ سنج ہو کر کہتے ہیں کہ اگر تشکیل فقہ جدید کی کوششیں کی جائیں تو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ علمائے متقدمین کی طرح علامہ اقبالؔ بھی اجتہاد کے چار بنیادی مآخذ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس مانتے ہوئے سب سے پہلے قرآن کو اسلامی آئین سازی کا اولین سرچشمہ مانتے ہوئے اس حقیقت کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کلیتاً قواعد و ضوابط یعنی Code of conduct کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان میں اس تعلق کا اعلیٰ و افضل شعور پیدا ہو جائے جو اسے اللہ اور کائنات سے جوڑے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن میں بنیادی توحیدی عقائد اور نظریات کے علاوہ عام نوعیت کے عائلی مسائل کے قواعد و ضوابط بھی اجمالاً دیے گئے ہیں۔ اسلامی نظریہ زندگی کے تمام شعبوں میں یہ مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ دراصل مذہب اور سیاست، اخلاق اور سیاست کو مدغم اور یکجا کر کے قرآن

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اسلامی فلاحی ریاست اور نظام معاشرت قائم کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ دراصل مذہب اسلام نے سیاست اور نظام معاشرت قائم کرنے میں رہنما اصول مقرر کر دیئے ہیں۔ لہٰذا قرآن کی اس خصوصیت وانفرادیت کو مدِ نظر رکھ کر اقبالؔ اسے صرف چند قوانین کا مجموعہ قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ واشگاف انداز میں اعلان کرتے ہیں ۔

نقش قرآں تا دریں عالم نشست
نقش ہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ دردل مضمراست
ایں کتاب نیست چیزے دیگراست

اسلامی آئین سازی کا دوسرا منبع احادیث رسول ﷺ ہیں۔ علامہ کے خیال میں صرف قانون حیثیت رکھنے والی حدیثوں کو غیر قانونی احادیث سے ممیز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ احادیث کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں مستشرقین (Orientalist) نے متضاد نظریات بیان کئے ہیں لہٰذا اقبالؔ بھی جدید اصولوں کی روشنی میں مجموعہ احادیث پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" جہاں تک مسئلہ اجتہاد کا تعلق ہے ہمیں چاہئے کہ ان احادیث کو جن کی حیثیت سرتاسر قانونی ہے، ان احادیث سے الگ رکھیں جن کا قانون سے کوئی تعلق نہیں۔" ایک مغربی مفکر پی، اغمند دیس کی کتاب Mohammadan theories of finance کے حوالے سے اقبالؔ نے بتایا ہے کہ احادیث کے معتبر مجموعے کا اکثر حصہ دراصل اسلام کے ابتدائی نشوونما کی حقیقی تاریخ ہے۔ [۱۲]

امام ابوحنیفہؒ کی فقہی کاوشوں کی زبردست تعریف کرتے ہوئے اقبالؔ کہتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی ابوحنیفہؒ) فقہی احادیث سے کم سے کم کام لیا ہے۔ اُن کے نزدیک یہ بھی فقہ کے ارتقاء کی ایک

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

صورت ہے۔ متذکرہ بالا بحث سے یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ ارتقائے فقہ کے ضمن میں احادیث رسول ﷺ کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ یہ حقیقت بھی یہاں واشگاف ہو جاتی ہے کہ اقبالؒ قطعاً منکر حدیث نہیں تھے بلکہ آپ حدیث کی افادیت وصحت کے بارے میں بالکل محتاط رہنا چاہتے تھے۔ عہد حاضر کے ایک جلیل القدر فقیہی عالم مولانا محمد تقی امینی اس بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "حدیث کی حجیت اور اس سے فقہ کے استنباط میں کسی فقیہہ نے کلام نہیں کیا ہے، البتہ اس کے قبول کرنے کے طریقوں میں اختلاف ہوا ہے اور ہر فقیہ نے اپنے اپنے معیار کے مطابق اس کے ضابطے اور طریقے مقرر کیے۔" شاہ محدث دہلویؒ امام شافعیؒ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جب میں کوئی بات کہوں یا کسی قاعدہ کو قائم کروں اور اس کے بعد میرے قول کے مخالف، رسول ﷺ سے کوئی حدیث معلوم ہو جائے تو اس وقت آنحضرت ﷺ کا قول ہی معتبر ہوگا۔" ۱۷

ظاہر ہے کہ ایسی حدیث وہی ہوگی جس پر محدثین میں اختلاف رہا ہو اور جو جرح وتعدیل کے ہر معیار پر پوری اترتی ہو۔

اجماع کے وسیع وعریض موضوع پر گفتگو۔۔۔ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

"فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع ہے اور میرے نزدیک اسلام کے قانونی تصورات میں سب سے اہم ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس نہایت اہم تصور پر گرچہ صدر اسلام میں نظری اعتبار سے خوب بحثیں ہوتی رہیں لیکن عملاً اس کی حیثیت ایک خیال سے آگے نہیں بڑھی۔" ۱۸

اقبال کے مذکورہ اقتباس سے یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ گرچہ صدر اسلام میں اہل اصول نے اس باب میں بڑے بڑے مسائل حل کیے ہیں مگر عملاً پھر ان مسائل سے تعلق رکھنے والی مجالس کسی مستقل شوریٰ میں تبدیل نہ ہوئی۔ اس کی خاص وجہ اقبال یہی گردانتے ہیں کہ سلطنت اسلامیہ کی وسعت کے ساتھ مطلق العنان حکومتیں ظہور پذیر ہوئیں اور یہ حکومتیں ان مسائل ومباحث کو اپنے مفاد کے منافی سمجھتی تھیں۔ اسی لئے آپ بنو عباس خلفاء کی مشاورتی مجلسوں پر مجتہدین کو ترجیح دیتے ہیں۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عہد حاضر میں اقبالؒ اس بات سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ اسلامی ممالک میں اب قانون ساز ادارے اور جمہوریت پنپ رہی ہے۔ اس معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ کہتے ہیں کہ "بلاد اسلامیہ میں جمہوری روح کا نشوونما اور قانون ساز مجالس کا بتدریج قیام ایک بڑا ترقی زا قدم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مذہب اربعہ کے نمائندے جو سردست فرداً فرداً اجتہاد کا حق رکھتے ہیں اپنا یہ حق مجالس تشریعی کو منتقل کر دیں۔" 19

علامہ کے نزدیک مجالس تشریعی کے ذریعے حاصل ہونے والا اجماع لائق ترجیح ہے۔ اُن کی رائے میں جہاں فقہی موجود نہ ہوں مگر ایسے افراد موجود ہوں جو زندگی کے مختلف شعبوں میں تجربہ کار رہے ہوں۔ وہ بھی اس معاملے میں معاون بن سکتے ہیں۔ اسی رائے سے ملتی جلتی رائے عصر حاضر کے ایک ماہر دینیات پروفیسر محمد تقی امینی کی بھی ہے، جو فقہاء کے بجائے "اہل حل وعقد" کہتے ہوئے ایسے اہل بصیرت و تجربہ کار لوگوں کی طرف اشارہ دیتے ہیں جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہوئے قانون سازیہ کے معاون بن سکتے ہیں۔

اسلامی فقہ کی چوتھی اساس قیاس ہے۔ اقبال کے نزدیک قیاس کے معنی ہیں، قانون سازی میں مماثلتوں کی بنیاد پر استدلال سے کام لینا۔ سلطنت اسلامیہ کی وسعت سے جب مختلف معاشی و معاشرتی مسائل پیدا ہو گئے تو ان حالات میں جب امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے فقیہوں کو احادیث کی روایات سے کوئی رہنمائی نہیں ملتی تھی تو انہوں نے پھر ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ذاتی قیاس اور منطق سے کام لینا شروع کیا اور اس طرح انہوں نے اپنے اپنے رواج و ادوار کے بدلتے ہوئے رجحانات کو ملحوظ نظر رکھ کر قوانین اسلامی کی تشریح و توضیح میں ذاتی رائے کو استعمال کیا۔

علامہ اقبالؒ نے اجماع اور قیاس دونوں کی تشکیل نو پیش کی ہے۔ اجماع کو آپ نے مصدر کی بجائے طریقہ اجتہاد اور اصول کے طور پر پیش کیا ہے۔ آپ محدود عرصے کے لئے علماء اور دور حاضر کے دانشور حضرات کا باضابطہ بورڈ تشکیل دینے کے حق میں ہیں جو براہ راست دینی مسائل و معاملات سے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تعلق رکھنے والے امور پر صلاح مشورے سے رائے زنی کریں۔ اقبال کے اس "اجتماعی اجتہاد" کی تائید عالم اسلام کے ایک جید فقہی عالم استاذ ابوزہرہ کے علاوہ شیخ عبدالوہاب خلاف، شیخ محمد شلتوت، شیخ مصطفیٰ الزرقا اور ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ وغیرہ نے بھی کھل کر کی ہے ۔ فکر اقبال کے ان مختلف جہات کے مختصر تذکرے سے اجتہاد کی اہمیت صراحت کے ساتھ ابھر کر سامنے آئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۰۴ء سے لیکر اپنے انتقال پُر ملال تک اجتہاد علامہ اقبال کی زبردست دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ اجتہاد کے معاملے میں آپ نے جس وسعت نظر کا مظاہرہ کر کے فقہ اسلامی میں قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے جو انقلابی تعبیریں پیش کیں ہیں ، اگر عہد حاضر کے علماء دین اور دانشور حضرات اُن کے ان استدلالات سے اتفاق کریں تو یقیناً روشن مستقبل کے لئے فکر اسلامی کی تشکیل جدید کے لئے نئی راہیں متعین ہو سکتی ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی اپنے اندر اقبال جیسی روشن ضمیری، وقتِ نظر وسعت قلبی اور سعی پیہم پیدا کر کے علامہ کے اس شعر کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں ۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حواشی

۱: سید محمد عبداللہ '' اسلامی فقہ کی تدوین نو، علامہ اقبال کی نظر میں''
(مشمولہ) '' خطبات بیاد اقبال'' جامعہ پنجاب، لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۶۔

۲: عبدالواحد معینی ''مقالات اقبال'' شیخ محمد اشرف لاہور ۱۹۶۳ء ص ۵۶۔

۳: اقبال ''قومی زندگی'' مجلہ ''مخزن'' اکتوبر ۱۹۰۴ء

۴: ایضاً ص ۵۶۔

۵: S.A.Whahid" Iqbal, Islam as moral and political ideal.":
(Ref. from Hindustan Review, Vd XX, july- December 1909,P. 54)

۶: L. A. Latif, speeches, writings and statements of Iqbal, Lahore, 1974, PP.107-120.

۷: ڈاکٹر جاوید اقبال ''زندہ رود'' جلد سوم، شیخ غلام اینڈ سنز لمیٹڈ پبلشرز لاہور، ص ۳۴۲۔

۸: بحوالہ ڈاکٹر جاوید اقبال کا خط بنام راقم۔ مورخہ ۲۳ فروری ۲۰۰۱ء۔

۹: ڈاکٹر جاوید اقبال (مقالہ) ''اقبال اور عصر جدید میں اسلامی ریاست کا تصور'' مشمولہ ''اقبال، فکر اسلامی کی تشکیل جدید'' ڈاکٹر حسین محمد جعفر، اسلامک فاؤنڈیشن نئی دہلی ص ۷۵۔

۱۰: خطبات اقبال۔ انگریزی (The Reconstructions of religious thoughts in Islam) ۔ صفحہ ۱۲۶۔

۱۱: ملاحظہ ہو خطبات کا چھٹا لیکچر، صفحہ ۱۵۳۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۱۲: ملاحظہ ہو خطبات کا چھٹا لیکچر، صفحہ ۱۵۴۔

۱۳: ملاحظہ ہو خطبات کا چھٹا لیکچر، صفحہ ۱۶۰۔

۱۴: ملاحظہ ہو خطبات کا چھٹا لیکچر، صفحہ ۱۶۰۔

۱۵: شیخ عطاءاللہ "اقبال نامہ"، لاہور۔ صفحہ ۴۶۔۵۱۔

۱۶: خطبات، صفحہ ۱۷۲۔

۱۷: خطبات، صفحہ ۱۷۳۔

۱۸: خطبات، صفحہ ۱۷۷۔

۱۹: خطبات، صفحہ ۱۷۸۔

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عہدِ جدید میں

اقبال کے نظریۂ اجتہاد کی معنویت

حیات ایک مسلسل اور تغیر پزیر عمل ہے ۔زندگی کی حقیقت تبدیلی اور ترقی میں مضمر ہے۔یہ ایک ارتقائی عمل ہے۔ارتقاء داخلی تغیرات اور اُن کے ساتھ ہم آہنگ ہونے اور اُن کی ایک بامعنی تشریح سے متصف ہے۔اسلام مکمل نظریۂ حیات کا نام ہے۔اس کی تمام فکری بنیادیں قرآن میں پیوست ہیں۔ اسلامی نظام حیات کے مطابق قرآن زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے لیکن اس کے بیانات اجمالی ہیں اور اُن کی تفصیل توضیح اسوہ حسنہؐ ہیں۔قرآن و حدیث زندگی کے تغیرات اور حادثات سے منحرف نہیں ہے۔ یہیوجہ ہے کہ زندگی کے داخلی وخارجی تغیرات سے ہم آہنگی اور اسے حدوداللہ کے اندر گزارنے کے لئے اسلام میں اجتہاد کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اجتہاد کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے ابدی احکام کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کر کے اسے سمجھا جائے اور پھر ان احکام کو اصل اسپرٹ کے ساتھ نئے حالات پر از سرِ نو منطبق کیا جائے ۔ ریفارم اگر نظر ثانی (revision) کا نام ہے،تو اجتہاد تطبیق نو(re- application) کا نام ہے۔یعنی عام فہم زبان میں ہم یوں اجتہاد کی تعریف کر سکتے ہیں:

" It is to re- apply an unchanging principle of Islam to (the) changing situation of time. Or we can say that Ijtihad is to find Islamic answers to the questions which are not covered directly by Quran and Sunnah." 1

جدید سائنسی ترقی نے انسانی زندگی کو کلی طور پر بدل کے رکھ دیا ہے۔اب تو سائنس اور مشینی ترقی کی وجہ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انسان کے معاشی ، سیاسی ، عملی ، اخلاقی اور روحانی اعمال و حدود میں ایک انقلابی تبدیلی وقوع پزیر ہوئی ہے ۔ اسلام بحیثیت ایک حرکی (dynamic) دین کے ، ان تبدیلیوں کو قبول کرتے ہوئے اقدار کا ایک زندہ نظام استوار کرتا ہے۔ علامہ اقبالؒ عہدِ جدید کے تغیرات سے پیدا ہونے والے حالات وکوائف سے بخوبی آگاہ تھے ۔ وہ یقیناً ایک جانب اسلام کی عظیم تعلیمات وروایات سے بہرہ ور تھے اور دوسری جانب عہدِ جدید کی سائیسی ترقی اور تجرباتی منہاج کے رمز شناس تھے۔ اس اعتبار سے انہیں عالم جدید کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق اسلام کی تعبیرِ نو کا بجا طور پر ایک عظیم علمبردار قرار دیا جاسکتا ہے۔ علامہ نے اپنے مفکرانہ خطبات، عالمانہ مکاتیب اور ولولہ انگیز پیامی شاعری میں علم و حکمت کے ایسے بیش بہا موتی پروئے ہیں کہ آنے والے ہر دور میں ان سے اکتساب فیض کیا جاسکتا ہے۔ دراصل انہیں عہدِ جدید کے تغیرات اور اُن سے پیدا ہونے والے حالات وواقعات سے کماحقہ آگہی حاصل تھی، اسی لئے انہوں نے اسلام کی حقیقی روح کے مطابق زندگی کے عصری تقاضوں کو قبول کرتے ہوئے دینِ اسلام کی ایک حرکی (dynamic) تشریح وتعبیر کی ضرورت پر زور دیا ہے تاکہ عالم اسلام بالخصوص اور عالم انسانیت بالعموم ایک بامعنی روحانی نظام فکر وعمل سے وابستہ رہتے ہوئے زندگی کو ایک نئی حرکت وجہت عطا کریں۔ اجتہاد سے انحراف کے معنی زندگی کی بے حرکت حیثیت کو قبول کرنا ہے جو کہ انسانیت کے لئے سمِ قاتل ہے۔

اقبال نے عہدِ جدید میں انسانی زندگی کے متنوع اور اس کی گوناگوں حسیات کو صحیح تناظر میں سمجھنے کے لئے تمام عالم انسانیت کو دعوت دی ہے تاکہ وہ جمود سے نکل کر ایک بامعنی روحانی نظام کی طرف پیش قدمی کرے جو اس کی مادی زندگی پر بھی محیط ہو۔ علامہ تجرباتی اور مشاہداتی منہاج کا سہرا عالم اسلام کے سر باندھتے ہوئے انہیں یہی مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے عصری مسائل کا مطالعہ ناقدانہ انداز میں زمانہ حال فقہ (jurisprudence) کی روشنی میں کریں۔ اس سلسلے میں وہ اجتہاد کے دروازوں کو پھر سے کھولنا چاہتے ہیں مگر آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ اعتدال، احتیاط اور اسلام کے بنیادی تصورات سے وابستگی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اور اساسی اصولوں کو برقرار رکھنا لازمی سمجھتے ہیں۔ دراصل اسلامی معاشرے میں تجدید کا کام سرانجام دینے والوں کی ذمہ داری کافی بڑھ جاتی ہے، اسی وجہ سے اقبال جہاں بلا قید و بلا شرط اجتہاد کے دروازے بند کر دینے پر تنقید کرتے ہیں، وہیں وہ حدود سے تجاوز کرنے کو بھی ناپسند کرتے ہیں۔ اگر ایک طرف اجتہاد کو اسلام کی ابدی اور آفاقی ممکنات و نصب العین کی خاطر حرکت و ترقی کا ایک ناگزیر عنصر خیال کرتے ہیں مگر دوسری طرف سلف و صالحین کے قائم کردہ ماخذ و اصول تشریح کو بھی بجا طور پر تسلیم کرتے ہوئے بعض کو ناکافی سمجھ کر جدید سوالات اور جدید علوم کی روشنی میں کچھ نئے اصولوں کی دریافت اور ان کی تدوین کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔ اپنے شہرہ آفاق خطبات یعنی (The Reconstruction of Religious Thought in Islam) میں اس بارے میں واشگاف انداز میں فرماتے ہیں:

" The task before the modern Muslim is, therefore immense. He has to rethink the whole system of Islam without completely breaking with the past.... The only course open to us is to approach modern knowledge with a respectful but independent attitude, and to appreciate the teachings of Islam in the light of that knowledge, even though we may be led to differ from those who have gone before us."

یہی پیغام آپ اپنی ولولہ انگیز پیامی شاعری میں پیرایہ بدل بدل کر دیتے ہیں۔

سامنے رکھتا ہوں اس دور نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصۂ جدید و قدیم

"ضربِ کلیم"

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

"بانگِ درا"

اقبال معاشرتی تبدیلی اپنے شاندار ماضی سے کٹ کر نہیں بلکہ ایک مودبانہ اور آزادانہ رویہ اختیار کر کے جدید علوم کی روشنی میں لانا چاہتے ہیں ۔ علامہ کی اسی دور اندیشی اور جدید فکر کے پیش نظر مرحوم پروفیسر آل احمد سرور نے لکھا ہے کہ "خطوط میں اقبال کو جس مسئلے سے خاص دلچسپی ہے وہ ماضی و حال کی نئی ترجمانی اور مستقبل کے لئے ایک واضح راستہ تلاش کرنے کی کوشش ہے ۔ اس میں اجتہاد کی اہمیت مسلّم ہے"

دراصل علامہ غلط عمل کو بے عملی پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ بے عملی میں موت مضمر ہے۔ اسی لئے پیام مشرق میں فرماتے ہیں ۔

تراش از تیشۂ خود جادۂ خویش
براہ دیگران رفتن عذاب است
گر از دست تو کارِ نادر آید
گناہے ہم اگر باشد ثواب است

نظریۂ اجتہاد کو تاریخی اور جدید تقاضوں کے تحت منطبق کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ اسلام کائینات کے بارے میں حرکی (dynamic) تصور پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اپنے خطبات میں اس بارے میں رقمطراز ہیں:

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

" As a cultural movement, Islam rejects the old static view of the universe and reaches a dynamic view"

اقبال "ساقی نامہ" میں کائینات کے حرکی تصوّر کے گن گاتے ہوئے یوں نغمہ سنج ہوتے ہیں:۔

فریب نظر ہے سکون و ثبات

تڑپتا ہے ہر ذرّۂ کائینات

ٹھہرتا نہیں کاروان وجود

کہ ہر لحظہ ہے تازہ شان وجود

سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی

فقط ذوق پرواز ہے زندگی

علامہ کے نزدیک اسلامی نظام میں اجتماعی زندگی کے لئے ابدی اصول تشکیل دئے گئے ہیں جو پیہم تغیر پزیر کائینات میں قدم جمانے کے مواقع فراہم کرتے ہیں لیکن جب یہی اصول تغیر کے تمام امکانات کو خارج کردیں تو آیات الٰہی بھی جس کائینات کو متحرک قرار دیتی ہیں لازماً جمود سے ہمکنار ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں یورپ کے سیاسی واجتماعی علوم کی ناکامی سے قطع نظر، پچھلے پانچ سو سال سے مسلم سوسائٹی بھی جمود کی شکار ہو کر رہ گئی ہے جبکہ اس جمود کو دور کرنے کے لئے اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول کارفرما ہے۔ اسلامی اصول فقہ میں اسی کا نام اجتہاد ہے ۔ ایک خط میں علامہ اقبال اپنے دور کے جید عالم دین سیّد سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عملی طور پر یہ ثابت کیا جائے کہ سیادت انسانی کے لئے تمام ضروری قواعد قرآن میں موجود ہیں۔ اقبال دور جدید میں احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرنے والے کو اسلام کا مجدد سمجھتے ہیں، اسی لئے ۱۹۰۴ء میں آپ "قومی زندگی" کے عنوان کے تحت ایک تحقیقی مضمون میں مسلمانوں سے یوں گویا ہوتے ہیں:

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"اگر موجودہ حالات زندگی پر غور و فکر کیا جائے تو جس طرح اس وقت ہمیں تائید اصولِ مذہب کے لئے ایک نئے علم الکلام کی ضرورت ہے اسی طرح قانونِ اسلام کی جدید تفسیر کے لئے ایک بہت بڑے فقیہ کی ضرورت ہے جس کے قوائے عقلیہ و متخیلہ کا پیمانہ اسقدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کی بناء پر قانون اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب و منظم کر سکے بلکہ تخیل کے زور سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام صورتوں پر حاوی ہو، جہاں تک مجھے معلوم ہے اسلامی دنیا میں اب تک کوئی عالی دماغ مقنن پیدا نہیں ہوا اور اگر اس بات کی اہمیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام شاید ایک سے زیادہ دماغوں کا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے کم از کم ایک صدی کی ضرورت ہے"

دراصل علامہ کے نزدیک تدوینِ فقہ جدید وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ یہی آرزو اُن کی زندگی میں اُن کے دل کی دھڑکن بن گئی تھی۔ اسی عظیم ملی ضرورت کے لئے علامہ مسلسل اور پیہم کوشاں رہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے سید سلیمان ندوی کے نام متعدد خطوط رقم کئے ہیں۔ ایک خط میں اس بارے میں انہیں لکھتے ہیں:

"زمانہ حال کے جورس پروڈنس (Jurisprudence) کی روشنی میں اسلامی معاملات (یعنی مسائل متعلقہ معاملات) کا مطالعہ کیا جائے مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں، یونان کا فلسفہ ایک زمانے میں انسانی علوم کی انتہا تصور کیا گیا مگر جب مسلمانوں میں تنقید کا مادہ پیدا ہوا تو انہوں نے اسی فلسفے کے ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس عصر میں ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے" ۲

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ایک اور خط میں سیّد صاحب کو تدوین فقہ جدید رقم کرنے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس وقت سخت ضرورت ہے اس بات کی کہ فقہ اسلامی کی ایک مفصل تاریخ لکھی جائے، اگر شبلی زندہ ہوتے تو میں ان سے ایسی کتاب لکھنے کی درخواست کرتا۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ اس کام کو مفصل طور پر اپنے ہاتھ میں لیجئے تا کہ اقوام اسلامیہ کو فقہ اسلامی کی اصل حقیقت معلوم ہو''

علامہ کے خیال میں ہر دور میں اسلامی نظام قانون میں ارتقاء کا عمل جاری رہا ہے یہ عمل خلافت راشدہ کے دور سے لیکر اورنگ زیب عالمگیر کے دور تک کسی نہ کسی طرح تدریجی ارتقاء کے مراحل سے گزرتا رہا ہے۔ علماء فقہا نے اس اہم ترین کام کو پر دور میں سرانجام دیا ہے۔ البتہ جب سے ہند میں علمی اور اسلامی میخانے (ادارے) اضمحلال کے شکار ہو گئے اسی وقت سے اسلامی قانون کے ارتقاء کا عمل رُک کر ایک خلاء پیدا کر گئے۔ انہی عوامل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں ۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی

اقبالؒ کے نزدیک تین سو سال کے ارتقائی عمل کے خلاء کو پُر کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ایک مجلس قانون ساز بیٹھے جو اپنی فکری اور عملی کوششوں سے اس خلاء کو پُر کر دے۔ یہی مجلس قانون ساز جدید ریاست کی جدید ضروریات کے مطابق قانون اسلامی کو مرتب و مدوّن کرے اور موجودہ حالات میں اسے عدالتوں میں نفاذ کے قابل بنانے کیلئے دفعہ وار (codify) ترتیب دے۔ اس ضمن میں آپ نے واضح طور پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے:

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''موجودہ دور میں اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی تدوین جدید ہے تاکہ زندگی کے اُن سینکڑوں، ہزاروں مسائل کا صحیح اسلامی حل پیش کیا جائے جن کو موجودہ قومی اور بین الاقوامی سیاسی، معاشی اور سماجی ارتقاء نے پیدا کیا ہے'' ۱

۱۹۳۳ء میں آپ نے ایک تقریر کے دوران کہا ہے:

''میں علماء کی اسمبلی کے قیام کا مشورہ دوں گا جس میں مسلمان وکلاء بھی شامل ہوں جو فقہ سے واقف ہوں۔ اس کا مقصد اسلام کی حفاظت اور تجدید ہے اس طور پر کہ بنیادی اصولوں کی رُوح قائم رہے۔ اس جماعت کی دستوری سند حاصل ہوتا کہ کوئی قانون جو مسلمانوں کے پرسنل لاء پر اثر انداز ہوتا ہو، اس اسمبلی کے بغیر قانون نہ بن سکے۔ اس تجویز کے عملی فائدے کے علاوہ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ زمانہ حاضر کو بھی اسلام کے قانونی ادب کی بیش بہا قیمت کا اندازہ نہیں ہے''

علامہ اقبال کے نزدیک دورِ حاضر کے مسائل اتنے متنوع ہیں کہ اُن کا حل ایک عالم یا مفتی کے بس کی بات نہیں بلکہ محض دینی علوم کا علم بھی کافی نہیں۔ آج کے مسائل کے حل کے لئے معاشیات، طبیعات قانون، نفسیات، انجینئرنگ وغیرہ کا علم بھی ضروری ہے۔ اُن کے نزدیک اجتہاد اور اجماع دونوں کو اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد ہونا چاہئے اور اس کے لئے ادارے قائم کئے جائیں۔

اسی طرح اقبال اجماع اور قیاس دونوں کی تشکیل نو پیش کرتے ہوئے اجماع کو مصدر کی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بجائے طریقۂ اجتہاد اور اصول کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اجماع کی روایتی تعریف میں تمام تر ذمہ داری علماء کی ہے مگر اقبال کے نزدیک دورِ جدید میں اجماع کا مطلب ایسا ادارہ ہے جس میں علماء دوسرے لوگوں کے ساتھ مل بیٹھ کر مسائل پر غور و خوض کریں اور اتفاق رائے سے مسائل کا حل تلاش کریں۔ یہاں اقبال علماء کی امتیازی حیثیت یا فقہی ولایت کے قایل نظر نہیں آتے۔ اجماع کی یہ حیثیت صرف اجماعِ صحابہ کو دی جا سکتی ہے۔ عہدِ جدید میں اقبال کے نزدیک قانون ساز اسمبلیاں اجماع کے اداروں کا کام کر سکتی ہیں۔

علامہ کی رائے سے ملتی جلتی رائے جدید دور کے اہم اسلامی دینیات کے ماہر پروفیسر محمد تقی امینی کی بھی ہے۔ آپ فقہا کے بجائے ''اہل حل وعقد'' کہتے ہوئے ایسے اہلِ بصیرت و تجربہ کار لوگوں کی طرف اشارہ دیتے ہیں جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہوئے اس قانون سازیہ کے معاون بن سکتے ہیں۔

علامہ اقبال کے ''اجماعی اجتہاد'' کی تائید عالم اسلام کے ایک مشہور جدید فقہی عالم استاذ ابوزہرہ کے خیالات سے بھی ہوتی ہے۔ دونوں میں صرف اتنا فرق دکھائی دیتا ہے کہ اقبال جہاں ''اجتماعی اجتہاد'' کو موجودہ پارلیمانی ایوان کی صورت دینا چاہتے ہیں۔ وہاں ابوزہرہ اسے ذرا وسیع کرتے ہوئے پوری امتِ مسلمہ کے لئے ایک ایسی اکیڈمی میں تبدیل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جو بالکل اسی طرز کی ہو جیسے ہماری آجکل کی لسانی اور سائنسی اکیڈمیاں ہیں۔ آپ ایک ایسی فقہی اکیڈمی قائم کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جس میں ایسے بلند پایہ فقہاء ہر اسلامی ملک سے چنے جائیں جو موجودہ مروجہ علوم سے بھی پوری طرح واقف ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ میں بھی اعلیٰ معیار کے متحمل ہوں۔

اقبال کے خیال کے عین مطابق پروفیسر محمد تقی امینی اور استاذ ابوزہرہ (مصری) کے علاوہ اجتماعی اجتہاد اور اجتماعی فقہی اکیڈمیوں کے قیام پر جن دوسرے اہل علم شخصیات نے زور دیا ہے، ان میں شیخ عبدالوہاب خلاف، شیخ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

محمد شلتوت، شیخ مصطفیٰ الرزقا، شیخ طاہر بن عاشورہ، ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ قابل ذکر ہیں۔

"قیاس" کے متعلق اقبالؔ اور معاصر علماء کا نقطہ نظر

قیاس (analogy) کا مسئلہ تو اقبال کے نزدیک قانون سازی میں مماثلتوں کی بناء پر استدلال سے کام لینا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں علامہ اقبالؔ بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں بھی فقہاء نے یونانی منطق کو اسلامی طریقِ استنباط پر فوقیت دے دی۔ انہوں نے اپنے چھٹے لیکچر میں تفصیل سے خواتین کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ تقلید و قیاس کی پابندی کی وجہ سے خود دین اسلام پر زد پڑ رہی تھی۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ان سخت قوانین سے تنگ آکر مسلمان عورتوں نے شوہروں کے ناروا سلوک سے چھٹکارا پانے کے لئے حیلہ اختیار کیا۔ یعنی وہ عدالتوں میں حاضر ہو کر ترکِ مذہب کا اعلان کرتیں اور تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر کے شوہروں کے ظلم و ستم سے آزاد ہو جاتیں۔ ان عورتوں میں اکثر بعد میں مسلمان ہو جاتیں لیکن اس عمل سے ارتداد کا فتنہ شروع ہوا۔ چنانچہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی یعنی ۱۹۰۲ء سے ۱۹۲۵ء تک عدالتوں میں ایسے مقدمات کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا۔ مسلمان عورتوں نے تنسیخ نکاح کے لئے عیسائی ہونے کا دعویٰ کیا۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں مسلم دانشوروں میں علامہ اقبالؔ نے پہلی بار اپنی مجتہدانہ بصیرت اور اولوالعزمی سے تمام عالم اسلام کے فقہا کو اس جانب توجہ دلائی۔ اس معاملے میں انہوں نے مشہور ہسپانوی فقیہی عالم دین امام الشاطبی کی مشہور فقہی کتاب "الموافقات" کا حوالہ پیش کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا کہ مذہب، عقل، نسل، اور جان و مال کی حفاظت تو اسلامی قانون کے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مقاصد میں سے ہے۔ لہٰذا اگر فقہ اسلامی مظلوموں کی دادرسی نہ کرے تو لوگ (یعنی مظلوم خواتین) دین اسلام سے برگشتہ ہو کر کوئی اور راہ اپنا لینے پر مجبور ہوں گی۔ انہی نت نئے پیدا شدہ مسائل کے پیش نظر اقبالؔ نے قیاس کی جگہ مقاصدِ شریعت کے استدلال کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

اگرچہ علامہ اقبالؔ کو متذکرہ مسائل کے ابھارنے پر مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن اسی سے بحث و تمحیص کا باب کھل گیا اور عورتوں کے مسائل پر گفتگو کا آغاز ہوا۔ علماء و فقہاء اس طرف متوجہ ہو گئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بعض دوسرے علماء دین کو اس جانب توجہ دلائی اور اس معاملے میں حرمین شریفین کے علماء دین سے خط و کتابت شروع کی۔ فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے مذاہب فقہ کی آراء کا جائزہ لیا گیا اور پھر طویل تحقیق و تفتیش کے بعد ایک جامع و مانع اجتہادی تحریر " الحیلة الناجزه للجلية العاجزه " کے نام سے منظر عام پر لائی گئی جو درحقیقت علماء دیوبند کی ایک مجلس کا اجتہاد ہے۔ اس میں لاپتہ خاوند، نان و نفقہ کی تنگی، بیوی کو مار پیٹ وغیرہ مسائل پر عورتوں کی عدالت میں جانے کا حق تجویز کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تجویز کیا گیا کہ شوہر بیوی کو طلاق کا حق تفویض کر سکتا ہے اور جب حالات ناقابلِ برداشت ہو جائیں تو بیوی اس حق کو استعمال کرتے ہوئے شوہر کو طلاق (خلع) دے سکتی ہے۔ اسی تحریر اجتہاد کو بنیاد بنا کر مسلمانانِ ہند نے ایک شریعت بل قانون ساز اسمبلی کو پیش کی بالآخر ۱۹۳۹ء میں تنسیخ نکاح کے ایکٹ کی صورت میں منظور ہو گیا۔ بیسویں صدی میں اجتہاد اور اس کی بنیاد پر قانون سازی کی یہ عمدہ مثال تھی۔

اول تو اس اجتہاد میں واقعتاً پیش آمدہ مسائل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ علامہ اقبالؔ اسی حل کے لئے عہد جدید میں قیاس کے بجائے مقاصد شریعت سے استدلال پر زور دیتے ہیں۔

دوسرے علماء کی جماعت نے اس اجتہاد میں برابر شرکت کی۔ یہ اجتہاد فی المذہب نہیں تھا یعنی صرف حنفی مذہب ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ دوسرے مذاہب کی آراء پر عمل کا فتویٰ دیا گیا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تیسرے یہ اجتہاد باقاعدہ قانون سازی کے عمل سے گذر کر قانون بنا۔

چوتھے یہ قانون ایک غیر مسلم حکومت کی منظوری سے جاری ہوا۔ اس سے پتہ چلتا ہے دار استعمار میں بھی اجتہاد کا علم جاری رہ سکتا ہے۔ عہد جدید میں علامہ اقبال کی دعوتِ اجتہاد کا عمل کافی تیز رہا۔ جس میں علماء اور مدارس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس ضمن میں ایک اہم پیش رفت دار الافتاء کا قیام ہے۔ تقریباً ہر دینی مدرسے میں دار الافتاء قائم کیا گیا جہاں فتاویٰ کا باقاعدہ اندراج ہوتا ہے ان کے جوابات دیے جاتے ہیں اور پھر مجموعوں کی شکل میں چھپنا شروع ہو جاتے ہیں۔ عہدِ جدید کی ایک اور پیش رفت اجتماعی اجتہاد کے ادارے ہیں۔ سعودی عرب میں ''المجمع الفقہی'' اور بھارت میں ''اسلامی فقہ اکیڈمی'' کے ادارے قائم کیے گئے ہیں جہاں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد امت مسلمہ کو پیش آمدہ مسائل پر علماء اور فقہاء مل بیٹھ کر غور و فکر کر کے اپنی آراء پیش کرتے ہیں، انہی فتاویٰ کے مجموعوں کو بنیاد بنا کر جدید فقہی کتب و جرائد ترتیب دی جاتی ہیں۔ اب تو عالم اسلام میں ہر جگہ اجتماعی اجتہاد کے لئے باضابطہ کام شروع ہو چکا ہے۔ مراکو، سعودی عرب اور کویت تینوں ممالک میں فقہ کی انسائیکلوپیڈیا مرتب و مدوّن کرنے کا پروگرام ہاتھ میں لیا گیا ہے اور اس کا نام انہوں نے '' الموسعۃ الفقہیہ '' رکھا ہے۔ اس سلسلے میں کویت پیش قدمی کر کے ۲۰ جلدوں میں یہ کام اختتام تک پہنچانے کے قریب ہے۔ اصولِ فقہ پر سب سے زیادہ اور محققانہ کام مصر میں ہوا ہے۔

عہدِ جدید میں عالم اسلام میں اجتہاد کے ارتقاء کا عمومی جائزہ لیتے ہوئے مندرجہ ذیل خصوصیات ممتاز نظر آتی ہیں۔

اول تو اجتماعی اجتہاد کی شکل ابھر کر سامنے آئی ہے۔ دوسرے تحقیق و اجتہاد کے وسائل میں بہت پیش رفت ہوئی ہے۔ علوم قرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ کی بہت سی نادر کتابیں جن کے اب تک صرف نام سنے جاتے تھے، اب شائع ہو کر ہر جگہ دستیاب ہیں۔

تیسرے، تحقیق و اجتہاد کے لئے بہت سی امدادی کتابیں سامنے آگئی ہیں جن میں معاجم،

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اشارے اور فہارس وغیرہ شامل ہیں۔ کمپیوٹر نے اس کام کو مزید سہل اور آسان و آرام دہ بنایا ہے۔ اب فقہ کی بنیادی کتابیں سینکڑوں کی تعداد میں سی۔ڈی پر بھی دستیاب ہیں۔

چوتھے ، اجتہاد کے رجحانات میں اب مقاصد شریعت سے استنباط کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ دور جدید میں اقبالؒ ہی نے پہلی مرتبہ اس اصول کی طرف توجہ دلائی۔ اب اس موضوع اور اصول استنباط پر کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ انہی وجوہات کی بناء پر سعید اکبر آبادیؒ کہتے ہیں:

> ''عالم اسلام میں اس وقت اسلامی قوانین کی تدوین جدید کے لئے جتنی انفرادی اور اجتماعی کوششیں ہو رہی ہیں، یہ سب دراصل اقبال کے خواب کی تعبیر میں ہیں۔ اس لئے اگر آج وہ زندہ ہوتے تو اس پر مسرور ہونے کا حق اُن سے زیادہ اور کسے ہوتا''۔[3]

ایک اور دانشور اور ماہرِ اقبالیات پروفیسر عبدالمغنی علامہ کی اجتہادی کاوشوں کا برملا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''اقبال کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اجتہاد و اعتماد کے ساتھ حکمائے مشرق اور فلاسفۂ مغرب کے قدیم و جدید نظریاتِ خرد کو قرآن کے اصول دانش کی کسوٹی پر پرکھ کر فکر انسانی کے مسلسل ارتقاء کا سراغ لگایا ہے اور اس طرح ایک ایسا مربوط نظام فکر ترتیب دیا ہے جو جامع، وسیع، عمیق اور نتیجہ خیز ہے۔ یونان اور روم کے خیالات پر عرب و عجم کی تنقیدات سے یورپ اور امریکہ کے انکشافات و ایجادات تک کا احاطہ کر کے اقبال نے نہایت اہم موضوعات پر انسانی تصورات کی ایک مستند و مؤثر روداد بہت ہی دلچسپ اور بصیرت افروز انداز سے مرتب کی ہے''

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عہد جدید میں اب نہ صرف عالم اسلام ہی میں بلکہ پورے کرۂ عرض پر احیائے اسلامی کے چرچے ہو رہے ہیں۔ یورپ اور امریکہ تک کے براعظموں میں وہاں کے دانشور حلقے اور رائے عامہ کو منظم کرنے والے عناصر سوچنے لگے ہیں کہ ایشیاء اور امریکہ مسلمانوں کو صدیوں تک اپنے استعمار کی گرفت میں اسیر رکھنے کے باوجود اسلام کا جذبہ مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں کیوں زوال پزیر نہ ہو سکا۔

یہ راز معلوم کرنے کے لئے قرآن وحدیث، اسلامی فقہ اور اسلامی تہذیب کا از سر نو بیدار ذہنیت سے مطالعہ کیا جا رہا ہے ۔ اب جگہ جگہ اسلامی تحقیقی مراکز قائم ہو رہے ہیں۔ یورپی اور امریکی ممالک میں ہزاروں، لاکھوں افراد اسلام کے اجتہادی نظام سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اور الحاد، بے یقینی ولامذہبیت کی دھند اب اُن کے دل ودماغ سے چھٹتی جا رہی ہے۔ دراصل یہی اسلام کی عالمگیریت کے واضح امکان کا ایک بلیغ اشارہ ہے اور عہد جدید میں اقبال کے نظریۂ اجتہاد کی معنویت کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔ علامہ نے اسی لئے کیا خوب فرمایا ہے ۔

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب میرے رازداں اور بھی ہیں

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عصر حاضر خاصہ اقبال گشت

علامہ اقبال ایک عظیم المرتبت اسلامی فلسفی شاعر ہونے کے علاوہ عہدِ جدید کے ایک روشن خیال مفکرِ ملت ہیں۔ آپ نے اس دور پُر آشوب میں منزل گم گشتہ کی طرف بنی نوع انسان کی رہنمائی ورہبری کرنے کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیا۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے تبحر علم وبصیرت، سوز وگداز اور درد وکرب کی تمام تر قوتوں کو مجتمع کر کے اسے شعر وفن کے قالب میں ڈھال کر ایک طرف تو تراشیدہ بتوں کے چہروں سے نقاب اُتار دیا اور دوسری طرف پوری انسانیت کو خبردار کیا کہ زمانے کے ان نت نئے بتانِ وہم وگمان سے دامن بچا کر اُس امانت کا حق ادا کیا جائے جس کے ساتھ پوری عالمِ انسانیت کی فلاح ونجات وابستہ ہے۔ آپ نے پورے یقین واعتماد کے ساتھ زمانہ کے ہاتھوں ہزار ہا آراستہ کئے ہوئے خود ساختہ نظریات کے صنم کدوں کو ایک ضربِ کاری سے زمین بوس کر کے انسانیت کی تعمیرِ نو کے لئے ایک پختہ اور مستحکم بنیاد کی نشاندہی کا فریضہ انجام دیا اور واشگاف انداز میں یہ اعلانِ عام کیا کہ ؎

زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نہ گذشتم کہ پختہ بنیاد است

دراصل آپ اسلام کے آفاقی پیغام امن واتحاد کو سارے عالم میں برپا کرنے کے زبردست متمنی تھے اور آپ کا یہ پیغام امن والفت، آپ کے کلام میں جابجا اس طرح نمایاں ہے جس طرح آفتاب کی کرنوں میں روشنی اور نور۔ علامہ اسلام کو ایک عالمگیر امن و محبت کی تحریک اور مشن کے جانتے ہیں۔ یہی تحریک اُن کے خیال میں انسانیت اور انسان دوستی کا سبق دیتی ہے۔ ملک وملت کے تفرقے مٹاتی ہے، طبقاتی کشمکش کو مسمار کرتی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نے اور انسان کو صحیح معنوں میں انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام تک لے جانا چاہتی ہے۔
علامہ اسی تحریک امن عالم کے پیامبر ہیں۔ اُن کی دور بین نظریں یہ مشاہدہ کرتی ہیں کہ انسانیت کا تار و پود بکھر چکا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر بے چین و بے قرار ہو رہے ہیں کہ قومی، ملی اور نسلی تفریق انسانیت کو اندر ہی اندر سے نگل رہی ہے لہٰذا وہ ان زخموں پر مرہم رکھنے کا پیغام دیتے ہوئے درد بھرے لہجے میں ملت سے یوں مخاطب ہوتے ہیں ۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اُخوت کا بیاں ہو جا ، محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی، وہ خراسانی ، یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

علامہ اقبالؒ اخوت و محبت اور امنِ عالم کے چراغوں کو روشن کرنے کا پیغام دیتے ہوئے سمجھاتے ہیں کہ اسلام انسان کو بیکراں بنانا چاہتا ہے۔ آپ ملت مسلمہ کو بالخصوص اور انسانیت کو بالعموم اتحاد و اتفاق اور اخوت و محبت کا پیغام دیتے ہیں۔

علامہ دراصل اتحاد و اتفاق اور امن و صلاح کی قدروں کو تمام انسانیت میں عام کرنے کے متمنی تھے۔ انہوں نے واضح طور پر اپنے آخری ایام میں ایک ریڈیائی نشریے میں کہا ہے کہ انسانیت کی بقا کا راز اس کے احترام میں ہے۔ جب تک نہ تمام دنیا کی تعلیمی قوتیں اپنی توجہ کو محض احترام انسانیت کے درس پر مرکوز نہ کریں۔ تب تک یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی بنی رہے گی۔ گویا عالمِ انسانیت کو درندگی اور بہیمیت سے پاک و صاف کرنا اُن کا سب سے بڑا نصب العین تھا اسی لئے وہ اپنے فکر و عمل کو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھنا چاہتے تھے بلکہ اپنے نورِ بصیرت سے تمام انسانیت کو

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

منور کرنے کے متمنی تھے۔ البتہ ملت مسلمہ کا خیال اُن کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا کیوں کہ وہ خود اسی جمعیت سے تعلق رکھتے تھے جس کو صدیوں کے مسلسل انحطاط اور جمود و زوال نے مضمحل کیا ہوا تھا۔ اب اس ملت کی اپنی مخصوص انفرادیت اور اپنا شاندار وقار ختم ہو چکا تھا۔ یہ جمعیت اب تمام دنیا میں مظلوم و مغلوب ہو چکی تھی۔ اسی لئے علامہ کا ایسی ملت مظلومہ کی فلاح و بہبود کی طرف متوجہ ہونا انسان دوستی کے بنیادی خیال سے قطعاً علحدہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ اسی انسان دوستی کا ایک لازمی حصہ ہے۔ آپ کے نزدیک تمام مشرق کا حال یہی تھا کیوں کہ یہ تمام انسان بری طرح پامال کئے گئے تھے لہٰذا وہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ تمام مشرق کے متعلق یوں اپنا اظہار خیال کرتے ہیں۔

تیرہ خاکم را سراپا نور کن
در تجلی ہائے مستور کن
تا بروز آرم شبِ افکار شرق
بر فروزم سینۂ احرارِ شرق
از نوائے پختہ سازم خام را
گردشِ دیگر دہم ایام را [1]

دراصل علامہ مرحوم کو مسلمان، ہندوستان (برصغیر ہندو پاک و بنگلہ دیش) اور افغانستان و مشرق سب کی پامالی و مظلومی کا شدید کرب و احساس تھا اور تاریخ کے مختلف ادوار میں ان پر جو دست درازیاں ہوتی رہیں وہ اُن سے بے حد مغموم و نالاں تھے کیونکہ انسانیت کے علمبردار کی حیثیت سے وہ ان دست درازیوں کو انسانیت اور انسان دوستی کے بنیادی اصولوں کے بالکل منافی سمجھتے تھے۔ وہ ہمیشہ مظلوم و مقہور اقوام و افراد کے حق میں بغیر کسی تفریق کے اپنی آوازِ حق کو بلند کرتے تھے البتہ اُن کے عقیدے کے مطابق یہ بلندی و سرفرازی انہیں اسلامی نظامِ حیات کے آفاقی اصولوں کو بروئے کار لا کر ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ اُن کے خیال میں اسلامی اصول ہی انسان دوستی اور انسانیت کے اصولوں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سے حد درجہ ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے وسیع علمی و تاریخی مطالعے کے بعد یہی اخذ کیا کہ اسلام ہی نے انسانی زندگی کے بنیادی مسائل حل کئے ہیں اور صحیح اسلامی نظام اقتدار میں وہ طبقاتی کشمکش اور آویزش کا کہیں شائبہ تک نظر نہیں آتا ہے جس نے ساری انسانیت کو آج ہنگاموں اور پریشانیوں کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ اسی لئے آپ نے دنیا کے تمام خود ساختہ نظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا ہے۔

''میرے نزدیک فاشزم، کمیونزم یا زمانہ حال کے اور ازم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میرے عقیدے کی رُو سے صرف اسلام ہی ایک حقیقت ہے جو بنی نوع انسان کے لئے ہر نقطۂ نگاہ سے موجب نجات ہو سکتی ہے''

۱۷، اکتوبر ۱۹۲۶ء کو آپ ایک دوست کے نام اپنے مکتوب میں بڑی دردمندی کے ساتھ اپنا یہ اظہارِ خیال کھل کر بیان کرتے ہیں:

''سوشلزم کے معترف ہر جگہ روحانیت اور مذہب کے خلاف ہیں اور اس کو افیون تصور کرتے ہیں لفظ افیون اس ضمن میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔ میں مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادی تعبیر سراسر غلط ہے۔ روحانیت کا میں قائل ہوں۔ مگر روحانیت کے قرآنی مفہوم کا''

۲۴، جون ۱۹۲۳ء کو ایڈیٹر زمیندار کے نام ایک مکتوب میں علامہ یوں رقمطراز ہیں:

''میں مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علاج قرآن نے تجویز کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سرمایہ دارانہ
قوت جب حد اعتدال سے تجاوز کر جائے تو دنیا کے لئے ایک قسم
کی لعنت ہے لیکن دنیا کو اس کے مضر اثرات سے نجات دلانے
کا طریقہ یہ نہیں کہ معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کر دیا جائے
جیسا کہ بالشویک (Communist) تجویز کرتے ہیں۔
قرآنِ کریم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لئے
قانونِ میراث اور زکوٰۃ وغیرہ کا نظام تجویز کیا ہے اور فطرت
انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہی طریق قابل عمل بھی ہے"۔

اس لئے تو علامہ نے فرمایا ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

غرض علامہ اقبال نے تمام خود ساختہ نظریاتِ حیات کو رد کرتے ہوئے اپنے نورِ بصیرت سے انسانیت کی زبوں حالی اور اضمحلالی کا علاج اسلامی نظریہ حیات کے عملانے ہی میں مضمر قرار دیا ہے اور ان کا یہ نظریہ زمانۂ سلف سے جڑا ہوا ہے جو بالکل اُن محدود اور تنگ نظر مذہب پرستوں کے برعکس ہے جنہوں نے مختلف ادوار میں مذہبی فرقہ بندیوں سے انسانیت اور اسلام کو مجروح کیا ہے۔ اسی لئے آپ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف (The Reconstruction of Religious thought in Islam) میں اسلامی نظریہ حیات کی توضیح اور حرکی (dynamic) تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" The ultimate spiritual basis of all life, as conceived by Islam, is eternal and

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

reveals itself in variety and change .A scoiety based on such a conception of reality must reconcile, in its life , the permanance and change.It must possess eternal principles to regulate its collective life, for the eternal gives us a foothold in the world of perpetual change. But eternal principles when they are understood to exclude all possibilities of change which according to the Quran is one of the greatest ' signs ' of Allah, tend to immobalise what is essentially mobile in its nature." ۲

یہاں علامہ نے مدلل انداز میں اسلامی حرکی نظام کی توضیح کرتے ہوئے انسانیت کو اس نظام رحمت سے روشناس کراتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام میں انسانی اتحاد کی بنیاد مادی، نسلی اور جغرافیائی حدود کے بجائے روحانی ہے۔ اسلامی تہذیب ایک اللہ کے عقیدے پر استوار ہے اور عقیدۂ توحید تو پوری

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انسانیت کو اللہ کی غلامی میں لاتا ہے۔ یہ روحانی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ اس لئے علامہ کے مطابق توحید پر عمل پیرا ہونا عین فطرت انسانی ہے۔ لہٰذا اللہ سے وفاداری گویا انسان کی اپنی ہی مثالی فطرت سے وفاداری ہے۔ اسلام نے حقائق عظیمہ کے اس نصب العین پر مبنی جو معاشرہ تشکیل دیا ہے۔ اس کے کاروبار زندگی میں لازماً دوام و تغیر کے مطالبات کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہوئی اور دونوں کے تقاضے پورے ہو گئے اس میں اجتماعی زندگی کی ترتیب کے لئے ابدی اصول ہیں جو پیہم تغیر پزیر کائنات میں قدم جمانے کے مواقع فراہم کرتے ہیں لیکن جب یہی اصول تغیر کے تمام امکانات کو خارج کر دیں تو آیات الٰہی بھی جس کائنات کو متحرک قرار دیتی ہے لازماً جمود سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

علامہ یورپ جا کر یورپ کے جدید طریقۂ حیات اور طرز فکر کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے کہ اس تہذیب و تمدن کی اساس خالص مادیت پر مبنی ہے۔ یورپ کے لوگ مادہ پرست بن کر مذہب سے بالکل نابلد ہو چکے تھے لہٰذا اقبالؒ اُن کی زندگی میں مذہب اور اخلاقیات کی غیر موجودگی کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو گئے اور انہوں نے برملا طور پر اپنے اس عقیدے و عمل کا یوں اظہار کیا۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

مغرب کے جدید علوم و فنون، سائنس اور ٹیکنالوجی سے آپ مرعوب نہ ہوئے بلکہ اُس کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچے کہ جدید علوم و فنون ظاہر میں تابناک اور روشن تو ضرور ہیں لیکن حقیقت اس کی روشن نہیں ہے کیوں کہ مغرب انسانی عظمت اور روحانی رفعت سے بالکل بے بہرہ اور لاپرواہ ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی براقی

دراصل مغرب اور مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف علامہ کے درج بالا اعتراضات صرف جذباتی نہیں بلکہ ان میں ایک بین فکری حقیقت کارفرما ہے تاہم مجموعی طور سے آپ محض ناقد نہیں معترف

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بھی ہیں اور اُن کی تنقید اور اعتراف دونوں کی ایک خاص معنویت ہے جسے سمجھنا ضروری ہے۔ آپ واضع طور پر ملت سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے ہر شب کو سحر کر

یا دوسری جگہ آپ زیادہ واضع انداز میں فرماتے ہیں۔

خرد افزود مرا درس حکیمانِ فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظراں

یا

مے از میخانۂ مغرب چشیدم
بہ جان من کہ درد سر خریدم

اس سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ علامہ کی تنقید محض احتجاجی اور جذباتی نوعیت کی نہیں ہوتی بلکہ بعض مخالفانہ محرکات کے باوجود ایک وسیع دردمندانہ اخلاقی نقطۂ نظر اور ایک بڑے ملی نصب العین کے تابع تھی۔ مغربی تہذیب وتمدن اور علم کے معاملے میں ہی آپ ایک جگہ ملت مسلمہ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔

عصر حاضر زادۂ ایام تست
مستی او از مئے گلفام تست
شارح اسرار او تو بود
اولیں معمار او تو بود

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یعنی آج کل جو سائنسی ریل پیل مغرب میں جاری ہے اس کے اولین معمار تو مسلمان ہی ہیں۔ آپ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے مسلمان ملت آپ ہی نے دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق سکھایا۔ اس کے معمارِ اول تو آپ ہی ہیں۔ اسی لئے آپ نہ صرف ملت مسلمہ بلکہ تمام انسانیت کی نشاۃ ثانیہ چاہتے ہیں تا کہ ایک اور بار یہ سسکتی ہوئی انسانیت کی اعلیٰ اخلاق قدروں کو بحال کر سکے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال ہمیں خبر دار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سائینس اور ٹیکنالوجی حاصل کیجئے کیونکہ عالمِ بیداری میں مغرب نے یہ ہم سے ہی لیا ہے۔ اُن کے رقص و سرود اور لادینی و فحش گوئی میں اُن کی ترقی کا راز مضمر نہیں ہے بلکہ اُن کے علم و فن میں اُن کا عروج مضمر ہے۔ اسی حقیقت کو آپ بہترین انداز میں یوں شعری پیرایہ پہناتے ہیں۔ ؎

قوتِ مغرب نہ از چنگ و رباب
نے ز رقصِ دخترانِ بے حجاب
نے ز سحر ساحران لالہ روست
نے ز عریاں ساق و نے از قطع موست
محکمی او را نہ از لادینی است
نے غش از خطہ لاطینی است
قوت افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع و برید جامہ نیست
نافع علم و ہنر عمامہ نیست

اس سے یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ علامہ نے مغربی علم و فن کے جن چشموں سے سیرابی کی ہے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اُن کا ذکر انہوں نے بڑی خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے کیا ہے۔ اپنے نظریاتی اختلافات کے باوجود آپ نے مغربی علوم کا ذکر ایک طالب علمانہ اخلاص سے کیا ہے۔ اس کی ایک روشن مثال ہمیں اُن کی "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" میں نظر آتی ہے۔ جس میں وہ واضح انداز میں کہتے ہیں :

"The task before the modern Muslim is therefore, immense. He has to rethink the whole system of Islam without completely breaking with the past.... The ony course open to us is to approach modern Knowledge with a respectful but independent attitude and to appreciate the teachings of Islam in the light of that knowledge, even if we may be led to differ from those who have gone before us" ۳

اُن کے نزدیک ایک مسلمان کو لکیر کا فقیر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اُسے مؤدبانہ انداز میں اپنے تمام علمی اثاثے کی چھان بین کر کے دورِ حاضر میں اسلامی نصب العین کو اپنا کر روشن خیال جواں فکر اور ایک حرکی مسلمان کی حیثیت سے خود بھی زندہ رہنا چاہئے اور دوسروں کو بھی اسی طرح زندہ و پائندہ رہنے کی ترغیب دینی چاہئے۔ اسی روشن مستقبل کے لئے آپ دورِ حاضر کے انسان کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں ۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

علامہ" کی اس خصوصیت کی وجہ سے مرحوم ملک الشعراء بہار آپ کے متعلق یوں رطب اللسان ہیں۔

عصرِ حاضر خاصۂ اقبال گشت
یعنی دورِ حاضر علامہ اقبال کا دور ہے۔

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حواشی

۱: مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، شرح از پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص ۲۱۸، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔

۲: The Reconstruction of Religious Thought in Islam by S.M.Iqbal,Adam Publishers and Distributors Delhi, 1997, pp. 134-135.

۳: The Reconstruction of Religious Thought in Islam, 4th lecture,by S.M. Iqbal, AdamPublishers & Distributors Delhi, 1997, pp. 87-88.

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پروفیسر جگن ناتھ آزاد بحیثیت

ایک انسان دوست، دانشور، شاعر اور ماہرِ اقبالیات

جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہوگا یہی ہے ایک حرف محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ [1]

۲۵ جولائی اتوار ۲۰۰۴ء کی شام کو یہ المناک خبر سن کر تمام علمی و ادبی حلقوں میں ہلچل مچ گئی کہ برصغیر کے ممتاز اردو ادیب، شاعر، دانشور اور مقتدر ماہرِ اقبالیات جناب پروفیسر جگن ناتھ آزاد انتقال کر گئے۔ موصوف کئی ماہ سے صاحب فراش تھے۔ دراصل آپ لمبے عرصے سے ایک جان لیوا عارضے میں مبتلا ہو کر بھی آخری دم تک علمی و ادبی دنیا سے برابر جڑے ہوئے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد راقم الحروف نے آپ کے ہاتھوں سے رقم کئے ہوئے ایک خالص ادبی مقالہ اور خط کو دیکھا جس پر بارہ ۱۲ جون ۲۰۰۴ء کی تاریخ درج تھی۔ میں اس خط اور طویل تحقیقی مقالے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور حیرانگی کے عالم میں آخر اسی نتیجے پر پہنچا کہ یقیناً آپ جیسی اولوالعزم شخصیات کو علم و ادب کے ساتھ مرتے دم تک ایک مضبوط عہد نامہ (firm covenant) ہوتا ہے۔

راقم الحروف بھی اُن چند خوش نصیب افراد میں شامل ہے جنہیں آزاد صاحب کے بالمشافہ زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی کم قلیل سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں کشمیر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد نے آپ کو ایم۔فل اقبالیات کے سلسلے میں میرا ممتحن مقرر کیا۔ آپ نے میرے تحقیقی مقالہ کا تجزیہ Evaluation کر کے خود viva کے سلسلے میں سرینگر آنے کی زحمت گوارا کی اور برملا ناچیز کو یہ کہہ کر حوصلہ افزائی فرمائی کہ ''مجھے آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا کہ آپ نے ''خطبات اقبال'' جیسے اہم ترین موضوع پر مستحسن تحقیقی کام انجام دیا ہے''۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ انہی کی اس حوصلہ افزائی کی وجہ سے میں اپنے شفیق اُستاذ محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی صاحب کی رہبری کے تحت پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی میں داخل ہوا اور مجھ پر علم وادب کے دروازے وا ہونے شروع ہوئے۔ حالانکہ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس بھی ہے اور قرآن شریف کی اس تعلیم پر نظر بھی کہ'' وَ مَا اُوتِیتُم من العلمِ اِلّا قلیلا''۔ بحرحال آزادؔ صاحب نے اُن چند لمحات میں ہی میرے سامنے تفسیر رازی ، فکرِ غزالی ، افکار رومی اور خطبات اقبال کے کئی روشن ابعاد (Dimentions) کی پردہ کشائی کر کے مجھے اپنی ادبی بصیرت، علمی تبحر اور محققانہ انداز بیان سے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس کے دو سال بعد اُستاذ محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نحوی صاحب نے جب میرے اس مذکورہ مقالہ کو شعبہ اقبالیات کشمیر یونیورسٹی سے شائع کرنے کی حامی بھر لی تو جوں ہی میں نے آزادؔ صاحب کو اس خوشخبری سے مطلع کیا تو انہوں نے نہ صرف مجھے اس پر مبارکباد ہی دے دی بلکہ اپنی بے پناہ علمی وادبی مصروفیات کے باوجود اس کتاب کے لئے ایک شاندار، عالمانہ اور محققانہ پیش لفظ بھی سپردِ قلم کر کے بھیجا۔ تب سے برابر اُن کی وفات تک راقم آپ کی مشفقانہ علمی و ادبی رہبری اور خط و کتابت سے محظوظ و مستفید ہوتا رہا۔

بلاشبہ آزادؔ صاحب کی موت نے سرداز جعفری، کیفی اعظمی اور مجروح سلطانپوری کی جدائی کے زخم تازہ کیے۔ وہ اس قبیلے کے آخری شاعر تھے جن کے یہاں انسان دوستی، رواداری، بین الاقوامی علمی وادبی مسائل سے دلچسپی اور زندگی کی مثبت قدروں کا احترام اور اعلیٰ اخلاقی اقدار

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے فروغ کا رویہ ،اردو اور فارسی کے کلاسیکل ادب سے کماحقہ اقفیت ،محاسن ادب پر گہری نظر اور ادب برائے زندگی پر ایک غیر متزلزل ایمان تھا ۔آپ کے انتقال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پُر ہونا اس قحط الرّجالی دور میں قطعی ناممکن ہے۔ دراصل علامہ اقبالؒ نے آپ جیسی باکمال شخصیات کے متعلق ہی فرمایا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ دیدہ ور ۵ دسمبر ۱۹۱۸ء میں عیسیٰ خیل میاں والی پنجاب پاکستان میں پیدا ہوئے آپ معروف اردو شاعر اور علامہ اقبال کے ہمعصر جناب تلو چند محرومؔ کے بیٹے تھے۔آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سید عابد علی عابدؔ، پروفیسر علم الدین سالکؔ، صوفی غلام مصطفےٰ تبسمؔ، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ اور مولانا تاجور نجیف آبادی کے اسماء گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آزادؔ صاحب نے شعر و سخن کا ذوق اپنے والد سے ورثے میں پایا تھا۔ پانچ سال کی عمر ہی میں آپ نے موزوں مصرعے کہنے شروع کئے تھے۔ چنانچہ انہی دنوں جب والد نے انہیں یہ مصرع سنایا تھا۔

؎ پہاڑوں کے اوپر بنے ہیں مکان

تو آزادؔ صاحب نے اس پر فوراً یہ مصرع کہا تھا۔

؎ عجب اُنکی صورت عجب اُنکی شان

اُس پر والد صاحب نے انہیں شاباشی دی اور ساتھ ہی یہ اصلاح کی کہ لفظ صورت کی جگہ شوکت کہو ۔ ؎

اسی ادیبانہ ماحول میں آزاد پروان چڑھے یہاں تک کہ اردو شاعری کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی لیکن غزل اُنکی محبوب صنف رہی۔ان کی پہلی شاعری کاوش ''ادبی دنیا'' لاہور میں شایع ہوئی۔ ۱۹۴۷ء کے خون آشام میں آزادؔ صاحب کو بھی انتہائی قلق کے ساتھ لاہور کی گلیوں کو خیر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دکھہ کردنی کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ دراصل آزاد اُس وقت پاکستان میں مستقلاً بود و باش اختیار کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ پاکستان کا پہلا قومی نغمہ آپ ہی نے لکھا ہے جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اعلانِ آزادی کے ساتھ ریڈیو پاکستان لاہور سے نشر ہوا۔ اُس کا مکھڑا یہ تھا

ذرّے تیرے ہیں آج ستاروں سے تابناک
اے سرزمینِ پاک

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے عنوان سے جو معروف غزل مسلسل آپ نے رقم کی ہے اُس میں برصغیر کے تقسیم کے واقع کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔ اس غزل کا استعاراتی نظام واقعی اُس وقت دل کو ہلا دیتا ہے جب وہ کہتے ہیں ؎

نہ پوچھو جب بہار آئی تو دیوانوں پہ کیا گزری
ذرا دیکھو کہ اُس موسم میں فرزانوں پہ کیا گزری
بہار آتے ہی ٹکرانے لگے کیوں ساغر و مینا
بتا اے پیرِ میخانہ یہ میخانوں پہ کیا گزری
فضا میں ہر طرف کیوں دھجیاں آوارہ ہیں اُنکی
جنونِ سرفروشی تیرے افسانوں پہ کیا گزری
وصالِ شمع کی حسرت میں سب بیتاب پھرتے تھے
میں کیا جانوں حضورِ شمع پروانوں پہ کیا گزری
کہو دیر و حرم والو! یہ تم نے کیا فسوں پھونکا
خدا کے گھر پہ کیا بیتی، صنم خانوں پہ کیا گزری ؎

مذکورہ غزل ہندوستان سے زیادہ پاکستان میں مقبولِ عام ہوگئی ۔ اس میں تقسیم ہند کے بعد کے تاثرات جھلکتے ہیں۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد جب ہندوستان کے مسلمان زندگی کی ہر ڈگر پر مایوسی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کا شکار تھے تو آزاد صاحب سے رہا نہ گیا اور انہوں نے ۱۹۴۹ء میں "بھارت کے مسلمان" کے عنوان سے ایک نظم رقم کر کے روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی کے ہفتہ وار ایڈیشن میں شایع کروائی۔ یہ نظم انہوں نے ملتِ مسلمہ ہند کی ہمدردی و خیر خواہی میں بڑے اخلاص و دل سوزی اور درد و کرب سے کہی تھی اسلئے بہت ہی مقبول ہوئی۔ بقول مدیر ماہنامہ "معارف" ضیاء الدین اصلاحی "اس نظم کے سوز و اثر میں ڈوبے ہوئے جہاں ہر بند نے تڑپایا وہاں ایک ہندو کے پند و موعظت اور اسلامی و ایمانی حرارت سے لبریز اشعار نے عجیب حیرانی میں ڈال دیا"۔ یہ ایک طویل نظم ہے جس میں آزاد صاحب بھارت کے مسلمانوں سے یوں گویا ہوتے ہیں۔

قرآن کی تعلیم سے پھر درسِ بقا لے
پھر روح میں پیغام محمد ﷺ کو بسا لے
گزرے ہوئے عظمت کے زمانے کو بلا لے
روٹھی ہوئی ایمان کی دولت کو منا لے
ایمان کی دولت کو گنوائے ہوئے انسان
بھارت کے مسلمان!

بسطامیؒ و بصریؒ و عراقیؒ و غزالیؒ
جس علم کی، جس فقر کی دنیا کے تھے والی
حیرت ہے تو ہے اب اُسی دنیا میں سوالی
ہے گوشۂ پستی میں تیری ہمتِ عالی
افسوس صد افسوس تیری تنگیٔ داماں
بھارت کے مسلمان!

اسلام تو مہر و مروت کا بیاں ہے
اخلاص کی روداد محبت کا بیاں ہے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہر شعبۂ ہستی میں صداقت کا بیاں ہے
کیوں دل میں تیرے ہو نہ حقیقت یہ فروزاں
بھارت کے مسلمان ! ۴

کچھ عرصہ بعد آزاد صاحب کی یہ اذانِ حرم سن کر مسلمان چونک اٹھے اور "الجمعیۃ" میں شائع ہونے والی یہ نظم متعدد اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوئی ۔ مرحوم پروفیسر رشید احمد صدیقی کے چھوٹے بھائی نیاز احمد صدیقی نے اسے پمفلت کی صورت میں شائع کر کے تقسیم کرایا۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کے مدیر شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم نے اس مطبوعہ نظم کو اپنے اس نوٹ کے ساتھ شائع کیا:۔

"مذکورہ بالا نظم جس اخلاص سے لکھی گئی ہے اور جس شریفانہ و اسلامی جذبات پر مشتمل ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تعصب اور تنگ نظری کے اس دور میں بھی انسانیت کی شمع گل نہیں ہو گئی ہے۔ اس نظم کی قدر و قیمت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس کا لکھنے والا گذشتہ انقلاب کا ستایا ہوا مغربی پنجاب کا ایک بے خانماں ہندو ہے۔ یہ نظم اس لائق ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی نگاہوں سے گزرے، اس لئے اس کو اخبار "الجمعیۃ" سے نقل کیا جاتا ہے "۔ ۵

اس کے بعد یہ نظم کراچی کے رسالہ "دعوت الحق" میں شائع ہوئی اور پھر اسی رسالے میں اسد ملتانی نے اس نظم کے جواب میں "ہمدرد مسلمان" کے عنوان سے اپنی ایک لاجواب نظم شائع کی۔ اس کے کچھ بند یوں ہیں ۔

تو خوش رہے اے حضرت محروم کے فرزند
اخلاص و محبت سے ہے معمور تیری پند
سن کر تیری باتیں میری ہمت ہوئی دوچند
تو نے دلِ مجبور کے سب کھول دئے بند

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ذرّے سے تیرا ممنون ہوں او بندۂ احسان

ہمدرد مسلماں

جس دور میں نازاں ہوں تعصب پر زن و مرد

جس دور میں ہر راہ سے نفرت کی اٹھے گرد

جس دور میں دل مہر و محبت سے ہوئے سرد

اس دور میں موجود ہوں تجھ جیسے بھی ہمدرد

ہوں دیر میں یہ رنگِ حرم دیکھ کر حیراں

ہمدرد مسلماں ۶

نومبر ۱۹۹۲ء میں فرقہ واریت اور اندھی سیاست کے جنون میں چار پانچ سو برس قدیم بابری مسجد منہدم کر کے اس جگہ مندر کی داغ بیل ڈالی گئی ۔ اس شرمناک واقع پر بھی آزاد صاحب درد و غم کے طوفان میں ڈوب گئے اور ایک نظم رقم کر کے اپنا رنگِ حرم دکھانے کے لئے مجبور ہو گئے جس میں انہوں نے مسجد مسمار کرنے والوں کی خباثت، شقاوت اور شیطانیت پر نکیر کرنے کے علاوہ اس فعلِ بد کو ہندوستان کی حرمت و تقدس پر ایک بدنما داغ قرار دے کر اسے ہندو مذہب کی روح کے صریحاً منافی قرار دیا۔ غرض اس صدمے سے بے چین ہو کر آپ نے دیر میں یوں صدائے اذان دے دی۔

خدا کا گھر ہے مندر بھی خدا کا گھر ہے مسجد بھی

مجھے تو میرے ہندو دھرم نے بس یہ سکھایا ہے

نہیں ہے دھرم وہ ہرگز فقط اندھی سیاست ہے

تجھے تیرا یہ درسِ شیطنت کس نے پڑھایا ہے

مروّت جس کو کہتے ہیں مودت جس کو کہتے ہیں

یہ مسجد اس مروّت اس مودت کی علامت ہے

یہ مسجد آج بھی زندہ ہے اہلِ دل کے سینوں میں ۷

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس کے علاوہ آزاد صاحب نے ''حمد سے منقبت'' تک کی ایک شاندار نظم بھی کہی ہے۔ جس میں توحید و معرفت کے اسرار، عظمت رسولؐ اور صحابہ کی منقبت کے حقائق بیان کئے ہیں۔ مقالے کے اختصار کی وجہ سے میں صرف اُن کے نعتیہ اشعار کے چند اقتباس یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا اور توقع ہے کہ ان اشعار کی نکتہ آرائی اور شاعرانہ دلفریبی سے آپ بھی محظوظ ہو جائیں گے۔

وہ علم ہے بے کار، خرد باعث آزار
بے گانہ ہے جو صاحب لولاک و لما سے
تاریک ہو یہ سارا جہاں میری نظر میں
طلعت نہ ملے تجھ کو اگر بدر الدجیٰ سے
کیا تجھ کو خبر حدت خورشید قیامت
پر تو میرے ہر لمحے پر ہے شمس الضحیٰ سے ۸

آزاد صاحب مذہباً ہندو تھے لیکن جب کہیں حضرت محمد عربی ﷺ کا اسم گرامی لیا جاتا، تو وہ بلند آواز سے صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہتے تھے۔

نعتوں کا مجموعہ مرتب کرنے پر انہیں برطانیہ کی بریڈفورڈ فونڈیشن نے سیرت پاک ایوارڈ سے بھی نوازا۔ مذکورہ اوصاف کی بناء پر ڈاکٹر عرش صدیقی آپ کے متعلق یوں رطب اللسان ہیں:۔

''اقبال کا اسلامی تشخص تو واضح ہے کہ آزاد کے پاس نہیں ہو سکتا تھا لیکن جگن ناتھ آزاد ہوتے ہوئے وہ جس قدر آزاد اور اسلام پسند ہو سکتے تھے، وہ ہیں۔ اتنا غیر متعصب آدمی بھارت میں کم ہی ملے گا۔ بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ اقبال کی روایت کے وہ آج واحد زندہ شاعر ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں انہیں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آج کے بھارت کا علامہ اقبال کہوں"۔ 9

درحقیقت تقسیم ہند کے بعد آزاد صاحب نے ہی ہندوستان میں اقبالیات کا احیاء نو کیا اور حسبِ ذیل علمی، ادبی اور تحقیقی نویت کی کتابیں اقبالیات میں رقم کر کے شائع کیں۔

۱: اقبال اور اس کا عہد ۱۹۶۰ء میں ادارہ انیس الہ آباد سے شائع کروائی۔

۲: اقبال اور مغربی مفکرین۔

۳: اقبال اور کشمیر۔

۴: ہندوستان میں اقبالیات۔

۵: اقبال۔ زندگی شخصیت اور شاعری

۶: مرقع اقبال

۷: روداد اقبال

۸: فکرِ اقبال کے بعض اہم پہلو

9: Iqbal his poetry and philosphy.

10: Iqbal mind and art.

آزاد صاحب کی یہ تمام تصنیفات ہندوستان کے علاوہ پاکستان سے کئی بار تزک و احتشام کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ اُن کی آخر الذکر انگریزی تصنیف یعنی Iqbal Mind and Art تو پہلی بار ماڈرن پبلیشرز لاہور سے ہی ایک معروف اقبال شناس دانشور ڈاکٹر محمد معروف صاحب کے مدلل تعارف کے ساتھ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی ہے اس کے بعد آج تک اس کے پانچ ایڈیشن دونوں ممالک سے شائع ہو چکے ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب کی تقریب رونمائی لاہور میں علامہ اقبالؒ کے فرزند ارجمند ریٹائیرڈ جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی زیر صدارت ہوئی۔ یہ تقریب رونمائی ایک اہم

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سیمینار کی صورت اختیار کر گئی تھی جس میں ممتاز دانشوراں ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر ملک حسن، ڈاکٹر صدیق جاوید اور بعض دیگر اہلِ قلم حضرات نے مذکورہ کتاب پر اپنے محققانہ مقالے پڑھے۔ ریٹائیڈ جسٹس جاوید اقبال صاحب نے اپنے صدارتی خطبے میں علامہ اقبال پر پروفیسر آزاد کے تحقیقی و تخلیقی کام کو سراہتے ہوئے کہا کہ آزاد نے اقبال کے فکر و نظر کے بارے میں ہمیں اکثر نئی نئی جہتوں اور حقیقتوں کی جانکاری دلائی ہے بالخصوص اقبال کے نظریہ تصوف کے بارے میں سب سے پہلے جگن ناتھ آزاد ہی نے یہ بات لکھی ہے کہ فنافی اللہ کے مفہوم کا تعلق کیا ہے۔

اگر چہ درج بالا علمی اور تحقیقی حقائق کی روشنی میں بغیر کسی شک و تردد کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنجہانی پروفیسر آزاد عہد جدید کے ماہرینِ اقبالیات میں ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں لیکن انہیں خود اسکا کبھی دعویٰ نہیں رہا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں" ماہر اقبالیات کہلانے کیلئے پہلے اتنا علم تو کسی شاعر کے پاس ہو جو اقبال کے پاس تھا۔ اقبال علم، ادب، تاریخ، فلسفہ، عمرانیات اور اسلامیات کا ایک سمندر تھے اور فارسی اور انگریزی ادب پر انکی گہری نظر تھی، مجھے یہ سب کہاں حاصل ہے۔ اقبال کے علم و فضل کے مقابلے میں میرا علم صفر سے بھی کم ہے۔ اقبال اگر ایک سمندر ہے تو میں قطرہ بھی نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات میرے لئے مسرت کا باعث ہے کہ اقبال پر میرے چھوٹے موٹے کام کو دنیا کے مختلف اہل قلم نے مشرق و مغرب کی بعض یونیورسٹیوں اور علمی اداروں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ میری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اقبال کے فکر و فن کے سمندر میں ڈر آب دار نکال کے لاؤں جو ابھی تک دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ مجھے اس فن میں کہاں تک کامیابی ہوتی ہے، یہ دیکھنا میرے نقادوں کا کام ہے" [۱۰]

پروفیسر موصوف کی اس پرخلوص فکری اور تحقیقی خدمات کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے معروف ماہنامہ "سیارہ" اپنی ایک اشاعتِ خاص میں یہ سطور رقم کرتا ہے "آزاد کی سب سے بڑی خوبی علمی دیانت اور فکر و نظر کی صداقت ہے۔ آزاد اس دور میں بھی تفہیمِ اقبال کی شمع روشن کئے رہے جب پورا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ملک فرقہ وارانہ منافرت کے سیلاب میں غوطے کھا رہا تھا اور غالباً اُن کی یہی فکر یدیانت اور جرأت و بے باکی ہے جس نے انہیں ماہرِ اقبال کی حیثیت سے دنیا میں روشناس کرر کھا ہے"۔ ۱۱

واقعہ یہ ہے کہ فروغ اقبالیات کے سلسلے میں آنجہانی پروفیسر جگن ناتھ آزاد صاحب نے برصغیر کے بائیس کروڑ مسلمانوں میں اقبالیات پر جتنا تحقیقی و تخلیقی کام کیا ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ دنیا بھر میں آپ کو اقبالیات کی ایک چلتی پھرتی ڈکشنری ہی نہیں بلکہ انسائیکلو پیڈیا سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر عرش صدیقی بالکل بجا فرماتے ہیں "مجموعی طور سے جگن ناتھ آزاد اقبال کی روایت کے شاعر ہیں۔ اُن کی زبان، اُن کا مجموعی اسلوب اور اُن کے شعری روئے سب پر اقبال کا اثر نمایاں ہے۔ اقبال سے انہوں نے اپنی وابستگی کا بار بار اعلان اور اعتراف بھی کیا ہے جس طرح اقبال نے رومی کو اپنا رہنما بنایا تھا اسی طرح آزاد نے اقبال کو اپنی منزل سمجھا ہے اور جس طرح اپنے کلام میں اقبال رومی سے ہمکلام ہوتا ہے اسی طرح آزاد اقبال سے باتیں کرتا ہے۔ اور زندگی کے اسرار و رموز کی تفہیم میں اس کی مدد کا متلاشی نظر آتا ہے"۔ ۱۲

آپ ابتداء ہی سے اس قدر اقبال اور اقبالیات کے شوقین تھے کہ آٹھویں جماعت ہی میں تمام کلام اقبال ازبر تھا۔ اس حقیقت کا اظہار جب آپ کے استاد مولانا تاجور نجیب آبادی نے علامہ اقبالؒ سے کیا تھا تو علامہ نے انہیں کہا تھا کہ محروم کے اس لائق بیٹے کو میرے پاس ضرور لائیے تاکہ میں اسے دیکھوں مگر آنجہانی جگن ناتھ آزاد صاحب کے بقول وہ سورج کو کیسے عین نصف النہار دیکھ سکتے، لہٰذا وہ جیتے جی کبھی بھی علامہ سے بالمشافہ ملاقات نہ کر سکے۔ راقم الحروف نے یہی سوال انہیں ماہ جولائی ۲۰۰۱ء میں اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی کے ایک سمینار میں کیا تھا اور آپ نے برابر یہی جواب وہاں بھی مرحمت فرمایا۔

واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے جن مقامات و اماکن کا ذکر اپنے کلام میں کیا ہے آزاد صاحب نے بستر سفر باندھ کر اُن مقامات کی زیارت کر کے وہاں علامہؒ کی تقلید کرتے ہوئے اپنے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کلام میں اس سفر کو زندہ جاوید بنایا۔ مثلاً "بوئے رمیدہ" میں وہ مرسیہ (اسپین) کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ کہتے ہیں۔

کیوں نہ ممتازِ جہاں ہو تیری عالی نسبی
تُو ہے وہ شہر کہ ہے مولدِ ابنِ عربی
مُرسیہ! اُن سے فرومایہ نہیں رتبہ تیرا
قرطبہ ہے کہ ہے غرناطہ کہ اشبیلیہ [۱۳]

علامہ اقبال سے آنجہانی آزاد صاحب کو اتنی والہانہ شفقت اور عقیدت تھی کہ تقریباً ساٹھ سالہ ادبی زندگی انہوں نے فکرِ اقبال کے مختلف ابعاد (Dimensions) کو روشن کرنے میں ہی صرف کی۔ انہوں نے علامہ کی شعر و شاعری اور فکر و فلسفہ پر مبسوط اور مفصل تحقیقی کام کر کے اپنے اس موقف کو پیش کیا ہے:۔

"اقبال کا کلام ایک انسان کا کلام ہے اور اسے اسی خیال سے پڑھنا لازمی ہے۔ اس کلام پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری نہیں بلکہ دوسرے بڑے شعراء کے کلام کی طرح ہمیں اس کے حسن و قبح کو اپنی پرکھ کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھنے کا حق حاصل ہے۔ اس میں ہمیں غلط اندیشیاں بھی نظر آسکتی ہیں، ہم بعض نظریات سے اختلاف بھی کر سکتے ہیں لیکن اس فنکار کا کمال یہ ہے کہ ہم کہیں بھی کلام اقبال کی عظمت سے منکر نہیں ہو سکتے۔ فکرِ اقبال میں یہ عظمتِ اقبال کے اس بنیادی عقیدے سے پیدا ہوئی ہے کہ انسان عظیم ہے اور جادۂ عظمت پر گامزن ہے۔ اقبال کے کلام کو ہم مختصر سے مختصر الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو صحیفۂ عظمتِ آدم کے سوا کوئی نام نہ دے سکیں گے"۔ [۱۴]

آنجہانی آزاد صاحب نے ۱۹۳۶ء سے ہی علامہ اقبال کے بارے میں لکھنا شروع کیا تھا۔ اُن کا پہلا مضمون "اقبال کی منظر نگاری" ۱۹۳۶ء میں "ہمایوں" میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان میں علامہ اقبال کا نام لینا شجرِ ممنوع سمجھا جاتا تھا۔ یہ دور جمود ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۰ء

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تک جاری رہا ۔ اس کی بڑی وجہ یہ گردانی جاتی تھی کہ ملک کی تقسیم کی ذمہ داری علامہ اقبال کے اُس خطبۂ صدارت پر ہے جو انہوں نے ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں پڑھا تھا۔

۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان بھر میں آزاد صاحب نے ہی اس دور جمود کو ختم کر کے اقبالیات کا احیاء فرمایا۔ ''اقبال اور مغربی مفکرین'' آزاد صاحب کی شاہکار تصانیف میں سے ایک ہے جو پہلی بار ۱۹۷۵ء میں دہلی سے شائع ہوئی اور اس کے بعد لگاتار اسکے چار ایڈیشن پاکستان ہی سے شائع ہوئے۔ اس کتاب میں آپ نے علامہ اقبال کو بغیر کسی لاگ لپٹ کے ایک خالص اسلامی نظریہ کی حامل شخصیت قرار دیا ہے اور دوٹوک انداز میں مرحومان آل احمد سرور اور ڈاکٹر تاثیر احمد کے ان مفروضوں کو علمی اور تحقیقی طور پر غلط ثابت کیا ہے کہ اقبال کبھی سوشلسٹ نظریہ کے حامی یا طرفدار رہے ہیں۔

''اقبال اور کارل مارکس'' کے عنوان کے تحت مذکورہ کتاب کے ایک مضمون میں آزاد صاحب بحث کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔

''اقبال کے ان اشعار کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اقبال مغربی یورپ کے جمہوری نظام پر اشتراکی نظام کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اشتراکی نظام کے مقابلے میں وہ اسلام کو بدرجہا بہتر نظام سمجھتے ہیں''۔ ۱۵

اسی کتاب کے اسی مضمون کے حاشیے میں آپ ایک اور قابلِ قدر اور اہم بات کہتے ہیں:۔

'' اس کا ایک تیسرا سبب (یعنی اقبال کو سوشلسٹ کہنا) بعض پڑھے لکھے ہندوستانیوں کا ضعفِ ایمان بھی ہوسکتا ہے۔ وہ ترقی پسندی کے شوق میں اپنے آپ کو سوشلسٹ یا کمیونسٹ کہلانا بھی پسند کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ ہندو یا مسلمان بھی کہلائیں''۔ ۱۶

'' اقبال اور کارل مارکس '' کے اس طویل مضمون میں آپ علامہ اقبال کو خالص نظریۂ اسلامی کا علمبردار قرار دیتے ہوئے ایک جگہ یوں قارئین سے مخاطب ہوتے ہیں:۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مجھے احساس ہے کہ یہ بحث خاصی طویل ہوگئی ہے اور اپنے اس نظریے کی وضاحت میں کہ اقبال کو اسلامی اشتراکی کہنا اقبال ، اسلام اور اشتراکیت تینوں کے ساتھ بے انصافی کرنے مترادف ہے، میں نے ضرورت سے زیادہ اقتباسات پیش کر دیے ہیں لیکن اس کا سبب صرف یہی ہے کہ کہنے کو تو جواہر لال نہرو نے بھی کہہ دیا کہ اقبال عمر کے آخری حصے میں زیادہ سے زیادہ سوشلزم کے قریب آ گئے۔ آل احمد سرور اور عزیز احمد نے بھی انھیں مسلم سوشلسٹ لکھ دیا۔ سردار جعفری نے بھی لکھ دیا ہے کہ انہوں نے ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ میں اشتراکیت کے حق میں کچھ کہا تھا۔ اور ڈاکٹر تاثیر نے بھی کہہ دیا ہے کہ انہوں نے کئی موقعوں پر کھلے لفظوں میں یہ کہا تھا کہ " اگر مجھے کسی مسلم ملک کا ڈکٹیٹر بنا دیا جائے تو پہلا کام جو میں کروں گا یہ ہوگا کہ اس ملک کو سوشلسٹ ملک بنا دوں گا "۔ لیکن اس دعوے کی تائید نہ اقبال کی نظم سے ہوتی ہے اور نہ اُن کی نثر سے۔ "ضربِ کلیم" اور ارمغانِ حجاز "ان کی آخری کتابیں ہیں۔ ان میں کہیں تو ایسی بات نظر آجاتی جس سے آج کا قاری یہ اندازہ لگا سکتا کہ زندگی کے کسی دور میں اقبال اپنے پرانے خیالات سے تائب ہو گئے تھے "۔ ۱۷

اس کے بعد پروفیسر جگن ناتھ آزاد اقبال کی معروف نظم "کارل مارکس" کے یہ اشعار کمیونزم کے رد میں علامہ کی طرف سے پیش کرتے ہیں۔

یہ علم و حکمت کی مہرہ بازی یہ بحث و تکرار کی نمائش
نہیں ہے دنیا کو اب گوارا پرانے افکار کی نمائش
تیری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
خطوط خم دار کی نمائش مریز و کج دار کی نمائش
جہانِ مغرب کے بت کدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں
ہوس کی خون ریزیاں چھپاتی ہے عقل عیار کی نمائش ۱۸

آزاد صاحب نے اقبال کے مضامین، خطوط، ریڈیائی نشریات، آخری دور کے کلام وغیرہ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی روشنی میں بھرپور طریقے سے یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ اقبال اسلامی سوشلسٹ وغیرہ نہیں بلکہ خالصتاً نظریۂ اسلامی کے نقیب، حامی و طرفدار تھے۔ آزاد صاحب کی چند تصانیف کے اس مختصر جائیزے سے راقم الحروف کا مقصد و منشاء یہی ہے کہ قارئین کرام ذرا غور فرماویں کہ کس طرح ایک غیر مُسلم دانشور اور مقتدر ماہرِ اقبالیات بالکل غیر جانبدارانہ و غیر متعصبانہ علمی و تحقیقی انداز فکر و نظر رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہمارے نام نہاد مسلم دانشور دورِ حاضر میں اسلامی فکر و نظر رکھنے میں شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے دراصل پروفیسر آزاد جیسے کافرِ بیدار دل دانشور کے متعلق ہی فرمایا تھا کہ ؎

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

یا

کافرِ بیدار دل پیشِ صنم
بہ ز دیندارِ خفت اندر حرم

****

﴿حواشی﴾

۱؎ اقبال "کلیات اقبال" اردو، ص ۱۰۹۔ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، دسمبر ۱۹۹۷ء

۲؎ جگن ناتھ آزاد "میرے گزشتہ روز و شب" ص ۱۱۔ مشمولہ محمد منظوم عالم "جگن ناتھ آزاد فکر و فن" ص ۱۵، محروم میموریل لیٹریری سوسائٹی، نئی دہلی ۱۹۹۹ء۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۳: جگن ناتھ آزاد "بیکراں" ص ۱۹۔ محروم میموریل لیٹریری سوسائیٹی نئی دہلی ۱۹۹۲ء۔
۴: جگن ناتھ آزاد "نوائے پریشاں" ص ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۷۔ مکتبہ علم و دانش مزنگ لاہور پاکستان ۱۹۹۲ء
۵: معارف، فروری ۱۹۵۲ء۔
۶: بحوالہ معارف (اعظم گڈھ) جون ۱۹۵۲ء۔
۷: معارف اعظم گڈھ اپریل ۱۹۹۳ء۔ بعد میں یہ نظم آزاد صاحب کی مجموعہ "نسیم حجاز" میں ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔
دیکھئے "نسیم حجاز" ص ۱۵۵، ۱۶۰۔ محروم میموریل لیٹریری سوسائیٹی نئی دہلی ۱۹۹۹ء۔
۸: جگن ناتھ آزاد۔ "نسیم حجاز" ص ۶۰۔ محروم میموریل لیٹریری سوسائیٹی نئی دہلی ۱۹۹۹ء۔
۹: ڈاکٹر عرش صدیقی "جگن ناتھ آزاد بحیثیت شاعر"۔
۱۰: رسالہ "العطش" ص ۵۸ شمولہ یاسمین کوثر "جگن ناتھ آزاد بطور اقبال شناس" ص ۲۴۹۔ اردو فورم ایور گرین کمپوزرز اینڈ پبلشرز جموں توی، اشاعت دوم ۲۰۰۲ء۔
۱۱: ماہنامہ سیارہ "اشاعت خاص" ص ۳۶۷۔
۱۲: ڈاکٹر عرش صدیقی "جگن ناتھ آزاد بحیثیت شاعر"۔
۱۳: جگن ناتھ آزاد "بوئے رمیدہ" ص ۳۹۶ مونو مینٹل پبلشرز نئی دہلی ۱۹۹۷ء۔
۱۴: جگن ناتھ آزاد "اقبال اور اس کا عہد" ص ۱۰۹، محروم میموریل لیٹریری سوسائیٹی نئی دہلی ۱۹۹۷ء۔
۱۵: جگن ناتھ آزاد "اقبال اور نئی مفکرین" ص ۹۸، مکتبہ عالیہ، لاہور پاکستان ۱۹۹۴ء۔
۱۶: جگن ناتھ آزاد "اقبال اور مغربی مفکرین" ص ۷۹ مکتبہ عالیہ، لاہور پاکستان ۱۹۹۴ء۔
۱۷: جگن ناتھ آزاد "اقبال اور مغربی مفکرین" ص ۸۶۔۸۵۔ مکتبہ عالیہ، لاہور پاکستان ۱۹۹۶ء۔
۱۸: علامہ اقبال "کلیات اقبال" اردو۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ڈاکٹر جاوید اقبال کی شخصیت اور اقبال شناسی پر ایک نظر

(۱)

حالاتِ زندگی

۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کی شب ۹ بجکر ۳۰ منٹ پر جاوید اقبال سیالکوٹ شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ دانائے راز، شاعر مشرق و مفکر ملت حضرت علامہ اقبالؒ کے زندہ جاوید فرزندِ ارجمند ہیں۔ والدین کی طرف سے آپ بڑے ناز و نعم سے پرورش پا رہے تھے کہ اچانک جوانی کے عالم میں آپ کی ماں سردار بیگم واصل بحق ہو جاتی ہیں۔ اس کے تین سال بعد آپ کے والد محترم بھی آپ کو داغ مفارقت دے کر عالم آخرت کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ بچپن ہی میں والدین کی اس جدائی کا قلق اب تک ڈاکٹر جاوید اقبال محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ ان جانکاہ واقعات کی جانکاری دلاتے ہوئے آپ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں:۔

"میری والدہ کا نام سردار بیگم تھا۔ انھوں نے ۲۳ مئی ۱۹۳۵ء کو بیالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ تب میری عمر گیارہ برس تھی۔ میری چھوٹی بہن منیرہ کی تاریخ ولادت ۳۰ اگست ۱۹۳۰ء ہے۔ ماں کی رحلت کے وقت وہ تقریباً پانچ برس کی تھیں اور انھیں ماں یاد بھی نہیں۔ میری گیارہ سال کی عمر میں سے اگر پانچ برس بچپن کے نکال دیے جائیں تو میں نے اپنی والدہ کے ساتھ ہوش و حواس کی عمر کے صرف چھ سال ہی گزارے ہیں۔ اسی طرح میرے والد ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء اکسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے جب میں تقریباً چودہ برس کا اور منیرہ آٹھ برس کی تھیں۔ اس حساب سے میں نے ہوش و حواس کی عمر کے صرف نو برس اور منیرہ نے تین برس باپ کی معیت میں گزارے۔ جب ماں باپ کم عمری میں چل بسیں تو بعد کی زندگی میں کسی بھی عزیز کی موت کا اتنا رنج نہیں ہوتا" [1]

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اگرچہ جاوید صاحب کی ولادت باسعادت اپنے آبائی گھر سیالکوٹ میں ہی ہوئی ہے لیکن انہوں نے زندگی کا بیشتر ابتدائی زمانہ اپنے والد محترم کے کرایہ کے مکان جولاہور میں واقع تھا گزارا ہے۔ آپ کو اُس زمانے کی یادیں اب تک ستا رہی ہیں۔ شاید اسی لئے اُس گھر کا یوں نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"۔۔۔۔ اگر میں اپنی یاداشت کو پیچھے لے جاؤں تو میری نگاہوں میں لاہور کی وہ کوٹھی ابھرتی ہے جہاں میں نے اپنی زندگی کا بیشتر ابتدائی حصہ گزارا (۱۱۶ میکلوڈ روڈ، جو اب محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں ہے) اس زمانہ میں یہ کوٹھی چند ہندو یتیم بچوں کی ملکیت تھی اور میرے والد نے اُن کے ولی سے کرایہ پر لے کر رکھی تھی۔ کوٹھی کا حدود اربعہ کچھ اس طرح تھا۔ گھر میکلوڈ روڈ قدے پیچھے ہٹ کر بنا تھا۔ اس کی مشرق کی سمت چھوٹا سا قبرستان تھا جس کے ساتھ پارسی سیٹھ سدھوا کے ایکسلسیر ہوٹل کی سہ منزلہ عمارت تھی۔ مغرب کی طرف ڈاکٹر نہال چند کی کوٹھی تھی۔ شمال میں ایک چھوٹے سے گھر میں کوئی ہندو خاندان مقیم تھا۔ دوسرے حصہ میں ایک مسلم بیوہ رہتی تھیں اور تیسرے حصہ میں غریب نومسلموں (جنہیں مصلی کہتے تھے) کا محلہ تھا۔ شمال مغرب میں اس گھر کی حد بندی کے پار دیال سنگھ کالج کی گراؤنڈ تھی" ۲

چند دلچسپ حقائق بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب ہمیں اپنے بچپن کی یہ یاد داشت بھی بیان کرتے ہیں کہ اُن کا جنم دن نہیں منایا جاتا تھا لیکن اُن کی ماں اُس روز قربانی کا بکرا ضرور دیتی تھیں اور یہ سلسلہ اُن کی ماں نے اپنی وفات تک جاری رکھا تھا۔ اسی طرح سے وہ اپنے بچپن کی یہ داستان بھی ہمیں سنا کر محظوظ کرتے ہیں کہ انہیں سفید رنگ کی بکری بہت پسند تھی جو ایک لیلا کے طور پر اُن کی ماں نے انہیں تحفہ میں دی تھی۔ جاوید صاحب نے اُس بکری کا نام "ٹیبو" رکھا تھا۔ اِس بکری کے مرنے پر بچپن میں جاوید صاحب نے خون کے آنسو بہائے ہیں۔ آپ خود اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ٹیبو" بیچاری بیمار ہو کر مر گئی اور میں اس کے سوگ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں بہت رویا۔ میری ماں نے بہتیرا کہا کہ اُسی کا ایک لیلا منگوا دیتی ہوں۔ لیکن میں نہ مانا اور اس کے بعد میں نے کبھی کوئی پالتو جانور نہ رکھا"۔ ۳

ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب بچپن کی ایک اور یاد سے بھی ہمیں محظوظ کرتے ہیں کہ اُن کے والد یعنی علامہ اقبالؒ خود تو کسی قسم کا خون بہتے نہ دیکھ سکتے تھے لیکن جاوید کو حکم تھا کہ قربانی کی عید کے روز بکرا ذبح ہوتے وقت موقع پر موجود رہیں۔

جاوید اقبال کے مطابق اُن کے والدین نے انھیں نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے کے لئے مجبور نہیں کیا یعنی شاید اقبالؒ ڈانٹ ڈپٹ سے بچے کو نمازی یا روزہ پر پابند رکھنے کے قائل نہ تھے بلکہ دل سے اس نعمت غیر مترقبہ کو پانے کے حق میں تھے۔ یہی وجہ ہے جب بقول ڈاکٹر جاوید اقبال "میں نے اگر کبھی نماز پڑھی تو اپنی مرضی سے پڑھی کسی کی تلقین پر نہیں پڑھی۔ ایک مرتبہ شاید اچانک میرے والد نے مجھے نماز پڑھتے دیکھ لیا تو انھوں نے اپنی مسرت کا اظہار ان اشعار میں کیا۔

سحر جاوید را در سجدہ دیدم
بہ صبحش چہرۂ شامم بیارائے" (ارمغانِ حجاز)

(ترجمہ: میں نے صبح کے وقت اپنے بیٹے جاوید کو سجدہ میں پڑا دیکھا۔ (اے اللہ) اس کی صبح سے میرے شام کے چہرے کو زینت دے)

میاں بیوی میں اکثر و بیشتر تکرار وغیرہ ہوتی رہتی ہے اور بچوں پر بھی اس کا ایک خاص اور انمٹ اثر رہتا ہے۔ علامہ اقبالؒ بھی ایک انسان ہی تھے لہٰذا بشری کمزوریوں سے کیسے بچ پاتے۔ اس طرح کے ایک واقعہ کو جاوید اقبال صاحب یوں بیان کرتے ہیں:۔

"میں نے چند بار ماں باپ میں تکرار ہوتے بھی دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ تو میری والدہ کا اصرار تھا کہ والد باقاعدگی سے وکالت کریں کیوں کہ گھر کے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ نیز کرایہ کی کوٹھی میں رہنے کے بجائے اپنا گھر بنوائیں۔ یہ منظر اب تک میری نگاہوں کے سامنے ہے کہ والدہ میرے والد کے ذاتی کمرے میں کھڑی انہیں کوس رہی تھیں اور روتے ہوئے کہہ رہی ہیں کہ میں اس گھر میں ایک

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لونڈی کی طرح کام کرتی ہوں اور ساتھ ہی پیسے بچانے کی کوشش میں لگی رہتی ہوں ۔ دوسری طرف آپ ہیں کہ بجائے نیک نیتی سے کچھ کرنے کے ، بستر پر دراز شعر لکھتے رہتے ہیں اور جواب میں میرے والد صاحب لیٹے ہوئے بغیر کچھ منہ سے بولے کھسیانی ہنسی ہنس رہے ہیں" ۴

تعلیم و تربیت کیلئے ڈاکٹر جاوید اقبال کو ابتدا میں سیکرڈ ہارٹ مشنری سکول میں داخل کیا گیا جہاں لڑکیوں کے ساتھ ساتھ پڑھائی ہوتی تھی ۔ اُس وقت اُن کی عمر پانچ ساڑھے پانچ برس کی تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کے متعلق فکر مند رہتیں کہ سارے دن گھر سے دور جاوید میاں کیسے رہ سکے گا۔ والد انہیں دلاسا دیتے لیکن ساتھ ہی خود بھی اپنے دیرینہ ملازم علی بخش سے پوچھتے کہ جاوید کو لینے کب جاؤ گے؟ چھٹی ہونے پر جب ننھا جاوید گھر آتا تو والدہ برآمدے میں کھڑی آپ کی راہ تک رہی ہوتی تھیں۔ والد محترم علامہ اقبال بھی اپنے کمرے سے اُٹھ کر آتے اور پوچھنے لگتے کہ کہیں اداس تو نہیں ہو گئے۔

دراصل جاوید اقبال اپنے والدین کے ہاں دس بارہ برس کے شدید انتظار کے بعد پیدا ہوا تھا اسی لئے دونوں میاں بیوی جاوید کو بہت چاہتے تھے لیکن ننھے جاوید صاحب کو ہمیشہ شکایت رہتی کہ اُن کے والدین اُنہیں وہ پیار و محبت نہیں دیتے ہیں جو عام والدین اپنے بچوں کو دیتے ہیں۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ وہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

"مجھے یاد نہیں کہ اُنہوں نے (والدہ نے) مجھ پر کبھی ایسی شفقت یا پیار کا اظہار کیا ہو جس کی توقع بچے اپنی ماؤں سے رکھتے ہیں۔ البتہ میں نے سن رکھا ہے کہ وہ جب کبھی بھی مجھے پیار کرتیں میرے سونے کے عالم میں کرتیں۔ شاید اسی لئے بچپن میں میرے ذہن سے یہ خیال بھی گزرا کرتا کہ میری ماں دراصل میری حقیقی ماں نہیں بلکہ سوتیلی ماں ہے۔"

دراصل ننھے جاوید بچپن میں بے حد شریر تھے، اس لئے والدہ سے مار کھانا اُن کا معمول بن چکا تھا۔ اُن کی والدہ محترمہ کا اصول یہی تھا کہ اولاد کو کھانے کو دو سونے کا نوالہ پر دیکھو قہر کی نظر سے۔

اپنی والدہ کا ایک انوکھا واقعہ پیش کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

والدہ خود چاہے مجھے کتنا مار لیں، کسی اور کو مجھ پر ہاتھ اُٹھانے نہ دیتی تھیں۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ والد نے کسی شرارت پر مجھے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا لیکن والدہ بیچ میں آ کھڑی ہوئیں اور اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ والد نے دوسرا ہاتھ اُٹھایا تو والدہ نے وہ بھی پکڑ لیا۔ اس دوران میں تو خوف کے مارے نیچے بیٹھا والدہ کی ٹانگ سے چمٹا رہا لیکن وہ دونوں اس عجیب صورت حال پر کھلکھلا کر ہنسنے لگے"۔

بہر حال نو برس کی عمر میں جاوید کو سیکنڈ ڈہارٹ سے فارغ کر دیا جاتا ہے کیوں کہ اس سے بڑی عمر کے لڑکے لڑکیوں کے سکول میں نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ ابتدائی تعلیم انگریزی میں ہونے کے سبب انہیں لاہور کے سنٹرل ماڈل سکول میں داخل ہونے سے پیشتر ایک سال کے لئے سینٹ فرانسس سکول انارکلی میں داخلہ لینا پڑا۔ یہاں انکے رفیق و شفیق استاد ماسٹر تارا چند تھے جو جاوید کو گھر آ کر بھی پڑھاتے تھے۔ ڈاکٹر جاوید کے مطابق ماسٹر تارا چند لڑوالی سفید پگڑی، ہاف کوٹ، قمیص شلوار پہنتے تھے۔ انہیں بڑی بڑی سیاہ مونچھیں تھیں جن پر وہ گھی لگایا کرتے۔ نہایت نرم مزاج اور شفیق استاد تھے۔

ایک سال کے بعد جاوید میاں سینٹرل ماڈل سکول کی پانچویں جماعت میں داخل ہوئے اور کچھ مدت تک ماسٹر تارا چند ہی سے اردو پڑھتے رہے۔ ڈاکٹر جاوید صاحب، اپنی سوانحی حیات میں رقمطراز ہیں:۔

"اردو زبان میں میری دلچسپی اور اردو لکھنے میں میری خوشخطی بھی ماسٹر تارا چند ہی کی بدولت ہے۔ وہ میرے پہلے استاد تھے جنہوں نے اپنا نقش کسی نہ کسی صورت میں مجھ پر چھوڑا۔ میں انہیں آج تک فراموش نہیں کر سکا"۔ ۵

ننھے جاوید اقبال "جاوید منزل" میں پہنچ گئے :۔

پہلے اس بات کا بھی ذکر کیا گیا کہ ڈاکٹر جاوید اقبال کی والدہ محترمہ اکثر علامہ اقبال کو اپنا گھر یا اپنا مکان خریدنے پر اصرار کر رہی تھیں۔ بالآخر چند سال بعد ڈاکٹر صاحب کی والدہ محترمہ کے گھر اخراجات سے بچاتے ہوئے روپیوں اور اُن کے زیورات کی فروخت سے اراضی خریدی گئی اور

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میکلوڈ روڈ (اب علامہ اقبال روڈ) پر عمارت کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ اس مکان کا نقشہ علامہ کے برادرِ اکبر شیخ عطا محمد نے بنایا (جو ڈرافٹس انجینیر ہی تھے) اور تعمیر بھی انہی کی زیرِ نگرانی کی گئی۔ اراضی اور کوٹھی جاوید منزل (اب علامہ اقبال میوزیم بہ تحویل محکمہ آثارِ قدیمہ) سردار بیگم یعنی جاوید اقبال کی والدہ محترمہ کے نام کی گئی جو کہ انہی کی ملکیت تھی۔ گھر کی تعمیر کی تکمیل کے بعد جب علامہ اقبال کا کنبہ میکلوڈ روڈ پر اُٹھ آتے تو جاوید صاحب کی والدہ تب بیمار ہو چکی تھیں اس لئے وہ اس نئے گھر میں بیمار گاڑی میں ہی لائی گئیں کیوں کہ بقول ڈاکٹر جاوید اقبال کے وہ سخت علیل تھیں۔ انہیں چارپائی پر لیٹے اندر لایا گیا۔ دوسرے روز علامہ اقبال انہیں دیکھنے زنانخانے میں آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں کچھ کاغذات اُٹھا رکھے تھے اور جاوید اقبال کی ماں سے کہنے لگے کہ اس مکان کو جاوید کے نام ہبہ کر دو۔ لیکن والدۂ جاوید نہیں مانتی تھیں وہ کہتی تھیں کہ انہیں کیا معلوم یہ لڑکا بڑا ہو کر کیسا نکلے۔ اس نے مزید اقبالؒ سے کہا کہ وہ جلد صحت یاب ہو جائیں گی لہٰذا فکر نہ کرنا اس پر علامہ اقبال نے انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ والدۂ جاوید نے اس کے بعد بغیر کچھ کہے ہبہ نامہ پر دستخط کر دیئے۔ یوں "جاوید منزل" جاوید اقبال کے نام منتقل ہو گئی۔ جاوید اقبال کے مطابق اُن کے والدِ محترم نے ایک کرایہ نامہ بھی تحریر کیا تھا جس کی رو سے آپ "جاوید منزل" میں اُس کے ایک کرایہ دار کی حیثیت سے رہنے لگے۔ آپ یعنی علامہ اقبال جاوید اقبال کو سامنے کے تین کمروں میں رہائش کا پیشگی کرایہ ہر ماہ کی اکیس تاریخ کو ادا کرتے تھے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کے مطابق نئے گھر میں آنے کے تیسرے یا چوتھے روز اُن کی والدہ پر اچانک غشی کا عالم طاری ہو گیا۔ کوئی پانچ بجے شام کے قریب جب جاوید کو اُن کے پاس لے جایا گیا تو وہ بستر پہ بیہوش پڑی تھیں۔ جاوید اقبال نے اُن کے حلق میں شہد ٹپکایا اور روتے ہوئے کہا "اماں! میری طرف دیکھئے"۔ آپ نے آنکھیں کھول کر لحظہ بھر کے لئے جاوید کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اسی شام انہوں نے غشی کے عالم میں داعی اجل کو لبیک کہا اور رات کو

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بی بی پاکدامن کے قبرستان میں دفنادی گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ماں کا سایہ اُٹھنے کے ساتھ ہی جاوید اقبال اور اُن کی بہن مُنیرہ کو ایک مسیحی عقیدہ رکھنے والی جرمن لیڈی ڈورس کی زیرِ نگرانی رکھا گیا۔ جس نے پُرخلوص انداز سے ان دو یتیموں کو پالا پوسا۔ علامہ اقبال کو ان کی طرف زیادہ توجہ کی فرصت نہیں تھی مگر ماں کی جدائی کے بعد وہ اپنے ان دو لاڈلے بچوں کا خیال رکھتے تھے۔ اِدھر جاوید اقبال کو اردو ادب سے متعلق کتب اور افسانے پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ باغ و بہار (قصہ چہار درویش) حاتم طائی، طلسم ہوش ربا اور عبدالحلیم شرر کے سب ناول اُنہوں نے ساتویں جماعت ہی میں پڑھ ڈالے تھے۔ یہاں تک کہ جب ساتویں جماعت کے دوران ہی اُن کے ہاتھ الف لیلےٰ لگ گئی اور وہ اس کتاب سے اس قدر مسحور ہوئے کہ رات گئے تک اسے پڑھتا رہتا جس کی وجہ سے ساتویں جماعت کے امتحان میں فیل ہو گئے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کے مطابق جب اُن کی اس ناکامی کی خبر ان کے فلسفی والد جناب ڈاکٹر علامہ اقبال کو ہوئی تو وہ برہم نہ ہوئے بلکہ فرمایا "اگر تم امتحان میں کامیاب ہو جانے کے بعد الف لیلےٰ پڑھتے تو تمہیں اور بھی لطف آتا"۔

اُسی زمانے کے ایک اہم واقعے کو بیان کرتے ہوئے جاوید اقبال صاحب اپنی خودنوشت سوانح حیات میں یوں رقمطراز ہیں:۔

"والد کو معلوم تھا کہ مجھے بڑی بڑی شخصیتوں کے آٹوگراف لینے کا شوق ہے۔ گو وہ میری اس عادت کو نہ تو برا سمجھتے اور نہ سراہتے تھے۔ مگر مئی ۱۹۳۶ء کی ایک شام اُنہوں نے مجھے خاص طور پر بُلوا کر کہا کہ ہمارے یہاں ایک مہمان آ رہے ہیں۔ جب وہ آ کر بیٹھ جائیں تو تھوڑی دیر بعد میں کمرے میں داخل ہوں اور اُن سے آٹوگراف لینے کی استدعا کروں چنانچہ جب مہمان تشریف لے آئے تو میں اُن کے حکم کے مطابق کمرہ میں داخل ہوا۔ والد کے ساتھ صوفہ پر ایک دبلے پتلے مگر نہایت خوش پوش شخص بیٹھے تھے۔ ان کی نگاہوں میں عقاب ایسی پھرتی تھی۔ ان کے ساتھ سفید کپڑوں میں ملبوس

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بیک دبلی پتلی خاتون بھی تھیں۔ والد نے ان سے میرا تعارف کریا اور میں نے آٹوگراف کی کتاب آگے بڑھادی۔ مہمان نے مجھ سے انگریزی میں پوچھا "کیا تم بھی شعر کہتے ہو؟" میں نے جواب دیا "جی نہیں"۔ اس پر فوراً دوسرا سوال آیا "پھر تم بڑے ہو کر کیا کرو گے؟" میں خاموش رہا۔ وہ ہنستے ہوئے والد سے مخاطب ہوئے "کوئی جواب نہیں دیتا"۔ "وہ جواب نہیں دے گا" والد بولے "کیوں کہ وہ اس دن کا منتظر ہے جب آپ اسے بتائیں گے کہ اسے کیا کرنا ہے"۔ میری آٹوگراف کی کتاب پر دستخط کر دیئے گئے۔ یہ میری خالق پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور محترمہ فاطمہ جناح سے پہلی ملاقات تھی۔ تب قائداعظم کو پنجاب میں زیادہ لوگ نہ جانتے تھے اور مسلم عوام پاکستان کے تصور سے ابھی روشناس نہ ہوئے تھے۔ بہر حال میں نے اس مختصر سے عرصہ میں یہ اندازہ کر لیا کہ والد اُن کی کس قدر عزت کرتے ہیں"۔

۱۹۳۱ء کا ایک اہم واقعہ:۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں کہ انہیں بچپن میں موسیقی سے بھی خاصا لگاؤ تھا لیکن ان کے گھر میں نہ تو ریڈیو ہی کی سہولیات تھیں اور نہ ہی گراموفون تھا جو اُن دنوں آجکل کے Tape recoder کا نعم البدل تھا۔ ڈاکٹر جاوید کے مطابق گانا سننے کا شوق تو اُنکے والد محترم کو بھی تھا، اسی لئے وہ جوانی میں ستار بجاتے تھے اور جب کبھی فقیر نجم الدین گھر پر انہیں طاؤس بجا کر سناتے تو جاوید اقبال کو بھی پاس بٹھالیا کرتے۔ ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے جب علامہ اقبال "انگلستان گئے تو جاوید اقبال نے انہیں ایک اوٹ پٹانگ سا خط (پہلا) خط لکھا اور خواہش ظاہر کی کہ جب واپس آئیں تو ان کے لئے ایک گراموفون لیتے آئیں۔ گراموفون علامہ اپنے لاڈلے لختِ جگر کے لئے نہ لائے البتہ جاوید صاحب کے اس خط کے جواب میں یہ لاثانی نظم رقم کر کے بھیجی۔

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خانہ شیشہ گران فرنگ کے احسان
سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر
میں شاخ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر
میرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر
میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر [۲]

۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو علامہ اقبالؒ نے ایک ضروری تحریر اپنی یادداشت کی کتاب میں لکھی جس میں خصوصی طور پر اپنے بیٹے جاوید اقبال کو خطاب کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے:۔

"جاوید کو میری عام وصیت یہی ہے کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھے۔ میرے بڑے بھائی کی اولاد سب اس سے بڑی ہے۔ اُن کا احترام کرے اور اگر ان کی طرف سے کبھی سختی ہو بھی تو برداشت کرے۔ دیگر رشتہ داروں کو اگر اس سے مدد کی ضرورت ہو اور اس میں ان کی مدد کی توفیق ہو تو اس سے کبھی دریغ نہ کرے۔ جو لوگ میرے احباب ہیں، ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے اور ان سے اپنے معاملات میں مشورہ کر لیا کرے۔ باقی دینی معاملات میں میں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا جو ارکانِ دین میں سے نہیں ہیں، سلف و صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد میں کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔ جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لئے ہیں، ان سے احتراز کرے۔ بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہوتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔ میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے۔ غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہئے اور ائمہ اہل بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہئے"۔ [۳]

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

: اکثر جاوید اقبال جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا گیا اپنے والد محترم کی حیات میں ہی ساتویں جماعت میں ناکام ہو گئے تھے جس کے بعد انہیں گھر میں پڑھانے کیلئے سنٹرل ماڈل اسکول کے ایک استاد غلام ناصر خان کی خدمات حاصل ہو گئیں ۔ توجہ سے جاوید صاحب نے اگلے سال نہ صرف ساتویں جماعت میں کامیابی حاصل کی بلکہ بعد ازاں والد کی حیات ہی میں آٹھویں جماعت میں کامیاب ہوا اور سائنس کے پرچے میں جماعت میں اول آیا۔ جس پر ان کے نامدار والد علامہ اقبالؒ بہت خوش ہوئے اور انہیں خیال پیدا ہوا کہ اگر جاوید یوں ہی آئندہ کلاسوں میں سائنس کے موضوع پر اپنی دلچسپی برقرار رکھیں اور میڈیکل ڈاکٹر بننے کا قصد کریں تو وہ انہیں اعلیٰ تعلیم کی حصول کی خاطر وی آنا (آسٹریا) بھیجیں گے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ کیونکہ ان کے والد محترم انہیں آٹھویں جماعت ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ اور آپ اب نویں جماعت میں چڑھ گئے۔ یوں اب وہ اس رفیق و شفیق مگر با رعب اور برگزیدہ والد سے محروم ہو گئے جو انہیں علم و عمل سے ہی لیس ہو کر دیکھنے کے متمنی تھے۔ اسی لئے وہ انہیں ہر وقت برے عادات اور بری صحبت سے دور رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے مگر اب تو بقول خود جاوید اقبال وہ تمام بندھنوں اور قیود سے آزاد ہو گئے تھے اس لئے انہیں جو جی میں آیا کرتے گئے۔ حالانکہ تمام اہلِ بصیرت اور علامہ اقبال کے منتخب کردہ اہل الرائے وزیر کبیر والیوں کی رہبری و رفاقت ان دونوں بھائی بہن کو شامل حاصل تھی لیکن پھر بھی بے پناہ لاڈ پیار کی وجہ سے جاوید اقبال اکثر و بیشتر شتر بے مہار کی وجہ سے آزاد ہی تھے۔

یہی وجہ ہے کہ 9th class میں انہیں ایک ایسا ساتھی ملا جنہیں پڑھائی کے ساتھ قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی ۔ پس انہی کی معیت میں جاوید اقبال بھی سکول سے بھاگ کر پڑھائی کے اوقات جہانگیر کے مقبرے یا ہرن مینار پر گزارنے کے عادی ہو گئے۔ اس صاحب کا نام شفیق احمد تھا جو حکیم طاہر الدین کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ جاوید اقبال صاحب اپنے اس بچپن کے دوست کے ساتھ اپنی عیش و عشرت کی پرانی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں کہ "بعض اوقات ریل کا سفر ہماری

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دلچسپی کا باعث بنتا اور ہم دونوں ٹکٹ لے کر گوجرانوالہ، وزیر آباد، سیالکوٹ اور جموں تک پہنچ جاتے اور جموں کے دریائے توی کے ٹھنڈے پانیوں میں نہا چکنے کے بعد لاہور واپس آتے"۔ اس دربدری کی وجہ سے آپ ۱۹۳۹ء میں یعنی مرحوم و مغفور والد صاحب کی وفات سے تقریباً ایک سال بعد آپ کا نتیجہ نکلتا ہے اور آپ نویں کے امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔

بہر حال علامہ کے دست راست اور جاوید و منیرہ کے والی (Guardian) چودھری محمد حسین مرحوم نے ذاتی دلچسپی لیکر جاوید اقبال کو اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ میں داخل کرا کے قابل قدر اساتذہ کی تعلیم و تربیت سے ۱۹۴۰ء میں سیکنڈ پوزیشن کے ساتھ میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ یوں جاوید صاحب چودھری محمد حسین صاحب کی وساطت سے گورنمنٹ کالج کے فسٹ ائیر میں داخل ہو گیا۔ ۱۹۴۲ء میں انہوں نے ایف اے تھرڈ ڈویژن میں پاس کیا اور اسی کالج میں تھرڈ ائیر میں داخل کیے گئے۔ ایف اے میں جاوید اقبال کے مضامین انگریزی، عربی، جغرافیہ اور اردو تھے۔ اردو میں "مسدس حالی" کورس میں شامل تھی۔ بی۔ اے میں جاوید اقبال نے چودھری محمد حسین مرحوم سے دیوانِ غالب پڑھی اور اس طرح وہ فکری اور روحانی طور پر چودھری صاحب ہی کے زیر اثر آ ہی گئے بلکہ اب انہیں زندگی کی اصل حقیقت اور والد محترم کی اصل میراث ہاتھ آنے لگی۔ اس سلسلے میں وہ خود یوں گویا ہوتے ہیں:۔

"بی۔ اے میں مجھے چودھری صاحب (یعنی چودھری محمد حسین مرحوم) سے دیوانِ غالب پڑھنے کا اتفاق ہوا اور اس طرح میں فکری اور غالباً روحانی طور پر ان کے زیر اثر آ گیا۔ وہ غالب اس انداز سے پڑھاتے کہ کسی شعر کے معانی کی وضاحت کرتے کرتے کسی اور ہی جانب نکل جاتے اور میں رستہ میں ان کا منتظر کھڑا رہ جاتا۔ میرے اور ان کے رشتہ کا فکریاتی اور جذباتی پہلو اس قدر لطیف ہے کہ اسے الفاظ کے احاطے میں لا سکنا میرے لئے ممکن نہیں۔ غالب کے ذریعے میں نے اردو ادب کا گہرا مطالعہ کیا اور ابتداء سے لیکر ترقی پسند تحریک تک پہنچا۔ غالب کے ذریعے میرے دل میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن،

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یونانی اور روسی ادب کے مطالعہ کے لئے تجسس پیدا ہوا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ چودھری صاحب سے اشعارِ غالب کی تشریح نے ہی مجھ میں فلسفہ بطور موضوع پڑھنے کا ذوق پیدا کیا۔ غرض یہ کہ غالب کی شاعری نے میرے لئے کئی دروازے کھول دئے۔ چودھری صاحب نہ صرف خزینۂ غالب تک پہنچنے کی کلید ثابت ہوئے بلکہ بعد ازاں جاوید نامہ میں خطاب بہ جاوید پڑھانے سے ان کی رہبری میں میرے سفرِ دراقبال کی ابتداء ہوئی۔ یہ میری زندگی کا وہ دور ہے جب میں نے اپنی میراث کو پانے کیلئے تگ و دو شروع کی۔ مجھے احساس ہوتا چلا گیا کہ میری میراث دولت یا جاہ و حشمت نہیں، علم ہے۔ علم ہی وہ میراث ہے جو مجھے باپ سے ملی ہے"۔ ۸

اس طرح جاوید اقبال صاحب بی۔اے (آنرز) کا امتحان سکینڈ ڈویژن میں پاس کرتے ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں آپ ایم۔اے میں داخلہ لینے کیلئے انگریزی ادب کا انتخاب کرتے ہیں۔ اُن کے بقول انہوں نے اسی سال سے علم کی تحصیل کی خاطر صحیح معنوں میں تگ و دو شروع کی۔ اس طرح سے اردو ادب کے بعد انگریزی ادب کے مطالعہ نے جاوید صاحب کے قلب و ذہن کو وسعت اور ہمہ گیریت عطا کی۔ اُن کے بقول اس وسعت نے انھیں اخلاقی طور پر فطرت میں چھپی ہوئی عجز (انکساری) کی خصوصیت کو بھی اُجاگر کیا۔

اب انہیں تخلیقی تحریروں کے تجربات شروع ہوئے اب ایم۔ اے کے دوران ہی جاوید اقبال صاحب کی تخلیقی تحریروں کے تجربے مضمونوں اور افسانوں کی شکل میں کالج کے ادبی رسالہ راوی کی زینت بننے لگے۔ اُن کی پہلی ادبی کوشش ایک افسانہ تھا جس کا تعلق "کوؤں" سے تھا۔ یہ افسانہ اُن کے خیال کے مطابق تقریباً ۱۹۴۵ء ہی میں "راوی" نام کے اُس کالج میگزین میں چھپا۔ اُس زمانہ میں اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کا سب سے اہم نقیب رسالہ "ادبِ لطیف" تھا جس کے مدیر احمد ندیم قاسمی تھے۔ اور بھی کئی ادبی رسالے اور میگزین دہلی اور بمبئی سے نکلتے تھے مگر وہ اتنے مقبول نہ تھے۔ بہر حال جاوید صاحب نے کبھی لاہور کی کسی ادبی محفل میں اُس زمانے میں شرکت

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نہ کی۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ ترقی پسند تحریک کی سیاست سے آپ متاثر نہیں ہوئے البتہ ادب میں اظہار کی نئی راہوں کو تلاشنے میں ترقی پسندی قبول فرمائی ۔ چونکہ آپ فطرتاً جدت پسند واقع ہوئے ہیں اسلئے ادب، فکر یا زندگی کے کسی بھی شعبہ میں فرسودگی کو قبول کر لینا اُنکے لئے ناممکن تھا۔

انگریزی ادب کی تعلیم کے دوران جس پہلو (Aspect) نے انھیں سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یونانی ڈرامہ یا دوسرے الفاظ میں یونانی تصور "المیہ" (ٹریجڈی) تھا، لہٰذا انھوں نے ارسطو (Aristotle) کے رسالہ بوطیقا کے موضوع پر نہ صرف ایک مدلل مضمون ہی شائع کیا بلکہ اردو ادب کی مختلف صنفوں میں سے ڈرامہ نویسی ہی کو اپنا لینے کی کوشش کی۔ لہٰذا نئے ادبی تجربات پر مبنی اُن کے ڈرامے، افسانے وغیرہ ادب لطیف یا دیگر ترقی پسند رسالوں میں شایع ہونے لگے۔ بعض ڈرامے آل انڈیا ریڈیو نے کئی بار اپنے مختلف مرکزوں سے نشر بھی کئے۔ جاوید صاحب کے مطابق احمد ندیم قاسمی صاحب نے آپ کی کافی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس کے بعد محمد حنیف رامے نے بھی رسالہ "نصرت" نکالا اور اس زمانہ میں ایک بار وہ سائیکل پر سوار ہو کر جاوید اقبال کے گھر تشریف لا کر اُن کا طویل انٹرویو لیا اور بعد میں شائع کیا۔

جاوید اقبال کے مطابق اُن کی زندگی کے وہ چند سال کئی اعتبار سے بڑے اہم تھے مثلاً ادبی نقطۂ نگاہ سے وہ یونانی تصور "المیہ" سے کیونکر متاثر ہوئے تھے؟ ادب کے مختلف صنفوں میں سے ڈرامہ نویسی ہی کو کیوں اپنا بیٹھے؟ دراصل اُن ایام میں اُن جیسے ہزاروں مسلمان طلباء کی سیاسی زندگی میں مختلف النوع انقلابات وقوع پزیر ہو رہے تھے۔ ہندو مسلم فسادات ہو رہے تھے۔ مسلمان زندگی کی ہر ڈگر سے احساس محرومی کا شکار تھے۔ فکری افراتفری ہر جگہ لوگوں کو مضمحل کئے ہوئی تھی۔

"المیہ" کا تعلق مجموعی طور پر انسانی زندگی کے آلام یا اُن کی محرومیوں سے ہے اور اس کی جھلک تمام زبانوں کے ادب میں نظر آسکتی ہے مگر یونانیوں کے ہاں "المیہ" کے تصور کا اصل سبب اُن کا مذہب تھا۔ یونانیوں کے عقائد کے مطابق لاتعداد نر اور مادہ خدا کوہ المپاس میں رہتے تھے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کبھی آپس میں لڑتے جھگڑتے، کبھی معاشقے کرتے اور کبھی ایک دوسرے کے رفیق کار بن جاتے تھے مگر جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے وہ ان سب کیلئے محض کٹھ پتلیاں تھے۔ چونکہ خدا بنیادی طور پر بیکار بیٹھے رہتے تھے اس لئے ان کے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو محظوظ کرنے کی خاطر ان کٹھ پتلیوں میں سے کسی اہم کٹھ پتلی (ہیرو) سے فاش غلطی (ہمارطیہ) کا ارتکاب کروا دیتے اور یوں "ہیرو" ایک غلطی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری غلطی کا مرتکب ہوتا چلا جاتا۔ انجام کار سب غلطیاں اس کی اپنی خاندان قبیلہ یا قوم کی تباہی کا باعث بنیں۔ یہ کیفیت خداؤں کیلئے تو محظوظ ہونے، ہنسنے یا آپس میں ٹھٹھا مذاق کرنے کا موقع فراہم کرتی لیکن انسانوں کیلئے ماتم، رونے یا آہ و بکا کا ماحول پیدا کرنے والا "المیہ" بن جاتی۔ یونانی "المیے" منظوم ڈرامائی یا تمثیلی شکل میں لوگ عموماً کھلے (اوپن ایئر) تھیٹروں میں دیکھتے اور غم واندوہ کی داستانیں انھیں رلا دھلا کر ان کے جذبات کا بوجھ ہلکا کر دیتیں۔

قرارداد پاکستان اور جاوید اقبال:۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے منٹو پارک میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس وقت جاوید اقبال کی عمر تقریباً سولہ برس تھی اور انہوں نے اس وقت میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا۔ قرارداد پاکستان منظور ہونے کی خبر سے جب ہر مسلم طالبعلم محظوظ ہو رہا تھا تو جاوید صاحب امتحانات کے سبب اس موقع پر منٹو پارک کے اس تاریخی عظیم الشان جلسہ میں شریک نہ ہو سکے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان زور پکڑتی چلی گئی اور سکولوں اور کالجوں کے مسلم طلباء جوق در جوق اس کا دم بھرنے لگے۔ جاوید اقبال نے بھی اپنے قلم کو حرکت میں لاکر ۱۹۴۶ء میں اپنے دو اہم انگریزی مضمون "ڈان" اخبار میں شائع کرائے۔ ایک کا عنوان "قائداعظم ایک عظیم انسان" تھا جس میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے کارلائل کے "Overman" (برتر انسان) کی روشنی میں ثابت کیا تھا کہ کس طرح قائداعظم عام انسانوں سے برتر ہیں۔ دوسرے مضمون "اسلام

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ور پاکستان'' میں اُن کا موقف تھا کہ پاکستان کا تصور اسلام کی کسی روایاتی فرقہ وارانہ تعبیر پر نہیں بلکہ اصلاحی تعبیر پر مبنی ہے۔ جاوید اقبال صاحب کے مطابق مذکورہ دونوں مضامین اُن دنوں قائداعظم کی نظروں سے گزرے تھے اور بقول ان کے سیکرٹری کے، انہوں نے اِن مضامین کو پسند فرمایا تھا۔

۱۹۴۶ء میں جاوید اقبال صاحب کو تعلیمی میدان میں اس وقت ایک حادثے کا سامنا کرنا پڑا جب آپ ایم۔اے (انگریزی) کے امتحان میں فیل ہو گئے۔ اُن کے آج کے خیال کے مطابق دراصل اُس وقت کے اُن کے ممتحن کو انگریزی ادب کی تاریخ، شاعری، ڈرامہ، ناول، تنقید نویسی وغیرہ کے متعلق انوکھا نقطۂ نظر پسند نہیں آیا تھا۔ جاوید صاحب نے جب اُن دنوں اپنے کرم فرما مرحوم چودھری محمد حسین سے مذکورہ رزلٹ کے متعلق شکایت کی تو انھوں نے انھیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بعض اوقات آگاہی کا تکبر انسان کی ناکامی کا باعث بنتا ہے۔ اسی لئے علم کی تحصیل کے دوران عجز کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے''۔ بہر حال ایم۔اے انگریزی کی ڈگری پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد جاوید اقبال نے اپنی بے پناہ دیرینہ تمنا پوری کرنے کیلئے ایم۔اے (فلسفہ) میں داخلہ لیا، جو اُن کے مایۂ ناز والد محترم کا ہر دلعزیز سبجکٹ رہا تھا۔

اور مملکت پاکستان وجود میں آگئی :۔ جاوید اقبال صاحب اپنی خودنوشت سوانحی حیات میں لکھتے ہیں کہ ''۱۳ اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی رات میں اور میرے احباب ریڈیو سے چپکے بیٹھے تھے جب بارہ کا گھنٹہ بج چکنے کے بعد اعلان ہوا کہ یہ ریڈیو پاکستان ہے اور ایک نئی آزاد مسلم مملکت وجود میں آگئی۔ اعلان سن کر ہم سب نے تالیاں بجائیں اور پھر ناچنا شروع کر دیا۔ بقیہ شب اسی طرح ہنستے کھیلتے گزر گئی۔ ویسے یہ کوئی جشن منانے کا موقع نہ تھا۔ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کیلئے پٹے قافلے لاہور میں داخل ہو رہے تھے اور ان کی کسمپرسی کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ دوسری طرف ترقی پسند ادیبوں نے اپنے سوشلسٹ سیاسی فلسفہ کے تحت اپنی تحریروں میں بیان کرنا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

شروع کر دیا تھا کہ سرحدوں کے ذریعۂ جغرافیائی تقسیم ہمیں تمدنی طور پر ہندوستان سے جدا نہیں کر سکتی۔ اسی دوران جو افسانے سعادت حسن منٹو نے تحریر کئے، نہ صرف فحش سمجھے گئے بلکہ وہ خصوصی طور پر پاکستان مسلم نیشنلسٹ حلقوں کی آزاری کا سبب بھی بنے"۔

ترقی پسند ادیبوں کے ساتھ اپنے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ چودھری صاحب کو علم تھا کہ میرے چند ترقی پسند ادیبوں سے تعلقات ہیں لہٰذا انھوں نے مجھ سے کہا کہ کسی روز ان کو اپنے ہاں بلاؤ تا کہ میں ان پر واضح کر سکوں کہ اس نازک مرحلہ پر پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے سے ادیبوں کی کیا ذمہ داری ہے۔ جاوید اقبال صاحب اس سلسلے میں اپنے دوست احمد ندیم قاسمی، سعادت حسن منٹو، ظہیر کاشمیری، خدیجہ مستور وغیرہ ادیبوں کو دعوت دیتے ہیں اور چودھری محمد حسین جو اُن دنوں حکومت پنجاب کے پریس کے معاملات میں مشیر تھے انہیں ایک پُر مغز خطاب سے یہ حقیقت سمجھاتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد اب ادیبوں پر کونسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کو چودھری محمد حسین مرحوم کے اس خطاب سے ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ اسی وقت اپنے تعلقات کو ترقی پسند ادیبوں سے منقطع کرتے ہیں۔

بہر حال ۱۹۴۸ء میں جاوید اقبال فلسفہ کے مضمون میں ایم۔اے کا امتحان فرسٹ پوزیشن کے ساتھ پاس کرتے ہیں اور کانووکیشن کے موقع پر پنجاب کے گورنر موری سے ڈگری اور سونے کا تمغا وصول کرتے ہیں۔

سفرِ انگلستان:۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۹ء کے دن جاوید اقبال کو کراچی جانے کی خاطر لاہور اسٹیشن پر الوداع کہنے کیلئے تمام احباب موجود تھے ان کے والد محترم کے دیرینہ رفیقِ کار چودھری محمد حسین مرحوم بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جاوید اقبال صاحب کے مطابق چلتی گاڑی کے ساتھ مرحوم چودھری صاحب نے چند قدم پیدل چلتے ہوئے مجھے مسکراتے ہوئے کہا: "علم شکار کرنا، علم!" یہ اُن کے آخری الفاظ تھے جو میں نے سنے۔ جاوید صاحب کہتے ہیں کہ "یہ رخصتی بھی پرانے اسٹائل کی رخصتی تھی، البتہ آنسو بہانے والا کوئی نہ تھا"

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جن بزرگوں نے پاکستان کو خیر باد کہنے سے پیشتر حسب دستور جاوید اقبال کو نصیحتیں کیں، اُن میں ایک اہم شخصیت سردار عبدالرب نشتر کی تھی ۔ سردار صاحب اُن دنوں پنجاب کے گورنر کی حیثیت سے لاہور میں مقیم تھے۔ جاوید صاحب اُن کی نصیحت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''مجھے یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی کہ سردار صاحب نے والد کے بارے میں تحریر کردہ میرے بیشتر مضامین مثلاً ۲۱ اپریل ۱۹۴۶ء کے یوم اقبال پر لاہور ریڈیو اسٹیشن پر نشر کردہ ''اقبال بحیثیت ایک باپ'' ۱۹۴۸ء کے یوم اقبال کے موقع پر اسلامیہ کالج ہال میں پڑھا ہوا میرا مقالہ ''اقبال کا تصور اجتہاد'' اور بعد ازاں '' اقبال کے مابعد الطبیعاتی تصور میں اخلاقیات کا مقام ''جو اردو اور انگریزی اخباروں میں چھپا، سب پڑھے ہوئے تھے۔ مرحوم سردار عبدالرب نشتر صاحب نے جاوید اقبال صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ ''آپ علامہ اقبال کے فرزند ہو ۔قوم آپ کو انہی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے دیکھنا چاہتی ہے۔ ایک بات یاد رکھیں، آپ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ آپ نے ہمیں مایوس نہیں کرنا''۔

انگلستان کے سفر پر روانہ ہوتے وقت وہ اپنی یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''بعض اوقات مجھے احساس ہوتا کہ میں جہاز میں اسی راہ سے انگلستان جا رہا ہوں جس راہ سے میرے والد گئے تھے۔ انہوں نے اپنے بحری سفر کی پوری روئیداد تحریر کر رکھی ہے اور میں بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس سفر کی تفصیل بیان کر رہا ہوں لیکن ہم دونوں کے تاثرات ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں۔ اُنکے بدن میں ایک نابغہ روزگار مسلم شاعر کا دل دھڑکتا تھا مگر میں شاید فلسفہ کا طالبعلم ہونے کے ساتھ جذبات و روحانیت سے خالی ایک ایسے دل کا مالک تھا جو میرے جسم میں محض ایک گوشت کے لوتھڑے کی مانند دھڑک رہا تھا''۔

جاوید اقبال اپنے و راپنے والد محترم کے بحری سفر کے فرق کو مزید بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

'' میرے والد کو بیت اللہ کا حج نصیب نہ ہوا تھا مگر جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت کا

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یہ عالم تھا کہ ساحل عرب کے نزدنے جہاز میں بیٹھے ہوئے بھی ان میں ذوق و شوق کی ایسی گداز کیفیت پیدا کردی کہ مجھ جیسا عقل کا غلام اس کا تصور بھی نہ کرسکتا تھا ۔کہاں اقبال اور کہاں امیر قوموں کے سہارے جینے والی مجھ جیسے بکھاری مسلمانوں کی محکوم و مجبور نسل"۔

بہرل کیمبرج یونیورسٹی میں جاوید اقبال صاحب کا Enrollment پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کی تحصیل کیلئے ہوا ۔ اور اُن کے نگرا (Supervisor) معروف مستشرق پروفیسر اے۔جے آربری مقرر ہوئے۔وہ اس عہد کے معروف برطانوی اسلامک اسکالر تھے اور براؤن اور نکلسن کی طرح کیمبرج کی ایشین و اسلامک اسٹیڈیز کی چیئر پر فائز تھے۔انھوں نے علامہ اقبال کی شعری تصانیف "رموز بے خودی" "رموز عجم اور "جاوید نامہ" کا انگریزی ترجمہ کررکھا تھا ۔جاوید اقبال صاحب نے پہلے ہی اُن سے فون پر رابطہ قائم کیا تھا انھوں نے انہیں ہدایت کررکھی تھی کہ وہ خود ان کے کمرے میں ملیں گے۔چنانچہ وہ خود جاوید صاحب کو دیکھنے کیلئے وہاں ان کے کمرے میں ان سے ملے اور خیریت پوچھی۔

اب مسئلہ چونکہ تحقیقی مقالے کیلئے موضوع کے تعین کا تھا۔پروفیسر آربری کا اپنا موضوع چونکہ اسلامی تصوف تھا اس لئے انہوں نے جاوید صاحب کیلئے تجویز کیا کہ وہ امام غزالیؒ سے تصوف کے نفسیاتی پہلو پر تحقیقی مقالہ سپرد قلم کرنے کیلئے تیاری کریں۔مگر اس موضوع پر لکھنے کیلئے عربی زبان میں مہارت تامہ کے علاوہ یونانی اور لاطینی زبانوں سے شناسائی بھی ضروری تھی جو بہر حال جاوید صاحب کو نہیں تھی۔

پروفیسر آربری کا خیال تھا کہ جاوید صاحب چھ سات ماہ میں محنت کر کے اپنی عربی اور فارسی کو بہتر بنائیں گے۔ اس لئے جاوید صاحب نے فیکلٹی میں عربی اور فارسی کی کلاسوں میں شریک ہونا شروع کردیا۔یہاں ان کے استاد مانٹگمری واٹ، ڈنلوپ اور ایک ایرانی حیدری تھے۔

دوران درس انھوں نے ایک دن اپنے مربی مرحوم چودھری محمد حسین کو خط لکھا اور انھیں بھی اس

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

صورتحال سے آگاہی دلائی۔ چودھری مرحوم یورپی مستشرقین کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔انھوں نے انھیں جواباً لکھا کہ" یورپی مستشرقین اسلام کو ایک مردہ نظام سمجھ کر اپنی طرف سے اس کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں۔آربری چونکہ برطانیہ کی "قدامت پسند" جماعت (لوڑی پارٹی) سے تعلق رکھتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے روحانی تجربہ کو محض نفسیاتی الجھن ثابت کر کے اس کی اہمیت کو ختم کر دیا جائے۔چودھری مرحوم نے مزید انھیں تجویز کیا کہ کیوں نہ وہ پاکستان کے قیام سے نظریاتی پسِ منظر پر مقالہ تحریر کریں ۔کیوں کہ جو کتب پاکستان پر لکھی گئی ہیں، ان میں اس اہم پہلو پر کسی نے روشنی ڈالنے کی تکلیف نہیں کی۔چودھری صاحب کی اس فاضلانہ اور دردمندانہ تجویز کی روشنی میں جاوید اقبال نے پروفیسر آربری کو صاف صاف بتایا کہ" میں گہرے فلسفہ یا تصوف سے متعلق کسی موضوع پر تحقیق کرنے کی بجائے طبعاً کوئی عملی موضوع چننا چاہتا ہوں۔ اس لئے جاوید اقبال نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ کیلئے "برصغیر میں مسلم سیاسی فلسفہ ارتقاء" جیسا اہم موضوع منتخب کیا۔پروفیسر آربری کے علاوہ انہیں پروفیسر روبن لیوی کے زیرِ نگرانی یہ تحقیق کام کرنے کیلئے رجسٹریشن ہوگئی۔پروفیسر روبن لیوی ، پروفیسر آربری سے قطعی برعکس نظریات رکھتے تھے عقیدہ کے اعتبار سے وہ یہودی تھے اور سیاسی طور ہر زاویہ نگاہ سوشلسٹ بلکہ مارکسٹ تھا۔ اُن کی مشہور و معروف تصنیف بھی "اسلام کی سوشیالوجی" "Islamic Sociology" کے موضوع پر ہے۔

تقریباً پانچ برس جاوید اقبال صاحب تحقیق کے سفر پر گامزن رہے۔اس تحقیقی سفر کی ابتدائی منازل میں انھوں نے تاریخ اسلام کا عمیق مطالعہ کیا۔مسلمانوں کی تاریخ کے پس منظر میں مسلم قومیت اور اسلامی ریاست کے تصورات کو سمجھنے کی کوشش کی۔اس سلسلہ میں قرآن و حدیث کے علاوہ ابن اسحاق، طبری اور الماوردی کی کتب کا مطالعہ کیا۔مسلم سیاسی مفکروں کی تحریریں دیکھیں جو یونانی فکر سے متاثر ہوئے اور پھر اپنی طرف سے اس میں اضافے بھی کئے۔ " مقالات افلاطون" دوبارہ پڑھے۔نیز فارابی، غزالی، نصیرالدین طوسی، ابنِ خلدون وغیرہ کی تحریریں نگاہوں سے گزریں ۔ بہرحال اس وسیع مطالعہ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نے ان پر یہ حقیقت واضح کی کہ اسلام ایک متحرک dynamic ضابطۂ حیات تھا مگر تنزل کے طویل دور میں مسلمانوں نے خود ہی اسے گدلے پانی کی جھیل کی طرح جامد بنا دیا ۔ اُن کی تحقیقی سفر کی دوسری منزل برصغیر ہند میں مسلم حکومت کے عروج وزوال کے مطالعہ سے شروع ہوئی۔

اس ضمن میں بلازری کی فتوح البلدان سے لے کر مغلوں کے زوال تک جو بھی مسلم تاریخ یا اسلامی قوانین قابلِ ذکر کتب تھیں، جاوید اقبال نے انھیں پڑھا اور پھر یہ نتیجہ نکالا کہ کسی غیر مسلم تمدن میں جذب ہو جانا اسلام کی فطرت کیخلاف ہے ۔ البتہ اسلام اپنے اندر کسی بھی غیر مسلم تمدن کی مثبت قدریں جذب کر کے انھیں اپنے مخصوص رنگ میں پیش کرسکنے کی اہلیت رکھتا ہے، مشرطیکہ مسلمانوں میں ایک بار پھر اجتہادی فکر یا نظر پیدا کی جاسکے۔

جاوید اقبال کے تحقیقی سفر کی تیسری منزل مسلمانانِ برصغیر میں احیائے اسلام کیلئے جستجو کے مطالعہ سے شروع ہوئی۔ یہ باب تحریر کرتے وقت آپ محدّث دہلوی شاہ ولی اللہؒ، سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریروں سے بے حد متاثر ہوئے کیونکہ اُن کا اصل مقصد برصغیر کے شمال مغربی خطے میں ''دارالاسلال'' قائم کر کے مسلمانوں پر واضح کرنا تھا کہ اسلام کا قوت، شوکت اور اقتدار کے ساتھ وہی تعلق ہے جو روح کا جسم کے ساتھ ہے۔ اُن ہستیوں کا پیغام انقلابی تھا اور ہر مسلم کو فرسودگی کے خلاف بغاوت پر اُکسانا تھا۔ اُن کا جہاد غیر مسلم حاکموں کے خلاف ہی نہ تھا بلکہ ناگفتہ بہ سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالت کے خلاف بھی تھا۔

چوتھی منزل انھیں برصغیر کے مسلمانوں پر نئے مغربی نظریات کے اثر کا جائزہ لینے سے شروع ہوئی۔ اس تحقیقی باب میں جاوید اقبال نے سرسید احمد خان کی شخصیت اور تحریرات کا عمیق مطالعہ کیا۔ سرسید احمد خان دراصل برصغیر میں مسلم قومیت کے بانی تھے۔ انھوں نے پہلی بار مسلمانوں کو احساس دلایا کہ ماضی کی طرف منہ اور مستقبل کی طرف پیٹھ کر کے مت کھڑے رہیں بلکہ وقت کے نئے تقاضوں کو سمجھیں اور اپنا زاویہ نگاہ بدلیں تاکہ پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے قدم اٹھائے جاسکیں۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جاوید صاحب کی تحقیقی منزل کے پانچویں باب میں اتحادِ اسلامی (پین اسلام ازم) خلافت اور مسلم قوم پرستی کی تحریکوں کے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ اس میں انھیں دو اسلامی شخصیات نے کافی متاثر کیا۔ وہ ہیں سید جمال الدین افغانیؒ اور مولانا شبلیؒ۔ شبلیؒ کی توجہ کا مرکز مسلم کا شکار تھے جس سے یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ اُن کے ذہن میں اسلام کا تصور بحیثیت ایک فلاحی ریاست (Welfare State) موجود تھا۔ سید جمال الدین افغانیؒ کو تو علامہ اقبالؒ اسلام کے دورِ جدید کا مجدد سمجھتے ہیں۔ انھوں نے مسلم اقوام وفاق کا تصور پیش کر کے یہ واضح کیا ہے کہ جب تک مسلمان مغرب کے وسائلِ قوت کو نہ اپنالیں اُن کے لئے یورپی امپیریلزم کو شکست دینا محال ہے۔

جاوید اقبال کے تحقیقی سفر کی چھٹی منزل میں یہی تحقیق کرنا مقصود تھا کہ علامہ اقبالؒ کے فلسفہ، انفرادی خودی اور اجتماعی خودی کا برصغیر میں مسلم قوم پرستی کی تحریک پر کیا اثر پڑا۔ اس باب میں جاوید صاحب نے فکرِ اقبال کے سیاسی پہلو کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے اور واضح کیا ہے کہ اس فلسفہ نے تحریک پاکستان کیلئے نظریاتی اساس فراہم کرنے میں کیا کردار ادا کیا ہے۔

اُن کے تحقیقی سفر کی آخری منزل قائداعظم محمد علی جناحؒ کی سیاسی حکمت عملی (Strategy) سے متعلق تھی جو بالآخر پاکستان کے قیام پر منتج ہوئی۔

اس فکری سفر کے دوران ڈاکٹر جاوید اقبال پر دو دلچسپ راز کھل گئے۔ ایک یہ کہ برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ میں دو روئیں ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہوتی رہیں۔ پہلی رو تو اس مکتبہ فکر کی تھی جو ہندو مت میں اسلام کا ادغام عمل میں لانا چاہتا تھا۔ دوسری رو اس مکتبہ فکر سے ظاہر ہوگئی کہ مسلمانوں کی ملی تنظیم ہندوؤں سے علٰحدہ رہ کر اسلام کی بنیادوں پر عمل میں لانے کی خواہش مند تھی۔

دوسرا راز جو جاوید اقبال کے مطابق اُن پر افشاء ہوا، وہ یہ تھا کہ جب سے اسلام برصغیر میں وارد ہوا، روحِ اسلام اپنی نمو کی خاطر راہ ڈھونڈنے کی کوشش کرتی رہی۔ گزشتہ کئی صدیوں میں کبھی تو اس نے مشاہدے کے ذریعے اور کبھی کشف کے ذریعے اسی کوشش کا اظہار کرنا چاہا۔ کبھی شہنشاہوں کے فرمان

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی صورت اختیار کی۔ کبھی علماء کی وساطت سے اپنا مدعا بیان کرنا چاہا، کبھی مجاہدین کی تلوار کی راہ سے، کبھی ادب اور کبھی فلسفہ کی شکل میں، غرضیکہ اس نے مختلف ذرائع اختیار کیے حتیٰ کہ ۱۹۳۰ء میں جا کر اسے واضح زبان نصیب ہوئی جب وہ علامہ اقبال کے الفاظ میں ڈھل گئی اور بالآخر قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ہاتھوں پاکستان کے قیام کی صورت میں اس نے صدیوں کی جدوجہد کے بعد اس مقصد کو ایک امارت کی شکل میں تو پالیا مگر ابھی تک عملی صورت میں وہ مقصد و مدعا دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں جس مقصد کی آبیاری کیلئے ہزاروں جانوں کی قربانی پیش کی گئی۔

بہر حال ۱۹۵۴ء کے وسط میں جاوید اقبال کا یہ بھرپور تحقیقی مقالہ پایۂ تکمیل تک پہنچا اور انھوں نے قائدے کے مطابق کیمبرج یونیورسٹی کے دفتر میں اس کو داخل کیا۔ اور پھر واپس اپنے وطن پاکستان پہنچے۔ یہاں وہ کچھ عرصہ تک ہائی کورٹ میں وکالت کرتے رہے پھر لاہور ہائی کورٹ کے جج بنے۔ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۶ء تک چیف جسٹس ہائی کورٹ بنائے گئے۔ اور بعد میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج بن کر ریٹائیر ہوئے۔

(ب) **ڈاکٹر جاوید اقبال کی اقبال شناسی:۔** اپنی اقبال شناسی کے متعلق ایک جگہ آپ خود بیان کرتے ہیں:۔

''جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں نے اپنی ذاتی کاوش کے ذریعے افکار اقبال کو سمجھنے کی کوشش کی۔ میری اقبال شناسی دیگر اقبال شناسوں کی طرح کسبی ہے۔ مجھے علامہ اقبالؒ نے اپنی تعلیمات کے متعلق کبھی کچھ ارشاد نہیں فرمایا' کیوں کہ تب میں بہت چھوٹی عمر کا تھا۔ اس کے باوجود گزشتہ پچاس ساٹھ برسوں میں مرکزیہ مجلس اقبال کے رکن کی حیثیت سے میں ہر سال یوم اقبال کے موقعہ پر تقریریں کرتا رہا ہوں۔ کئی برس تک یہ خطبات تحریر کر کے مجمع کے سامنے پڑھے گئے۔ یہ مقالات پاکستان کی سیاسی، ثقافتی اور معاشی تاریخ پر ایک طرح کا اقبالی تبصرہ ہوا کرتے تھے۔ چونکہ

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں انہیں اپنے سیاسی اور ثقافتی ماحول کے ردعمل کے طور پر تحریر کرتا تھا' اس لئے وہ میرے فکری کرب کی عکاسی کرتے تھے۔ شاید اسی سبب ان کی زبان میرے دل کی زبان ہوتی تھی۔ ان زمانوں میں یونیورسٹی حال میں یوم اقبال کے اجلاس ہوتے تھے ۔ بڑی بڑی اہم ہستیاں اس تقریب میں سامعین کے طور پر شریک ہوتیں، صدارت کا اعزاز حاصل کرتیں یا تقاریر کے لئے مدعو کی جاتیں۔ راجہ حسن اختر، خواجہ عبدالرحیم اور میاں امیر الدین جیسی ہستیوں نے مرکزیہ مجلس اقبال کی صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ آغا شورش کاشمیریؒ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دیا کرتے۔ میں اور مجید نظامی ان زمانوں سے دو قالب ایک جان ہیں ۔ ہر سال یوم اقبال منانے کے علاوہ مرکزیہ مجلس اقبال نے علامہ اقبال کی شخصیت اور افکار کی تشہیر کے سلسلہ میں مزید کئی اہم خدمات انجام دیں۔ اسی مجلس کی کوششوں سے مزار اقبال کی تکمیل ہوئی۔ وفاقی حکومت نے اقبال اکادمی قائم کر کے قوم کو پاکستان کی تمدنی بقا کے لئے فکرِ اقبال کی اہمیت کا احساس دلایا۔ علامہ اقبال کی یاد میں لاہور میں ایوان اقبال کی عالیشان عمارت تعمیر کی گئی"۔

اقبال شناسی کے سلسلے میں مئے لالہ فام ڈاکٹر جاوید اقبال کی ایک مایہ ناز کتاب ہے جو دراصل ۲۷ مقالات کے اس مجموعے پر مشتمل ہے جو انہوں نے "افکارات اقبال" کے موضوعات پر ۱۹۵۷ء سے پاکستان میں مختلف تقاریب میں پڑھے ہیں۔ اسی کتاب کے پیش لفظ میں آپ اس حقیقت کی بھی پردہ کشائی کرتے ہیں کہ انہیں بچپن میں اپنے والدِ محترم کس شخصیت کے حامل دکھائی دیتے تھے۔ لکھتے ہیں:۔

"میری تاریخ پیدائش ۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء ہے اور علامہ اقبال نے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ اگر اس عرصے میں سے ابتداء کے پانچ سال نکال دیئے جائیں تو باقی نو سال کی قلیل مدت رہ جاتی ہے۔ سو علامہ کی سیرت و شخصیت کے بارے میں میرا ذاتی مشاہدہ اسی نو برس کے عرصے تک محدود ہے ۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قلیل مدت میری زندگی کا اہم ترین حصہ ہے کیونکہ اُن کا سایہ عاطفت میرے سر پر قائم تھا اور میں اپنی عمر کے ایسے دور میں تھا جب کہ بیٹا باپ کی سیرت و شخصیت سے غیر شعوری طور پر اثر قبول کرتا ہے۔ مجھ پر اُن کی سیرت و شخصیت کی جو خصوصیتیں منکشف ہوئیں، وہ اسلام کے لئے اُن کی بے پناہ محبت تھی۔ اور رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ عشق کا تو یہ عالم تھا کہ ہمارے لئے اس کا اندازہ کر سکنا محال ہے۔

بپایاں چوں رسد ایں عالم پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضور خواجہ ما را
حساب من ز چشم او نہاں گیر

اُن کے لئے عشق مصطفیٰ ﷺ ایک ایسی بے مثال نعمت تھی کہ حضور رسالت مآب میں نہایت خلوص اور عاجزی کے ساتھ التجا کرتے ہیں۔

ہمیں یک آرزو دارم کہ جاوید
ز عشق تو بگیرد رنگ و بوئے

اسی طرح میں ان کے فقر و استغنا سے بھی متاثر ہوا۔ میں نے انھیں زندگی کی مادی آسائشوں سے قطعی بے نیاز پایا"

(مئے لالہ فام از ڈاکٹر جاوید اقبال، ص۔۱۰)
(اقبال اکیدمی پاکستان طبع دوم ۲۰۰۳ء)

دوسری اہم تصنیف :۔ علامہ اقبال پر اُن کی مایۂ ناز تصنیف "زندہ رود" ہے۔ زندہ رود کا نام علامہ اقبالؒ نے اپنے لئے خود "جاوید نامہ" میں منتخب کر رکھا ہے۔ زندہ رود کے معنی ہیں مسلسل بہتی ہوئی حیات آفرین ندی۔ اقبالؒ اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

وہ جوئے کہستان اچکتی ہوئی اٹکتی لچکتی، سرکتی ہوئی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اچھلتی پھسلتی ، سنبھلتی ہوئی بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
رکے جب تو سل چیر دیتی ہے یہ پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ
ذرا دیکھ اے ساقیٔ لالہ فام سناتی ہے یہ زندگی کا پیام

ڈاکٹر جاوید اقبال کی یہ تصنیف لطیف دراصل علامہ اقبال کی مکمل سوانح حیات پر مشتمل ایک انمول خزانہ ہے۔ جو انھوں نے خالص تحقیقی، علمی اور ثبوتی و براہنی کاوش سے رقم کی ہے۔ اُن کی یہ مایہ ناز کتاب تین جلدوں میں پہلے شیخ غلام علی لاہور سے بالترتیب ۱۹۷۹ء ، ۱۹۸۱ء ، ۱۹۸۴ء میں شائع ہوتی رہی۔

۱۹۸۹ء میں شیخ غلام علی لاہور سے یہ مکمل طور پر ایک ہی جلد میں چھپ گئی ۔ پھر اقبال اکادمی پاکستان سے اس کا ۲۰۰۰ء کا ایڈیشن منظر پر آیا۔ اس کے بعد سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور سے ۲۰۰۴ء میں یہ کتاب نہایت دیدہ زیب ٹائیٹل اور فل سیکچ پیپر کے ساتھ چھپ گئی جس کی ایک کاپی ڈاکٹر صاحب نے دیگر کچھ اہم کتابوں کیساتھ راقم الحروف کو بھی بھیجکر عنایت فرمائی۔

یہ کتاب نہایت معلومات افزاء اور مبنی بر حقائق واقعات پر تصنیف کی گئی ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے علامہ کے متعلق ہر ہر واقعے کو ثبوت و براہین کے ساتھ پیش کرنے کی بھرپور تحقیقی کاوش فرمائی ہے۔ علامہ اقبال کے متعلق یہ ایک (Encyclopedia) کا درجہ رکھتی ہے۔

راقم خود اس تحقیقی کتاب سے کافی محظوظ و مستفید ہوا۔

تیسری کتاب:۔ جاوید صاحب کی تیسری کتاب علامہ کے متعلق "اقبال اور عصر جدید میں ریاست کا تصور" ہے یہ کتاب نہیں بلکہ پمفلٹ کا درجہ رکھتی ہے جو کراچی پاکستان اسٹیڈی جامعہ کراچی نے ۱۹۷۰ء میں شائع کی ہے۔ اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ موجود ہے۔

چوتھی کتاب:۔ جاوید صاحب کی ایک اور کتاب اقبال اور ندرت فکر ہے ۔ ۱۹۷۰ء میں علامہ اقبال انشورنس فاونڈیشن نے یہ پمفلٹ شائع کیا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پانچویں کتاب:۔ جماعتِ اسلامی کے اصرار پر جاوید اقبال نے ایک کتاب علامہ پہ تشکیل دے دی جس کا نام ہے "اقبال کیا چاہتے تھے سوشلزم یا اسلام"۔ یہ بھی پمفلٹ کی شکل میں ہے جو لاہور دارالفکر نے چھپائی ہے۔

چھٹی کتاب:۔ اہم ترین کتاب جو جاوید اقبال نے حال ہی میں تشکیل دے دی ہے وہ ہے: افکارِ اقبال (تشریحاتِ جاوید)۔ یہ کتاب اقبال اکادمی پاکستان نے ۱۹۹۴ء میں شائع کی ہے۔

ساتویں کتاب:۔ انہوں نے اپنی خودنوشت سوانح حیات "اپنا گریباں چاک" دسمبر ۲۰۰۲ء میں سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور سے شائع کرائی ہے۔ جو نہایت معلومات افزاء اور پر دلچسپ کتاب ہے۔ اس میں جاوید صاحب نے بچپن سے لیکر آج تک کے اپنے تمام واقعات، تجربات اور تجزیات بیان کئے ہیں۔ آخر پر اپنے اور اپنی فیملی کے چند یادگار فوٹو گراف سے بھی کتاب کو زیبائش جمال بخشا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں راقم نے خود آپ کی زندگی سے متعلق بیشتر واقعات اسی کتاب سے اخذ کئے۔

انگریزی کتابیں

English Books Written By Dr. Javid iqbal.

" The Ideology of Pakistan and its implementation."

1st . ed. lahore. Sh. Ghulam Ali 1959.

2. "A Concept of State in Islam" - A Reassessment.

(Brochure -13) Lahore. Iqbal Academy Pakistan 2000

3. "Stray Refections" By Iqbal Academy Pakistan 1992.

4. A very important book. "Islam and Pakistn's identity". By Iqbal Academy 2003.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ڈاکٹر جاوید اقبال نے افکارات اقبال اور اسلام کے متعلق متعدد یورپی و مشرقی ممالک میں خطبات پیش کئے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ امریکہ، کینیڈا، میکسکو، یورپ، آسٹریلیا، مصر، لیبیا، ترکی، شام، اُردن، عراق، سعودی عربیہ، متحدہ عرب امارات اور ایران وغیرہ کے غیر معمولی دوروں پر گئے ہیں۔

دورۂ دہلی کی ایک یادگار ملاقات:۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد پہلی مرتبہ ڈاکٹر جاوید اقبال اور اُن کی اہلیہ محترمہ ناصرہ صاحبہ ۱۹۷۷ء میں علامہ اقبالؒ سے متعلق ایک تقریب میں شرکت کے لئے دہلی گئے۔ اُن کے اپنے بیان کے مطابق دہلی یعنی ہندوستان کی اس تقریب میں آنجہانی شریمتی اندرا گاندھی اور واجپائی جی بڑے تپاک سے ملے۔ علاوہ اُن کے بھارت میں اقبال شناس یعنی پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر آل احمد سرور، جناب علی سردار جعفری، پروفیسر اسلوب احمد انصاری وغیرہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ اُس زمانے میں جناب واجپائی بھارت کے وزیر خارجہ تھے، شریمتی اندرا گاندھی اپوزیشن لیڈر تھیں۔ بھارت میں جنتا پارٹی برسر اقتدار تھی اور جناب آنجہانی مرارجی ڈیسائی وزیر اعظم تھے۔ انھوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کی خواطر خواہ مہمان نوازی کی۔ انہی ایام میں مرکز جماعت اسلامی ہند کی طرف سے کچھ اقبال پسند نوجوان پاکستانی سفارت خانے پر انھیں ملنے گئے اور انہیں مرکز جماعت اسلامی ہند میں مدعو کیا لیکن سفارت خانے نے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کو جماعت اسلامی ہند کے دفتر میں مدعو کرنے کی دعوت کو رد کیا اگرچہ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کو کوئی عذر نہ تھا۔ مگر پھر بھی موقعہ غنیمت جان کر جماعت کے اس دو نفری وفد نے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب سے ایک یادگار انٹرویو لے لیا جو راقم یہاں من وعن سپردِ قلم کر رہا ہے کیونکہ یہ انٹرویو بعد میں ''اقبال کی ترجمانی'' (اُن کے صاحبزادے کی زبانی) سے مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی سے منظر عام پر آیا۔ البتہ بعد میں اس کا کوئی دوسرا تازہ ایڈیشن دیکھنے میں نہ ملا۔ راقم نے تقریباً انہی دنوں جب یہ دسویں جماعت کا طالب علم تھا اس کتابچہ کو سنبھال کے رکھا ہے لیکن اب تک اس کے چاروں طرف سے دیمک نے چاٹ لیا ہے اس لئے اس یادگار انٹرویو کو محفوظ رکھنے کی غرض سے یہاں من وعن قلمبند کیا جاتا ہے۔ اور باتوں کے علاوہ یہ ویو غالباً جاوید اقبال صاحب پر لکھی گئی پہلی کتاب کا درجہ رکھتا ہے۔ اس انٹرویو سے ہم یہ اندازہ بھی لگا پائیں گے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال فکری طور پر علامہ اقبالؒ کو کس حد تک سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی اُن کی اپنی فکرِ اسلامی اور فکرِ اقبالی کا بھی ہم اس انٹرویو سے اندازہ لگا سکیں گے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

س۔ال:۔سب سے پہلے آپ اپنے خاندان، بچپن اور تعلیم کے بارے میں کچھ فرمایئے۔

جواب:۔میرے آباواجداد ایک معزز کشمیری پنڈت گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ کے عہد میں ۱۴۷۳ء میں مشرف بہ اسلام ہوا۔اس خاندان کی ایک شاخ ابھی تک کشمیر میں موجود ہے۔میری پیدائش ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔اس طرح اب میری عمر ۵۴ سال کی ہے۔میرے والد صاحب قرآن کریم سے بے پناہ عشق رکھتے تھے۔بلکہ شاید آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ وہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل قرآن ہی سے حل فرمالیتے تھے۔قرآن سے عشق کے جہاں اور دوسرے وجوہ تھے وہیں اس میں دادا جان کی تربیت کا بھی بہت کچھ دخل تھا۔دادا جان نے والد محترم سے کہا تھا،''بیٹے! قرآن اس طرح پڑھو کہ جیسے وہ تم پر اتر رہا ہے''۔والد صاحب نے مجھے قرآن کی تعلیم دلانے کیلئے عربی النسل استاد کا انتظام کیا۔جس سے میں نے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔انگریزی تعلیم کیلئے میں نے گورنمنٹ کالج، لاہور میں داخلہ لیا۔یہ وہی کالج ہے جس میں خود میرے والد صاحب نے تعلیم حاصل کی تھی۔اس کالج کا معیارِ تعلیم بہت اونچا رہا ہے۔یہاں سے میں نے فلسفہ اور انگریزی میں ایم۔اے۔کیا۔پھر پی۔ایچ۔ڈی۔کرنے کیلئے انگلینڈ کا سفر کیا اور وہاں میں نے، اسلامی فلسفہ سیاست کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی۔کی ڈگری حاصل کی۔اس کے بعد بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔اس طرح میں انگلینڈ میں ۸۔۱۰ سال مقیم رہا۔وہاں سے واپس ہوکر میں نے لاہور میں وکالت شروع کردی اور کالج میں جزوی طور پر لیکچرار کی حیثیت سے بھی کام کرتا رہا۔۱۹۷۱ء سے میں لاہور ہائی کورٹ میں جج کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہا ہوں۔

سوال:۔کیا انگلینڈ کے علاوہ بھی آپ نے کسی ملک کا سفر کیا ہے؟

جواب:۔مجھے دنیا کے بہت سے ممالک کے سفر کا موقع ملا ہے۔اور مختلف مقامات پر علامہ اقبال

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے افکار و پیغام کے موضوع پر سینکڑوں تقریریں کی ہیں اور مقالات پیش کئے ہیں۔ U-N-O یو۔این۔او۔ میں بھی اپنے ملک پاکستان کی پانچ مرتبہ نمائندگی کا شرف مجھے حاصل ہوا ہے۔ میں دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں تین تین ماہ کیلئے Visiting Professor کی حیثیت سے بھی میں جاتا رہا ہوں۔

سوال:۔ کیا آپ اپنی تصانیف کا مختصر تعارف کرائیں گے؟

جواب:۔ اردو، اور انگریزی زبان میں میری بہت سی تصانیف ہیں انگریزی میں میری کتابیں

☆Ideology of Pakistan

☆The Legacy of Qaide Azam

☆Notebook of Allama Iqbal

کثیر تعداد میں شائع ہو چکی ہیں ۔موخرالذکر کتاب دراصل علامہ اقبال کی ڈائیری ہے جو خود انہی کی لکھی ہوئی ہے۔ میں نے اس کو مرتب کر کے شائع کرایا ہے۔ اردو زبان میں یہ کتاب 'شذراتِ اقبال' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اردو میں میری ایک کتاب 'مئے لالہ فام' کے نام سے چھپی ہے۔ یہ کتاب بھی درحقیقت علامہ ہی کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے اس کے علاوہ علامہ ہی کے افکار و نظریات کے سلسلہ میں میرے بہت سے مضامین انگریزی اور اردو میں دنیا کے مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں ۔" پاکستان اور اسلامی تمدن" کے موضوع پر میرا مقالہ بہت پسند کیا گیا، اور کثیر تعداد میں شائع ہوا۔ جب علامہ کے کلام کو لوگ کمیونزم کا رنگ دینے لگے تو جماعت اسلامی پاکستان نے مجھ سے ایک مقالہ لکھوایا جسے مختلف اخبارات اور رسائل نے شائع کیا۔

سوال:۔ علامہ محترم کو بحیثیت باپ آپ نے کیسا پایا؟

جواب:۔ ہر باپ اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے لیکن میرے والد کی محبت کے اظہار میں ایک اپنے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہ زکی خاموشی تھی۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں اُن سے محبت کرنے کی بجائے خوف زیادہ کھاتا تھا۔ کیونکہ وہ ڈسپلن کے بہت پابند تھے۔ میں نے ایک مقالہ ''علامہ اقبال بحیثیت باپ'' مرتب کیا ہے جس میں اچھی خاصی معلومات فراہم کردی گئی ہے ۔ ہم گھر میں شور نہ مچا سکتے تھے۔ اگر میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ باہر دالان میں کبھی کرکٹ کھیل رہا ہوتا تو ہمیں حکم ملتا کہ یہاں مت کھیلو۔ لیکن بعض اوقات ہمارے کھیلنے میں خود بھی شریک ہو جاتے ۔ ہمارے ہاتھ اُن کی طرف گیند پھینکتے پھینکتے تھک جاتے مگر وہ بلا تھامے ٹھپ ٹھپ کرتے رہتے۔ کئی بار جب میں کوٹھے پر پتنگ اُڑا رہا ہوتا تو دھبے پاؤں اوپر آجاتے اور میرے ہاتھ سے پتنگ لیکر خود اُڑانے لگتے۔ مگر مجھے یاد ہے کہ جب کبھی انہوں نے پیچ لڑایا تو ہمیشہ ہماری ہی پتنگ کٹتی۔ مجھے حکم تھا کہ جب کبھی لوگ ان سے ملنے آئیں اور گفتگو کریں، میں ضرور وہاں موجود رہوں۔ لیکن مجھے اُن کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ کیوں کہ وہ باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہوتیں۔ اُن کی زندگی نہایت سادہ اور قابلِ تقلید تھی۔ اُن کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ میں بھی سادہ زندگی اختیار کروں۔ جب کبھی سنتے کہ میں زمین پر سو گیا ہوں تو وہ بہت خوش ہوتے۔ آخری زمانے میں مغربی لباس سے اُن کو نفرت ہو گئی تھی۔ وہ مجھ کو تلقین کرتے رہتے تھے کہ میں مشرقی لباس زیب تن کروں۔ والد صاحب کی خواہش تھی کہ میں کشتی لڑانے کی بھی مشق کروں۔ اسی سلسلے میں میرے لئے گھر میں ایک اکھاڑہ بھی کھدوا دیا گیا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اکھاڑہ کی مٹی پر ڈنڈ پیلنا یا لنگوٹی باندھ کر لیٹ رہنا صحت کیلئے نہایت مفید ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ میں ایک اچھا مقرر بنوں۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اُن کی مشہور غزل جس کا مطلع یہ ہے ، سناؤں۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس وقت میں بہت چھوٹا تھا۔ اس غزل کو میں نے تحت الفظ نثر کے انداز میں پڑھنے لگا۔ انہوں نے فوراً ٹوکا اور بتایا کہ پڑھنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دن اور آج کا دن میں نظم کو نظم ہی کی طرح پڑھتا ہوں۔ والد موصوف میری چھوٹی بہن منیرہ کو بھی، جس کی شادی لاہور میں ہوئی ہے، سادگی کی تعلیم دیتے تھے۔ اس زمانے میں لڑکیاں دو چوٹیاں باندھتی تھیں۔ میرے والد اس کو تلقین کیا کرتے تھے کہ "بیٹی! دو چوٹی کبھی نہ باندھنا یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔" علامہ کو مغربی تہذیب کے ہر جز سے نفرت ہو گئی تھی اور وہ اسے مٹا دینے کی خواہش رکھتے تھے۔ مغربی تہذیب اگرچہ ظاہر میں حسین ہے لیکن اس کے باطن میں قبح کے سوا کچھ نہیں ہے۔ موصوف نے اس بات کو شعر کی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے ؎

نظر کو خیرہ کرتی ہے تجھے تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے رنگوں کی ریزہ کاری ہے

اماں جان کے انتقال کے وقت میری عمر گیارہ برس کی تھی۔ جس وقت وہ فوت ہوئیں ہم دونوں بھائی بہن روتے ہوئے ابا جان کے کمرے کی طرف گئے۔ انہوں نے مجھے سمجھایا "تمہیں یوں نہ رونا چاہئے۔ یاد رکھو تم مرد ہو، مرد کبھی نہیں رویا کرتے۔"

ابا جان کے عقیدت مندوں میں سے ایک حجازی عرب بھی تھا جو کبھی کبھار انہیں قرآنِ مجید پڑھکر سنایا کرتا تھا۔ اس عرب کی آواز بڑی پیاری تھی جب بھی والد محترم اس سے قرآنِ شریف سنتے، مجھے بلاوا بھیجا کرتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے۔ ایک بار اس بزرگ نے سورۂ مزمل پڑھی۔ آپ اتنا روئے کہ تکیہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ ایک مرتبہ مجھ سے مسدس حالی پڑھنے کو کہا اور خاص طور پر وہ نظم بھی 'وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا' اس مصرع پر آپ آبدیدہ ہو گئے۔ میں نے اماں جان کی موت پر آنسو بہاتے نہ دیکھا تھا، مگر قرآنِ مجید سنتے وقت یا اپنا کوئی شعر پڑھتے وقت یا رسول اللہ ﷺ کا نام کسی کی نوکِ زبان پر آتے ہی ان کی آنکھیں بھر آیا کرتی تھیں۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سوال:۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی توجہ علامہ کی اس غزل کی جانب مبذول کرائی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

میں نے پوچھا اس کا کوئی خاص پس منظر بھی ہے۔

جواب:۔ ڈاکٹر صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی کھل گئی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے بچپن کے زمانے کی طرف لوٹ گئے ہوں۔ بڑے معصومانہ انداز میں فرمایا کہ جب علامہ اقبال ۱۹۳۱ء میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کیلئے انگلینڈ گئے تو عام بچوں کی طرح میں نے انہیں ایک فرمائشی خط لکھا۔ یہ میرا پہلا خط تھا جو میں نے اپنے والد کو لکھا تھا۔ میں نے انہیں لکھا کہ آپ جب واپس ہوں تو میرے لئے ایک گراموفون لیتے آئیں۔ انہوں نے میری فرمائش تو پوری نہ کی البتہ میری فرمائش کے جواب میں وہ مشہور غزل لکھ کر بھیج دی جس کا ذکر آپ نے کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ اگر آپ اس پس منظر کو پیش نظر رکھ کر یہ غزل پڑھیں تو اس کا پورا لطف اٹھا سکیں گے۔ حقیقت میں یہ غزل میرے ہی لئے نہ تھی بلکہ یہ تو عام مسلم نوجوانوں کیلئے ایک تحفہ ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ساز زندگی کو درست کر سکتے ہیں۔ اب خیال ہوتا ہے کہ کتنی احمقانہ تھی میری خواہش اور کتنا بیش قیمت تھا ان کا تحفہ جو انہوں نے مجھے بھیجا۔ گراموفون تو بس میرے لئے ہوتا اور کچھ دن بعد ٹوٹ پھوٹ کر ضائع ہو جاتا لیکن یہ تحفہ زندہ جاوید ثابت ہوا۔ یہ میرے ہی لئے نہیں دنیا کے تمام نوجوانوں کیلئے ایک بیش بہا سرمایہ ہے۔ کاش وہ اسے اپنا رہنما بنا سکیں۔

سوال:۔ سنا ہے کہ آپ کے دادا تصوف کی طرف مائل تھے۔ علامہ اقبال بھی کیا کسی سے بیعت تھے؟ آپ یہ بھی بتائیں کہ علامہ کا نظریہ تصوف کیا ہے؟

جواب:۔ میرے دادا جان انتہائی نیک اور صوفی منش انسان تھے۔ وہ قادریہ سلسلہ میں بیعت

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یہی نہیں کہ پسند کرتے تھے بلکہ انکا اس پر ایمان تھا۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب:۔ ڈاکٹر صاحب سمٹ کر بیٹھ گئے۔ ایسا محسوس ہوا جیسے انہیں سخت تکلیف پہنچی ہو۔ اسی کیفیت میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ علامہ کمیونسٹ یا سوشلسٹ تھے اور کارل مارکس یا اس کے نظریہ کو پسند کرتے تھے۔ انھوں نے اس نظریہ پر بھرپور تنقید کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

تیری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
خطوط خم دار کی نمائش مریز و کجدار کی نمائش

انہوں نے فرمایا میں نے اپنی کتاب Idelogy of Pakistan میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔ دراصل علامہ نے اپنے شعر میں، جس کا مصرع ہے۔

اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اظہار خیال کیا ہے کمیونزم کی تائید نہیں کی ہے۔ اقتصادی نظام کے سلسلہ میں علامہ اقبال کا نظریہ یہ تھا کہ سرمایہ اور محنت کے مابین ایک توازن ہونا چاہئے جس کے معنیٰ سرمایہ کے یکسر خاتمہ کے نہیں ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ سرمایہ کی قوت کو ایسی حد میں رکھا جائے جس سے یہ دولت محنت کشوں کے استحصال کا ذریعہ نہ بن سکے۔ اشتراکی نظام کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت علامہ نے اپنے ایک خط ۱۰ میں کی ہے۔ یہ خط ۲۴ جنوری ۱۹۲۳ء کو لکھا تھا۔ اور روزنامہ "زمیندار" میں شائع بھی ہوا تھا۔ اس خط میں علامہ نے تحریر فرمایا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور ایک مسلمان کے نزدیک سوشلزم کمیونزم اور بالشویزم پر یقین رکھنا دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے مترادف ہے۔ اس خط میں انھوں نے صاف لفظوں میں یہ بھی لکھا تھا کہ دنیا بھر کے جو اقتصادی مسائل ہیں ان کا بہترین حل قرآن وسنت میں موجود ہے۔ علامہ کا خیال تھا کہ اگر رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کو عمل میں لایا جائے تو وہ مسائل جن سے جدید تہذیب دوچار ہے۔ بڑی خوبصورتی سے حل ہو سکتے ہیں۔ علامہ چاہتے تھے کہ ایک ایسی فلاحی ریاست قائم ہو جس میں اسلامی شریعت کے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تھے۔اس کا فطری اثر یہ ہوا کہ والد صاحب بھی تصوف کی طرف مائل ہوئے اور قادریہ سلسلہ میں بیعت بھی ہو گئے لیکن یورپ پہنچے تو ان کے افکار و خیالات میں بڑا انقلاب آیا۔علامہ نے دیکھا کہ کس طرح مغرب نظام اسلامی اور فلسفۂ اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔ انہوں نے روایتی تصوف ۹ کے نظریہ کو ذہن سے نکال پھینکا۔وہ سمجھ گئے کہ یہ نظریہ خود اسلام کے حق میں مضر ہے۔اسلامی فکر سے وہ قطعاً ہم آہنگ نہیں ہے۔علامہ بس ایسے تصوف کے ہم نوا تھے جو خوابیدہ روح کو بیدار کر کے زندگی کے اعلیٰ ترین نصب العین کی طرف رہنمائی کر سکے۔ ایسا تصوف جو مؤمن کو سماجی زندگی سے الگ کر دے اور اس میں جمود کی کیفیت پیدا کر دے ، علامہ کے نزدیک وہ کسی افیون سے کم نہیں ۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے ایسا تصوف اسلام کیلئے سخت مضر ہے۔اسی بات کو بڑے خوبصورت انداز میں انہوں نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے۔

محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا
ہے بندۂ آزاد خود اک زندہ کرامات

علامہ نوجوانوں کو ایسے تصوف سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور دل سے بھی دعا کرتے کہ نوجوان اس بیماری سے دور رہیں۔ایک جگہ علامہ نے کہا ہے۔

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر

سوال:۔میں نے علامہ کا یہ شعر پڑھا۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

میں نے کہا اشتراکیت پسند حضرات اس شعر کو اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں اور اس شعر کا سہارا لیکر کہتے ہیں کہ علامہ اقبال دراصل کمیونسٹ تھے اور کارل مارکس کے اقتصادی نظریہ کو

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قوانین پورے طور پر نافذ اور جاری ہوں۔ان کے نزدیک یہی واحد حل ہے جس سے ہر شہری کی بنیادی ضرورت پوری ہو سکتی ہیں اور وہ سکون کا سانس لے سکتا ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ وہ قرآن کا مطالعہ اس نقطۂ نظر سے کریں کہ اسلام ایک نظام حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں وہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔قرآن نے جو لائحہ عمل اختیار کیا ہے اس سے دوسرے مسائل کی طرح اقتصادی مسائل بھی بخوبی حل ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سودی نظام کے نقصانات بتاتے ہوئے انھوں نے زکوۃ وعشر کی وصول یابی صدقات کا اہتمام اور اسلامی قانونی ریاست کے پورے طور پر نفاذ پر زور دیا ہے۔علامہ کے جس خط کا ذکر اوپر کیا ہے (اور جس کی نقل درج کی گئی ہے) وہ درحقیقت اس مضمون کے جواب میں لکھا گیا ہے جو انقلاب کے سابق مدیر شمس الدین حسن نے لکھا تھا۔مدیر انقلاب کا دعویٰ تھا کہ علامہ اقبال بھی باشویک خیالات کے حامل ہیں اور بالشویک نظام حکومت کارل مارکس کے فلسفۂ سیاست کا لُبِّ لباب ہے۔ اس کو عام فہم زبان میں سوشلزم اور کمیونزم کہا جاتا ہے۔

سوال:۔علامہ کے نظریات کو جو لوگ اشتراکیت کا رنگ دیکر غلط طور پر استعمال کر رہے ہیں اور وہ ہندوستان و پاکستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی پائے جاتے ہیں ان حضرات کے بارے میں آپ کیا احساس رکھتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ایسے لوگوں کا عجیب رول رہا ہے وہ دورنگی پالیسی کے حامل ہیں اور اپنے طرزِ عمل میں وہ مخلص ہی ہیں کیونکہ یہ کمیونزم یہ کا اصول ہے کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جایز و ناجائز ہر طرح کے ذرائع کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ علامہ کی زندگی میں یہ لوگ انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کو رجعت پسند (Reactionary) فسطائی کہا کرتے تھے۔جس نظام زندگی کے علامہ داعی تھے اُس سے یہ حضرات ناممکن العمل اور دیوانے کی بڑ کہتے تھے۔ لیکن علامہ کی وفات کے بعد جب اُن لوگوں کو یقین ہو گیا کہ علامہ کو جو شہرت اور

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مقبولیت حاصل ہو چکی ہے اس کے علی الرغم لکھنا یا کہنا سود مند اور کارگر نہیں ہو سکتا ، تو انہوں نے یہ حربہ استعمال کیا کہ علامہ کی تحریروں اور ان کے کلام کو خوب توڑ مروڑ کر پیش کرنے لگے اور ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں لگ گئے کہ علامہ خود سوشلزم کے قائل تھے ۔ حقیقت میں ایسے لوگ علامہ کے ساتھ انصاف نہیں کرتے وہ بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں ۔ یہی تلخ حق ہے جس کی جسارت کا حال یہ ہے کہ وہ کہتی ہے کہ اسلام بھی ایک طرح کا سوشلزم ہے' خواجہ غلام السیدین کو علامہ نے ایک خط لکھا تھا ۱۱ جس میں انہوں نے اپنے موقف کو ظاہر کرتے ہوئے واضح طور پر لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان مروں گا ۔ ڈاکٹر صاحب بڑی روانی سے بول رہے تھے ۔ انہوں نے علامہ کے اشعار بھی دہرائے ۔

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہ کن میں پھر وہی حیلے ہیں پرویزی
جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام پسند اہل قلم کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ علامہ کے اس قسم کے اشعار کا حوالہ دیتے ہوئے علمی میدان میں ان لوگوں کی تردید کریں جو علامہ کو غلط طور پر اپنا ہم نوا ثابت کرنے کی جسارت کرتے ہیں ۔

سوال :۔ میں نے علامہ اقبال کے ابتدائی دور کے کچھ اشعار پڑھے مثلاً " التجائے مسافر " (بدرگاہ حضرت محبوب الٰہی ۔ دہلی) کا یہ شعر ۔

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

یا مثلاً ۔ " دعا شوالا " کا یہ شعر ۔

پتھر کی مورتی میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھکو ہر ذرہ دیوتا ہے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ان اشعار کو پیش کرتے ہوئے میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اس دور کے اور بھی کچھ ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں علامہ اقبال صحیح اسلامی فکر سے دور دکھائی دیتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ ڈاکٹر صاحب نے میری اس تنقید کا بڑی خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور فرمایا کہ میرے والد نے خود اعتراف کیا ہے کہ یہ میرے عہدِ طفلی کا کلام ہے بلکہ اظہارِ تاسف کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ یہ مرے دورِ جہالت کا کلام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے علامہ اقبال سے منصوب کرتے ہوئے یہ فقرہ نقل کیا۔

" The time I composed those verses were the days of my ignorance".

سوال:۔ میں نے علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کے بارے میں پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ فلسفہ کیا ہے؟

جواب:۔ اس سوال نے ڈاکٹر صاحب کو جیسے چونکا دیا۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا فلسفۂ خودی کا وہی مفہوم میرے ذہن میں بھی ہے جو خود علامہ اس کا مفہوم لیتے تھے۔ علامہ اقبال کا ذہن قرآن کریم کے مطلوبہ انسان کے بارے میں بالکل واضح تھا۔ وہ درحقیقت قرآن کی سچی تعلیم کے علمبردار تھے۔ وہ کہتے تھے کہ تم اپنے آپکو پہچانو۔ دنیا میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ دل میں کسی خوف و ہراس کو جگہ نہ دو۔ دریاؤں میں کودنا پڑے تو کود پڑو۔ لہروں سے لڑو، چٹانوں سے ٹکراؤ زندگی کوئی پھول کی سیج نہیں، میدان جنگ ہے۔ سچی خودی یہ ہے کہ انسانوں کو اپنی حقیقت کا ایسا شعور حاصل ہو جائے کہ وہ خدائی احکامات کی پیروی میں بے پناہ مسرت اور خوشی محسوس کرنے لگے۔ علامہ نے روایتی تصوف کے اس نظریہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا کہ بندے کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی ذات میں فنا کردے۔ علامہ کے یہاں جو تصوف ملتا ہے اس میں سارا زور انسان کی بقا پر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دیا گیا ہے۔ ان کے نظریہ کے مطابق قطرے کو دریا میں فنا نہیں ہونا ہے۔ اُسے تو قطرے سے گہر بننا ہے۔ بقا کے لئے اگر فراق ناگزیر ہو تو اُن کی نظر اُسے وصال کے مقابلہ میں ترجیح دیجائے گی۔

فلسفۂ خودی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر انسان صفاتِ خداوندی کا عکس اپنے اندر اتار لے تو وہ کارِ تخلیق میں خدا کا ہم کار بن سکتا ہے۔ یعنی کائنات کو سنوارنے اور نظمِ دنیا کو بہتر بنانے میں وہ خدائی مشن کو پورا کر سکتا ہے۔ خودی کی تقویت کیلئے کچھ صفات کا اپنے اندر پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ پہلی صفت عشق خدا اور رسول ہے۔ اس کا تذکرہ علامہ نے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں آگ کا ڈھیر ہے

دوسری جگہ فرمایا ہے ۔

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کی نم

دوسری صفت علامہ کے نزدیک فقر و استغنا ہے۔ اپنی مشہور نظم ''از پے سنائی و عطار آمدیم '' میں فرماتے ہیں ۔

نہ ایراں میں رہے باقی نہ تو راں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسریٰ

ڈاکٹر صاحب نے استغنا کے بارے میں علامہ کا یہ مشہور شعر پڑھ کر سنایا۔

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی

تیسری بنیادی صفت جرأت اور چوتھی حریت ہے۔ حریت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حریت کے موضوع پر یہ شعر کتنا جاندار ہے۔

غلامی کیا ہے ذوقِ حسن زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا

علامہ اقبال جس چیز کو امت کیلئے انتہائی تباہ کن قرار دیتے تھے وہ جمود و تعطل، خوف و اندیشہ، اندھی تقلید اور نیت و عمل کا فساد ہے۔ وہ غلط قسم کی تقلید اور ذہنی غلامی کے جال سے نوجوان نسل کو نکال لینے کی تمنا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ۔

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

اس موقعہ پر میرا ذہن اس اعتراض کی طرف منتقل ہو گیا جو جدید تہذیب سے متاثر ذہن میں عام طور سے علامہ کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ علامہ جرمنی فلسفی نٹشے سے متاثر تھے اور اسی کے فوق البشر (Superman) کے تصور کو انہوں نے شاہین کے روپ میں پیش کیا ہے۔ کیا اس بات میں آپ کوئی وزن محسوس کرتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب نے بلا تامل فرمایا کہ یہ خیال بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ فوق البشر اور مردِ مومن کے تصور میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ نٹشے اصل میں فوج میں ملازم تھا کسی وجہ سے وہ ملازمت سے الگ کر دیا گیا اس کا اس پر سخت ردِ عمل ہوا۔ اپنے حوصلوں اور دبے ہوئے جذبات کی نکاسی کی کوئی راہ نہ پا کر اس نے ایک ایسے برتر شخص کو گھڑا جو عوام پر اپنا حکم صادر کرتا ہو اور عوام کا کام بس یہ رہتا ہو کہ وہ اس کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کیے رہیں۔ نٹشے جمہوریت کا حامی نہ تھا۔ فوق البشر کے اس تصور نے ہیٹلر اور مسولینی جیسے آمر پیدا کیے۔ یہ سپر مین خدا کی ہستی کو تسلیم نہیں کرتا جب کہ اقبال کا مردِ مومن خدا پر زندہ و پائندہ ایمان رکھتا ہے اور خدا کی صفات کو اپنے اندر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جذب کیے ہوئے ہے۔ فرماتے ہیں ۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا علامہ اقبال نٹشے سے متاثر تو کیا ہوتے انہوں نے اُس کے خیالات و افکار پر اظہارِ تاسف کیا ہے۔ فرماتے ہیں ۔

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے؟

نٹشے یورپ کی مادیت سے گھبرا گیا تھا لیکن آخر تک اس کے افکار ناپختہ اور خام ہی رہے۔ کبریائی کے صحیح تصور تک اس کی رسائی نہ ہو سکی اور وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ اُسے کوئی مرشدِ کامل میسر نہ آیا جو اس کی رہبری کر سکتا۔ اس کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں تھیں لیکن صرف اتنا ہی کافی نہیں ہوتا ہے۔ علامہ فرمایا کرتے تھے اگر وہ مسلم معاشرے میں پیدا ہوتا تو یقیناً وہ مردِ مومن ہوتا۔

سوال:۔ کچھ نقادوں کا کہنا ہے کہ علامہ کے افکار نہایت بلند اور پختہ ہیں لیکن فن و ادب کے لحاظ سے علامہ کے کلام میں کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کا اس سلسلہ میں کیا خیال ہے ؟ یہ سوال کرتے ہوئے مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کو قدرے تکدر ہوگا لیکن میرے اندیشے کے خلاف موصوف نے نہایت خوش دلی کے ساتھ میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ۔

جواب:۔ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غوّاص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

علامہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ لوگ میرے فن پر تنقید کرتے ہیں۔ کاش یہ الفاظ سے گذر کر میرے افکار کی گہرائی کو سمجھ لیتے تو دیوار سے اپنا سر پھوڑ لیتے۔ علامہ نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں کہا۔ وہ خود کہتے ہیں ۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ یہ ہے محرمِ رازِ درونِ مے خانہ

وہ شاعری کو محض پیغام رسانی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں روبرو

لیکن حقیقت یہ ہے جب ہم محض شعر و ادب کے نقطۂ نظر سے علامہ کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ ایک عظیم مفکر ہی نہیں ایک عظیم شاعر بھی نظر آتے ہیں۔ ان کو ایک کامیاب شاعر نہ سمجھنا ظلم اور قدر ناشناسی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس سلسلہ میں عبدالمجید سالکؔ کی کتاب 'ذکرِ اقبال' کا مطالعہ کریں تو یہ اعتراض خود بخود رفع ہو جائے گا۔ سالکؔ صاحب نے لکھا ہے کہ اقبال کی زبان پختہ اور معیاری تھی۔ فن عروض میں ان کو یکتائی حاصل تھی۔ موصوف نے اپنے خیال کی تائید میں اساتذہ کے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ بہر حال اگر ادباء، نقاد اور مسلمان الفاظ و زبان سے صرف نظر کرتے ہوئے علامہ کے محض پیغام کو ہی سمجھ لیں اور اس کو روبہ عمل لانے کی کوشش کریں تو کا حق ادا ہو سکتی ہے۔

علامہ اقبال کی مشہور تخلیق "جاوید نامہ" کے بارے میں میں نے دریافت کیا، کیا اس میں علامہ نے آپ ہی کو خطاب فرمایا ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب اصل میں اطالوی شاعر ڈانٹے (Dante) کی کتاب طربیہ الٰہی (Divine Comedy) کا جواب ہے۔ اس میں علامہ نے پیر رومی کی رہنمائی میں افلاک کی سیر کی ہے۔ اور قرب و حضور اور تجلیات سے ہمکنار ہونے کا شرف حاصل کیا ہے۔ افلاک پر مخصوص شخصیات سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت سے پیچیدہ مسائل حل کر دئے ہیں اور ہدایت اور رہنمائی کیلئے بہت کچھ سامان فراہم کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں مجھے مخاطب بنا کر تمام ہی مسلم نوجوانوں تک اپنا پیغام

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پہنچایا ہے۔

سوال:۔ میں نے پوچھا علامہ کے وہ اشعار کون سے ہیں جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہیں؟

جواب:۔ میرے اس سوال کے جواب میں انھوں نے ضربِ کلیم سے یہ اشعار پڑھے :

تری خودی سے ہے روشن ترا حریمِ وجود
حیات کیا ہے اسی کا سرورِ سوز وثبات
بلند تر مہ و پروین سے ہے اسی کا مقام
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات وصفات
حریم تیرا خودی غیر کی معاذاللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کارو بارِ لات و منات
یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تُو نہ رہے
رہا نہ تُو تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات

سوال:۔ علامہ اقبال اسلامی نظریہ سیاست کے حامل تھے لیکن پاکستان کے حالات بتاتے ہیں کہ یہ ملک اقبال کے افکار سے بالکل بیگانہ رہا ہے اور آج بھی بیگانہ ہے ۔ وہاں بہت زور وشور کے ساتھ علامہ کا نام بھی لیا جاتا رہا ہے اور آج اقبال صدی بھی سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر بڑے جوش وولولہ کے ساتھ منائی جارہی ہے لیکن عملاً افکارِ اقبال کو منہ چڑایا جارہا ہے۔ آپ کا اس سلسلہ میں کیا احساس ہے؟

جواب:۔ ڈاکٹر صاحب میرے اس سوال سے چونک سے گئے ۔ انہیں امید نہ تھی کہ میں اس طرح کا کوئی سوال کروں گا۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ اگر چہ ماضی میں حالات ناگفتہ بہ رہے ہیں لیکن اب یہ توقع ہو چلی ہے کہ سرزمین پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہو کر رہے گا۔ گذشتہ دنوں پاکستان میں ایک نظریاتی کونسل تشکیل دی گئی ہے جس میں سپریم کورٹ کے جج ، ماہرین

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قانون کے علاوہ علماء کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ حضرات ملک کو ایک اسلامی ریاست کی شکل دینے کیلئے کوشاں ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ علامہ اس مخصوص قسم کی جمہوریت کے مخالف ہیں جس میں سکیولرازم کا خمیر شامل ہو ۔ وہ اسلامی جمہوریت کے حق میں ہیں کیونکہ اس قسم کی جمہوریت میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ذات میں تسلیم کی جاتی ہے۔ ہم دستور صدارتی بنائیں یا پارلیمانی، قوانین اسلامی ہی کا عدالتوں میں نفاذ ہو۔ علامہ اجتہاد کے قائل تھے۔ علامہ کی کوشش یہ رہی کہ وہ قائداعظم کو اس نظریہ کے قریب لائیں۔ میں نے گھڑی دیکھی تو دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی دوسری مصروفیات بھی تھیں۔ میں نے آخری سوال کر ڈالا۔

سوال:۔ علامہ اقبال؛ کے ساتھ ارتحال اور اُن کے مرض، وفات کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب:۔ میرے اس سوال پر ڈاکٹر صاحب کچھ غمگین سے ہو گئے ۔ اُنہوں نے بتایا کہ عمر کے آخری سالوں میں علامہ بیمار رہنے لگے۔ ایک آنکھ تو پہلے سے ہی خراب تھی اب ضعفِ بصارت اور بڑھ گیا۔ قریبی دوستوں اور عزیزوں کو بھی مشکل سے پہچانتے ۔ مرض کا آغاز بھی عجیب طریقہ سے ہوا۔ ۱۹۳۴ء کی بات ہے ۔ عید کے موقع پر دودھ کے ساتھ سوئیاں کھائیں جس کی وجہ سے آواز بیٹھ گئی۔ انگریزی اور دیسی ہر طرح کی دوائیں استعمال کیں لیکن کوئی خاص فائیدہ نہ ہوا۔ ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ وہ زیادہ بات چیت نہ کریں لیکن کسی متجر شخصیت کا خاموش رہنا بھی آسان بات نہیں۔ جب کوئی شخص کوئی ایسا موضوع چھیڑ دیتا جس سے علامہ کو فطری مناسبت ہوتی تو وہ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ پاتے۔ پھر تو علم کا دریا پورے جوش و طغیانی کے ساتھ بہنے لگتا۔ ۱۹۳۵ء میں والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ اس حادثہ سے بھی اُن کی صحت متاثر ہوئی۔ حکیم محمد قریشی صاحب کا علاج کرایا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء قلب پر بیماری کا اثر ہوا۔ آخری رات عقیدت مندوں کا تانتا بندھا تھا۔ میں کوئی دو بجے اُن کے کمرے میں داخل ہوا ۔ وہ تو پہچان نہ سکے۔ پوچھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا جاوید ہوں۔ ہنس پڑے اور بولے۔ جاوید بن کر دکھاؤ تو جانیں۔ پھر اپنے قریب بیٹھے ہوئے چودھری محمد حسین سے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مخاطب ہو کر فرمایا اسے جاوید نامہ کے آخر میں وہ دعا 'خطاب بہ جاوید ۱۳' ضرور پڑھوا دیجئے۔
راجہ حسن اختر اور دوسرے احباب شب میں دیر تک علامہ کے پاس رہے پھر آرام کرنے چلے گئے لیکن ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی علامہ نے راجہ صاحب کو بلا بھیجا اور یہ رباعی پڑھ کر دار فانی سے اپنے کوچ کرنے کا اعلان کر دیا:۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید — نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے — دگر دانائے راز آید کہ ناید

بالآخر وہ گھڑی آ گئی جو سب کیلئے مقدر ہے۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو صبح سوا پانچ بجے علم و ادب کا یہ آفتاب نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ جب میں اُن کے کمرے میں پہنچا تو ابا جان کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرہ قبلہ کی طرف تھا۔ منیرہ بیٹھی رو رہی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر دوڑی اور میرے ساتھ لپٹ گئی۔ اس کی ٹانگیں وحشت کی وجہ سے کانپ رہی تھیں۔ میں کوشش کے بعد بھی نہ رو سکتا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ اگر میں رویا تو وہ اُٹھ کھڑے ہونگے۔ اپنی انگلی کے اشارے سے اپنے قریب آنے کو کہیں گے۔ اور جب ہم اُن کے قریب پہنچ جائیں گے تو وہ اپنے ایک پہلو میں مجھے اور دوسرے میں منیرہ کو بٹھا لیں گے پھر اپنے دونوں ہاتھ پیار سے ہمارے کندھوں پر رکھ کر مجھ سے کہیں گے۔ "تمہیں یوں نہ رونا چاہئے یاد رکھو تم مرد ہو اور مرد کبھی نہیں رویا کرتے۔" اناللہ وانا الیہ راجعون آخری کلمہ جو اُن کے منہ سے نکلا وہ 'یا اللہ تھا ۱۴' شیخ عطا محمد صاحب' اُن کے بڑے بھائی سیالکوٹ سے اس وقت پہنچے جب جنازہ بادشاہی مسجد لے جایا جا چکا تھا۔ اُنہوں نے کہا "مجھے اقبال کا چہرہ دیکھ لینے دو اُس نے مجھ سے کہا تھا"۔

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم — چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

آخر کار انہیں میت کے پاس پہنچایا گیا۔ اُنہوں نے علامہ مرحوم کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر رندھی آواز میں کہا 'اقبال تو نے سچ کہا تھا' مجھے فخر ہے کہ تیرے چہرے پر تبسم موجود ہے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حواشی

۱ ڈاکٹر جاوید اقبال "اپنا گریباں چاک" ص ۱۵، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۳ء ۔

۲ جسٹس جاوید اقبال "چند ابتدائی سال" مشمولہ "اپنا گریباں چاک" ص ۱۵ ۔

۳ ڈاکٹر جاوید اقبال "اپنا گریباں چاک" ص ۱۵، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۳ء ۔

۴ بحوالہ اپنا گریباں چاک در باب ۴، ص ۲۰۔ (ایسے بہت سے دلچسپ واقعات جاوید اقبال صاحب نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں بیان کئے ہیں۔ دراصل جاوید اقبال کی زندگی اور تحقیقی و تخلیقی خدمات کا جائزہ لینے کیلئے ایک پروجیکٹ کی ضرورت ہے۔ آپ کی شخصیت اور عملی کام کے جائزے کیلئے ایک بھرپور کتاب کی اہم ترین ضرورت ہے جو انشاء اللہ مستقبلِ قریب میں میرا ایک پروجیکٹ ہوگا۔ (حم ۔ ق ۔ گنائی)

۵ "اپنا گریباں چاک" ص ۲۴ ۔

۶ "اپنا گریباں چاک" ص ۴۴۔

۷ "اپنے آپ کی تلاش" از جاوید اقبال مشمولہ اپنا گریباں چاک، ص ۵۱۔

۸ علامہ اقبال نے ایک خط ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو خواجہ حسن نظامی کو لکھا تھا جس میں مسئلہ تصوف پر اظہار خیال کرتے فرمایا تھا "میرا فطری اور آبائی میلان تصوف کی طرف ہے اور یورپ کا فلسفہ پڑھنے سے یہ میلان اور بھی قوی ہو گیا تھا۔ کیونکہ فلسفہ یورپ بخشیت مجموعی وحدت الوجود کی طرف رخ کرتا ہے مگر قرآن پر تدبر کرنے اور تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی اور میں نے محض قرآن کی خاطر اپنے قدیم خیال کو ترک کر دیا اور اس مقصد کیلئے مجھے فطری اور آبائی رجحانات کے ساتھ ایک خوفناک دماغی اور قلبی جہاد کرنا پڑا۔ (مکاتیب اقبال)

۹ علامہ کی خط کا نقل:

باسمہ تعالیٰ

۲۴ ۔ جون ۱۹۲۳ء

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب 'زمیندار'

السلام علیکم

میں نے ابھی ایک دوسے سے سنا ہے کہ کسی صاحب نے آپ کے اخبار میں یا کسی اور اخبار میں میری طرف بالشویک خیالات منسوب کئے ہیں۔ چونکہ بالشویک خیالات رکھنا میرے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہونے سے متاوف ہے اس واسطے اس تحریر کی تردید کرنا میرا فرض ہے۔

میں مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن نے تجویز کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سرمایہ داری کی قوت جب اعتدال سے تجاوز کر جائے تو دنیا کیلئے ایک قسم کی لعنت ہے لیکن دنیا کو اس کے مضر اثرات سے نجات دلانے کا طریق یہ نہیں ہے کہ معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کر دیا جائے جیسا کہ بالشویک کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کیلئے قانون میراث، حرمت ربا اور زکوٰۃ وغیرہ کا نظام تجویز کیا ہے اور فطرت انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہی طریق قابلِ عمل بھی ہے۔ روسی بالشویزم، یورپ کی ناعاقبت اندیش اور خود غرضانہ سرمایہ داری کے خلاف ایک زبردست ردِ عمل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی سرمایہ داری اور روسی بالشویزم دونوں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں۔ اعتدال کی راہ وہی ہے جو قرآن نے ہم کو بتائی اور جس کا میں نے اوپر اشارتاً ذکر کیا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا مقصود یہ ہے کہ سرمایہ داری کی بنا پر ایک جماعت دوسری جماعت کو مغلوب نہ کر سکے اور اس مدعا کے حصول کیلئے میرے عقیدے کی رُو سے وہی راہ آسان اور قابلِ عمل ہے جسکا انکشاف شارع علیہ السلام نے کیا ہے۔ اسلام سرمائے کی قوت کو معاشی نظام سے خارج نہیں کرتا بلکہ فطرتِ انسانی پر عمیق نظر ڈالتے ہوئے اسے قائم رکھتا ہے اور ہمارے لئے ایک معاشی نظام تجویز کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے یہ قوت کبھی اپنے مناسب حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا اور نہ ان کو معلوم ہوتا کہ اس خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے۔

میرا عقیدہ ہے فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا میں اس نعمت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اسکی قوم کے افراد صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے اخوان نہیں ہو سکتے جب تک وہ ہر پہلو سے ایک دوسرے کے ساتھ مساوات نہ رکھتے ہوں اور اس مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے سوشل نظام کے ممکن نہیں جس کا مقصود سرمایہ داری کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنا ہے۔ یورپ اس نقطہ کو نظر انداز کر کے آج آلام و مصائب کا شکار ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ بنی نوع انسان کی تمام قومیں اپنے اپنے ممالک میں ایسے قوانین وضع کریں جن کا مقصود سرمایہ کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق و تولید ہو اور مجھے یقین ہے کہ خود روسی قوم بھی اپنے موجودہ نظام کے نقائص تجربہ سے معلوم کر کے ایسے نظام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے گی جس کے اصول اساسی یا تو خالص اسلامی ہونگے یا اس سے ملتے جلتے ہوں گے۔ موجودہ صورت میں روسیوں کا اقتصادی نصب العین خواہ کیسا ہی محمود کیوں نہ ہو اس کے طریق عمل سے کسی مسلمان کو ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان جو یورپ کی Political Economy پڑھ کر مغربی خیالات سے فوراً متاثر ہو جاتے ہیں ان کیلئے لازم ہے کہ اس زمانے میں قرآن کریم کی اقتصادی تعلیم پر نظر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تاثر ڈالیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی مشکلات کا حل اس کتاب میں پائیں گے۔ لاہور کی لیبر یونین کے مسلمان ممبر بالخصوص اس طرف توجہ کریں گے۔ مجھے اس کے اغراض و مقاصد کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ مگر مجھے امید ہے کہ وہ کوئی ایسا طریقۂ عمل یا نصب العین اختیار نہ کریں گے جو قرآنی تعلیم کے منافی ہو۔

دستخط

محمد اقبال

بیرسٹرایٹ لا۔۔۔۔۔لاہور

(مکاتیب اقبال)

۱۰ یہ خط ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو خواجہ غلام السیدین کو لکھا گیا۔

خط کا اقتباس۔ "سوشلزم کے معترف ہر جگہ روحانیت اور مذہب کے مخالف ہیں اور ان کو افیوں تصور کرتے ہیں۔ لفظ افیون اس ضمن میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادّی تعبیر سراسر غلط ہے۔ روحانیت کا میں قائل ہوں مگر روحانیت کے قرآنی مفہوم کا جو روحانیت میرے نزدیک تعصب ہے یعنی افیونی خواص رکھتی ہے اس کی تردید میں نے جا بجا کی ہے۔

(شیرازہ) اقبال نمبر ص ۱۴۶۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۱۱ اپنے تصورِ خودی کو اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک خط میں تفصیل سے واضح کیا ہے۔ کہتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کا یہ نظریہ رسگل کے انگریزی مقلدین اور ارباب وحدت الوجود کے خیالات سے مختلف ہے۔ جن کے خیال میں انسان کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ وہ حیاتِ کلی میں جذب ہو جائے جس طرح ایک قطرہ سمندر میں مل کر اپنی انفرادی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ انسان کا نصب العین یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی ہستی کو مٹا دے یا اپنی خودی کو فنا کر دے بلکہ اس کے برعکس یہ ہے کہ اپنی انفرادی ہستی کو قائم رکھے۔ اور اس کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر بیش از بیش انفرادیت اور یکتائی پیدا کرے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اپنے اندر خدا کی صفات پیدا کرو۔ پس انسان جس حد تک ایک فرد یکتا (خدا) سے مشابہ ہوگا اسقدر خود بھی یکتا ہو جائے گا۔ فرد جس حد تک خدا سے دور ہوگا اس کی انفرادیت ناقص اور کمزور درجے کی ہوگی اور جس قدر وہ خدا کے قریب ہوگا، اس قدر کامل انسان ہوگا۔ قربِ الٰہی کا یہ مطلب نہیں انسان انجام کار خدا کی ذات میں داخل یا فنا ہو جا۔ بلکہ اس کے برعکس یہ کہ کامل انسان وہ ہے جو خدا کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔

(The Secrets of Self)

اقبال کا خط ڈاکٹر نکلسن کے نام

(شیرازہ) اقبال نمبر صفحہ نمبر ۱۰۷۔

۱۲ اس دعا کا مفہوم یہ ہے۔ عصرِ حاضر میں قحط رجال ہے اور مردانِ خدا کا ملنا سخت مشکل ہے۔ اگر تمہاری قسمت اچھی ہوئی تو تمہیں کوئی صاحب نظر مل جائے گا اور اگر نہ ملا تو تم میرے نصائح ہی پر عمل کرنا۔

۱۳ مشہور انگریزی شاعر کیٹس (Keats) نے مرتے وقت کہا تھا۔ ''مجھے یہ لگتا ہے کہ میرے اوپر پھول اُگ رہے ہیں۔ بائیرن (Byron) نے انتقال کے وقت کہا۔ ''اب مجھے سو جانا چاہئے''۔ گوئٹے نے کہا ''روشنی! اے روشنی!'' لیکن عاشقِ رسول ﷺ حکیم الامت علامہ اقبال کے منہ سے جو آخری لفظ نکلا وہ " **اللہ** " تھا۔ بیشک وہ اللہ کیلئے جئے اور اللہ کا نام ہی دمِ رخصت آپ کے ہونٹوں پر تھا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ڈاکٹر جاوید اقبال پر ایک الزام

اور اس کا جواب

راقم الحروف کو علامہ اقبال کے اس فرزند جلیل سے پچھلے پانچ سال سے لگاتار خط و کتابت کا شرف حاصل رہا ہے۔ اپنے گرامی قدر مکتوبات اور علمی و ادبی نوادرات سے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب جہاں ایک طرف راقم کو اپنے علمی تبحر و ادبی کمال سے فیض یاب فرما رہے ہیں وہیں دوسری طرف اپنی گراں قدر حوصلہ افزائی سے مجھے فکرِ اقبال کے متنوع گوشوں پر خالص علمی اندازِ فکر اپنانے کیلئے ہمہ تن مصروف رہنے کا قائل کر رہے ہیں۔ اُن کے اس طرزِ عمل کو دیکھکر راقم نے اُن کے بارے میں یہی رائے قائم کرلی ہے کہ انہوں نے دراصل اپنی دانشوری اور فکری کاوشوں کو ایک مقدس مشن کے طور پر اپنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے پناہ علمی و انتظامی مصروفیات کے علاوہ بزرگی کے اس دور میں بھی ایسی شخصیات ہم جیسے کوتاہ بینوں کو بھی درخورِ اعتنا سمجھ کر نہ صرف ہمارے استفسارات اور خطوط کا باحسن جوب ہی مرحمت فرماتے ہیں بلکہ اپنی کمال دانشوری اور علمی ضیا پاشیوں سے ہمیں مستفید و معطر کرتے رہتے ہیں۔

راقم الحروف کو اُن کی طرف سے اب تک تقریباً ایک درجن نادر علمی و ادبی خطوط پہنچے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی خصوصی ہدایت کے تحت اقبال اکیڈیمی پاکستان کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر محمد سہیل عمر صاحب نے راقم کو اُن کی اور اپنی کئی اہم ترین تصانیف بھی بھیج دیں۔

کئی ماہ پہلے آپ کا ایک علمی و قانونی نقطۂ نظر برصغیر کے چند دینی جرائد میں بحث و تمحیص کا موضوع بنا جس میں اُن جرائد کے فاضل مدیر صاحبان نے بلاتحقیق آپ پر یہ الزام عائد کیا کہ موصوف شراب کی حرمت کے قائل نہیں رہے۔ اس ضمن میں ماہنامہ ''زندگی نو'' نئی دہلی کے مدیر جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی صاحب نے ستمبر ۲۰۰۴ء کے اپنے اداریہ بعنوان ''اشارات'' جماعت اسلامی پاکستان کے جریدے ''ترجمان القرآن'' کا حوالہ دیتے ہوئے رقم کیا ہے :-

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

"ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمارے اربابِ حل وعقد اسلامی تعلیمات میں ترمیم کیلئے مختلف عذرات تلاش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ مرض حکومت سے لیکر دانشوروں تک میں پھیل گیا ہے، جس کا شکار علامہ اقبال کے صاحبزادے بھی ہو گئے ہیں۔ چنانچہ موصوف نے حال ہی میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اسلام میں شراب حرام نہیں ہے اور سیکولرازم اسلام کا جزو ہے"

(ماہ نامہ زندگی نو نئی دہلی، ماہ ستمبر ۲۰۰۴ء)

راقم الحروف کے خیال میں سیکولرازم کو اگر لادینیت کے برعکس وسیع النظری اور مذہبی رواداری پر محمول کیا جائے تو پھر اس کو اسلام ہی کا ایک جز قرار دیا جا سکتا ہے، اس رواداری اور بے نظیر انسان دوستی کی مثال تو تاریخ اسلام کے تمام زرّیں ادوار میں مشعلِ تاباں کی طرح موجود ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآنی احکام کے تحت اپنے ادوار امارات میں مذہبی رواداری کی ایسی مثال قائم کی ہے کہ تاریخ میں کہیں بھی اس کی نظیر ملنی محال ہے۔

لیکن شراب بہر حال صریحاً قرآنی احکام کے مطابق حرام ہے اور اس کی سزا مقرر ہے۔ لہٰذا راقم مذکورہ بالا مدیرِ محترم کی اس تحریر کی وجہ سے ڈاکٹر جاوید اقبال کے خیال سے زبردست متحیر ہوا اور میں نے فوراً ایک مراسلہ انھیں بھیجا جس میں اُن سے راقم نے استفسار کیا کہ "شراب کو آپ کیسے حلال قرار دے سکتے ہیں جبکہ قرآن اسے صریحاً حرام قرار دے چکا ہے۔"

اس کا جواب انھوں نے ۱۲ اپریل ۲۰۰۵ء کو بھیجا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کا جوابی خط راقم من وعن آپ کے سامنے یوں پیش کرتا ہے:۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

61- Main Gulberg Lahore

Ph. 9242 - 5762847 / 5754809

Email: arisan @ brain. net.pk

مورخہ ۱۲ اپریل ۲۰۰۵ء

محترمی و مکرمی جناب ڈاکٹر مشتاق احمد کنائی صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا خط مل گیا۔ یاد آوری کا شکریہ۔

افسوس ہے کہ ہمارے علماء حضرات بعض اوقات بغیر دلیل کے دوسروں پر الزام لگا دیتے ہیں۔ بحث ایک قانونی نکتہ پر ہو رہی تھی اور مسئلہ تھا کہ شراب پینے کی سزا کے لئے ثبوت کا معیار کیا ہے۔ ثبوت کا معیار خمار یا drunkness تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُس کے لئے Tests موجود تھے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ ملزم خمار کی حالت میں ہے تو سزا کا نفاذ ہوتا تھا۔ لیکن ہمارے دوستوں نے اس گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اگر خمار کی کیفیت کی حد نہ پہنچے تو میری نگاہ میں شراب کی حرمت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں شراب کی حرمت اخلاقی نوعیت کی ہوگی قانونی نہیں۔ مثال کے طور پر لحم الخنزیر مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ مگر کوئی مسلمان اُسے کھائے تو اسکی سزا مقرر نہیں۔ سوا اس کی حرمت بھی اخلاقی نوعیت کی ہے۔ کیونکہ اس "جرم" کی کوئی سزا مقرر نہیں۔ بہر حال ایسی بحثیں تو ہوتی رہتی ہیں۔ امید ہے آپ بخیریت ہونگے۔

خیر اندیش

جاوید اقبال

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس خط سے یہی بات مترشح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال ایک ماہر قانون اور دانشور اسلام کی حیثیت سے اس اسلامی قانون کے تعزیراتی پہلو پر اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔ آپ کے اس نقطۂ نظر کے بارے میں ارباب حل وعقد اختلاف بھی کر سکتے ہیں اور اتفاق بھی۔

جاوید اقبال کو ہم فکری لغزشوں سے مبرا بھی قرار نہیں دے سکتے ہیں۔ اُن کے استدلالات سے ہم متفق نہیں ہو سکتے ہیں لیکن بلا تحقیق وثبوت کے اُن پر الزامات کی بوچھاڑ کرنا بہر حال فکرِ اسلامی کی ناواقفیت اور اسلامی عدل وانصاف سے بے بہرہ ہونے کا ایک واضح ثبوت ہے۔ جس کی مثال ہمیں ہفت روزہ احتساب بتاریخ ۱۹ اگست ۲۰۰۴ء کی اس تحریر سے بھی ملتی ہے جس میں کسی حافظ محمد ادریس صاحب کا ایک مضمون بعنوانِ ''مغرب کا ماڈرن اسلام اور مشرق کے روشن ضمیر دانشور'' شائع ہوا ہے۔ اس میں فاضل مضمون نگار ڈاکٹر جاوید اقبال کے متعلق اپنا یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں:۔

''ڈاکٹر جاوید اقبال عمر کے اس حصے میں ہیں۔ جہاں بقول شاعر گرگ ظالم بھی پرہیز گار ہو جاتا ہے۔ انھیں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں جن کا وہ وقتاً فوقتاً اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کی ایسی لن ترانیوں سے اس دنیا میں ان کا شاید کچھ نہ بگڑتا ہو مگر اس کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے اس کا کچھ خیال کرنا چاہئے۔ پھر یہ امر بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں ہے کہ اُن کے والد کا ایک ملی مقام ہے۔ ان کی ایک فکر تھی اور انکے افکار تحریری صورت میں محفوظ ہیں۔ کیا ان کی باتوں سے اُنکے والد کی روح کو تسکین پہنچتی ہوگی؟ غالباً علامہ مرحوم نے مشہور زمانہ مصرع اپنے ہی گھر کے چراغ کے لئے کہا ہوگا۔

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!'' (ہفت روزہ ''احتساب'' مریگھر ۱۹ اگست تا ۲۵ اگست ۲۰۰۴ء)

کاش مذکورہ فاضل مصنف اُن کی تصانیف کا بالاستیاب مطالعہ کرتے تو اُن کی فکر کی راہیں کشادہ ہو جاتیں اور ذہن کے دریچے کھل جاتے۔ پھر وہ ڈاکٹر جاوید اقبال کے متعلق قطعاً کسی زعمِ باطل میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ انھیں کسی اہل نظر شخصیت پر کیچڑ اچھالنے سے پہلے قرآن حکیم کے سورہ الحجرات کی اس آیتِ کریمہ پر غور وخوض کرنا چاہئے تھا جس میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یا ایھاالذین آمنو ا ان جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا ان تصیبو ا قوما بجھلتٍ فتصبحو ا علیٰ ما فعلتم نادمین ۔ (سورہ الحجرات آیت نمبر ۶)

ترجمہ:۔ ''اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پریشان ہو''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن فہمی اور فکرِ اسلامی پر کاربند رہ کر سعیِ مسلسل کی توفیق سے نوازے۔ ہمارے دلوں میں کشادگی اور فکری ہم آہنگی پیدا کر کے ہمیں حق پر کاربند رہنے کی ہدایت فرمائے۔ آمین

علامہ اقبالؒ نے کیسے بلیغ انداز میں ہمیں اس خلیقیت کی یوں نشاندہی فرمائی ہے ۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مُغاں ہے مردِ خلیق

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ضمیمہ

چند اہم علمی خطوط اور تبصرے

ریسرچ کے دوران اور اس کے بعد راقم الحروف کو چند اہم بین الاقوامی شہرت یافتہ ادبی و علمی شخصیات کے ساتھ خط و کتابت کا شرف حاصل ہوتا رہا، جو اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی جاری ہے۔ اُنہی چند خطوط کا ایک انتخاب یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز راقم کی چند تصانیف پر چند توصیفی خطوط اور تبصرے بھی (اردو و انگریزی) میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ ان مراسلوں اور تبصروں کی اشاعت کا مقصد محض اتنا سا ہے کہ ایک تو یہ علمی خطوط محفوظ رہیں دوسرے ان کی روشنی میں قارئین یہ اندازہ لگا سکیں کہ کس طرح سے عظیم علمی ہستیاں راقم جیسے ادنیٰ طالب علم تک کی حوصلہ افزائی کرنے میں ذرا بھی بخل نہیں برتتے ہیں۔ بعض خطوط میں سے کہیں کہیں وہ حصے حذف کئے گئے ہیں جن میں عام قاری کے لئے دلچسپی کا کوئی سامان موجود نہیں تھا۔

مشتاق احمد گنائی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حکومت پاکستان

وفاقی وزارت ثقافت و سیاحت

اقبال اکادمی پاکستان

Regd. Air Mail
Parcel

نمبر:-5-2000/28 (ادبیات)

مورخہ:- 16-1-04

محترم ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

Iqbal Institute

University of Kashmir,

Srinagar. 190006.

India

السلام علیکم

آپ کا گرامی نامہ محترم ڈاکٹر جاوید اقبال کے نام موصول ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے فروغ اقبالیات کے ضمن میں آپ کی کاوشوں کو سراہا ہے اور ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ آپ سے رابطہ کریں۔ آپ کی کوئی کتاب ابھی تک ہمیں موصول نہیں ہوئی۔

اقبال اکادمی پاکستان بھی آپ کی کاوشوں سے استفادے کی متمنی ہے۔ براہ کرم آپ اپنی کتب اور پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہمیں بھجوا دیں۔ تاکہ ہم اس کی اشاعت کے بارے میں آپ کی مدد کر سکیں۔ معلوم نہیں اقبال کے تصور اجتہاد پر ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کی کتاب آپ کی نظر سے گزری ہے یا نہیں، یہ ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ تھا اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں دستیاب ہے۔

آپ کی کتاب "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کچھ مسلم اعلام" بھی ڈاکٹر صاحب کو نہیں ملی اور نہ یہ کتاب اقبال اکادمی کی لائبریری میں موجود ہے۔ امید ہے آپ اپنی اولین فرصت میں ہمیں اپنی کتب ارسال فرمائیں گے۔

آپ اقبال اکادمی کے مجلے اقبالیات اور اقبال ریویو کے لیے اردو اور انگریزی میں مقالات بھجوائیں تو ہم ان کو شائع کر کے خوشی محسوس کریں گے۔

اقبال اکادمی آپ کی خدمت میں چند کتب بھجوا رہی ہے امید ہے آپ ان پر اپنے بیش قیمت تبصرہ بھی فرمائیں گے اور استفادہ بھی کریں گے۔ کشمیر میں اقبالیات پر کام کرنے والے اہل قلم حضرات کی فہرست بھجوا سکیں تو شکر گزار ہوں گے تاکہ ہم ان سے بھی رابطہ کر سکیں۔

آپ سے مزید تعاون کے خواہاں۔

سہیل عمر

(ناظم)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Javid Iqbal

Retd: { JUDGE SUPREME COURT OF PAKISTAN
CHIEF JUSTICE LAHORE HIGH COURT

61-Main Gulberg
Lahore.
Ph:9242-5762847/5754809
Email: arisan@brain.net.pk

محترمی و مکرمی جناب مشتاق احمد خان صاحب

السلام علیکم

آپ کا ارسال کردہ دو کتب تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ اور مسلم اعلام اور عشق رسول کے آئینہ میں موصول ہوئیں۔ یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے ابھی دونوں تصانیف دیکھی ہیں۔ آپ نے اچھا کیا کہ تشکیل میں مسلم اعلام کا ذکر ہے ان سے متعلق عمدہ تلخیص اردو میں تحریر کر دی۔ افسوس یہ ہے کہ تشکیل علامہ کی ایسی تصنیف ہے جس کی طرف اہل شاعر و ادب نے توجہ نہیں کی۔ اگرچہ اس کتاب کا اردو ترجمہ نیز انگریزی کے علاوہ دیگر متعدد زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے اور تشکیل میں جن شخصیتوں (مسلم و غیر مسلم) کا ذکر ہے ان کے بارے میں معلومات بھی مہیا کی گئی ہیں اس کے باوجود بہت سے جید عالم اس کتاب کو زیر مطالعہ نہیں لاتے۔ اہل عشق رسول ایک ایسا موضوع ہے جس پر خاصا کام ہو چکا ہے۔ آپ کی تصنیف اس کام کی ایک کڑی ہے۔ نوجوانوں کے لیے یہ کتاب خاص طور پر مفید ہے۔ دراصل میں نے یہ محسوس کیا کہ دونوں کتابیں ہم نوجوانوں کے لیے نہایت مفید ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ انہیں اسلامی تمدن اور اس کے عہد بہ عہد ارتقا کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے اچھا کام کیا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں علامہ پر جو کام کر رہے ہیں اور صدق دل سے کر رہے ہیں اہل علامہ کی روح ان پر مسرور ہوتی ہے۔ ایسے کام کا ہمیشہ استقبال ہوتا ہے۔

خیر اندیش

جاوید اقبال

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Javid Iqbal
Field: { JUDGE SUPREME COURT OF PAKISTAN
CHIEF JUSTICE LAHORE HIGH COURT

41 - MAIN GULBERG
LAHORE - PAKISTAN
PHONES: 0042-575[illegible]
: 0042-5754[illegible]
FAX : 0042-5754[illegible]

امید ہے
مزاج بخیر ہوں گے

عزیز دکتر شمشاد احمد خان۔

السلام علیکم۔

ایم فل
میں نے آپ کا مقالہ پڑھ لیا ہے اور آپ کے ذکر اس کے تمام علمائے اقبال کی فکر اور اس کی تشکیل جدید کے سلسلہ میں بڑی قدر آزاد کا نوٹ لیا ہے۔
اب آپ ڈاکٹر اے کی ڈگری کی تکمیل کیلئے فلسفہ اقبال میں اجتہاد کی اہمیت کا موضوع چنا ہے۔ ٹھیک چنا ہے۔ اور بڑا مشکل موضوع ہے۔ تین اعتراض ہے بابت نہ ہیں اس موضوع پر کوئی تحقیق پیش کی گئی اور نہ کوئی کام ہوا ہے۔ اب اجتہاد اجتہاد ضرورت ہیں تین اجتہاد کرنے کا کوئی مجاز نہیں علوم اسلامیہ کا ہر طالب علم اجتہاد کو بڑی اہمیت دیتا ہے لیکن انہوں نے کبھی اس موضوع پر تحقیق نہیں کی بلکہ کہا ہے کہ کیونکہ مسلم قوم بڑی حساس واقع ہوئی ہے اس لئے اس موضوع پر تحقیق نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ بہرحال یہ ہماری اس سلسلہ میں کوئی مدد کریں۔
Reconstruction Lectures کے علاوہ علامہ اقبال کا کوئی علیحدہ مقالہ اجتہاد پر موجود نہیں۔ مقالوں میں ذکر ضرور ہے جو کہ سیلی نہ دوں کی تحقیق ہے سب مقالوں چھپ چکے ہیں بلکہ ہندوستان میں بھی چھپ چکے ہیں اور ہمارے ہاں بھی چھپ چکے ہیں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامہ اقبال کے خطوط کا نیا مجموعہ شائع کیا ہے جس کی شاید چار جلد میں
چھپ چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں میری معلومات زیادہ نہیں جو مقالہ میں نے
جعفری صاحب کے سیمینار کیلئے کراچی میں پڑھا تھا اور جو آپ کے پاس بھی ہے
نہایت سطحی ہے۔ اس لئے میں اس سلسلہ میں آپ کی کوئی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔
اگر آپ نے اپنی مزید تسلی کرنی ہے تو ڈائریکٹر اقبال اکاڈمی پاکستان
جناب سہیل عمر صاحب سے خط و کتابت کر کے ان سے معلومات حاصل کر سکتے
ہیں۔ ان کا ایڈریس ہے: جناب سہیل عمر صاحب۔ ڈائریکٹر اقبال اکاڈمی پاکستان
ایوان اقبال، خیابان اقبال لاہور۔

خیر اندیش

حامد اقبال

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اقبال اکادمی پاکستان

ایوان اقبال کمپلیکس

چھٹی منزل ایجرٹن روڈ لاہور

Regd. Air Mail

Parcel

الف ۳ ۔ ۱ ۔ ۲۰۰۵ ۔ ڈی آئی اے ۔ 625 Regd ۲۷ جنوری ۲۰۰۵

بخدمت اقدس

جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

اقبال انسٹی ٹیوٹ

یونیورسٹی آف کشمیر

سری نگر ۱۹۰۰۰۶

انڈیا

نظری و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بحوالہ آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۰۶ جنوری ۲۰۰۵ بنام محترم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب۔

حسب ہدایت محترم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب درج ذیل مطبوعات اکادمی آپ کے ذوق مطالعہ کے لیے پیش خدمت ہیں۔ براہ کرم وصول یابی سے مطلع فرمائیں۔ نیز ڈاکٹر صاحب کی دیگر مطبوعات کی تفصیل جو دوسرے اداروں سے بھی شائع ہوئیں پیش خدمت ہے۔ فہرست کتب اکادمی بھی ہمراہ ہے مزید کار لائقہ سے یاد فرمائیں۔ محترم جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور ناظم اکادمی جناب محمد سہیل عمر صاحب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

مع السلام

(سید قیصر محمود شاہ)

پی ایس برائے ڈائریکٹر

ہمراہ (۱) زندہ رود (۲) اپنا گریبان چاک (۳) مئے لالہ فام (۴) Islam and Pakistan Identity (۵) فہرست کتب اکادمی (۶) تفصیل مطبوعات محترم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب

To,

Dr. Mushtaq Ahmad Ganaie

Iqbal Institute

University of Kashmir, Srinagar 190006, India

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ادارہ ثقافت اسلامیہ

Institute of Islamic Culture

2-Club Road. Lahore. Ph: 6363127 - 6305920

Dr. Mushtaq Ahmad Ganaie
Iqbal Institute
UNIVERSITY OF KASHMIR
Srineger, India

۱۵ر نومبر ۲۰۰۲ء

مکرمی ڈاکٹر گنائی صاحب!

السلام علیکم!

آپ کا مکتوب گرامی مورخہ ۱۳ر اکتوبر ملا۔ شکریہ! یہ پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ کو "المعارف" پسند آیا۔ اگر آپ اس میں اقبال، ابوالکلام آزاد، ٹیگور، آربندو گوش کی روحانی تحریک، گروکل (ہندو برادری نے برطانوی ہندوستان میں گروکل کے نام سے آزاد علمی ادارے قائم کیے تھے، جن پر مرحوم شبلی نے دو ایک مقالے بھی لکھے تھے)۔ اگر کوئی مضمون لکھیں تو ہمیں 'المعارف' میں شائع کر کے مسرت ہوگی، ایسے ہی بھارت کے نئے قلمکاروں نے آزاد، اقبال یا غالب پر اگر کوئی تخلیقی کلام کیا ہے۔ تو اس پر بھی لکھا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی مسلم سکالر نے 'روایتی وعظ' سے ہٹ کر حقائق کی روشنی میں علمی کام کیا ہے، اس کے تعارف پر بھی آپ لکھ سکتے ہیں۔

اس خط کے ساتھ معارف کا آخری پرچہ اور Islam and Current Issues آپ کے نام پر بھیجی جا رہی ہے، ملنے پر اطلاع دیں۔ اگر کبھی لاہور آنا ہو تو آپ سے مل کر مسرت ہوگی۔ المعارف، علی گڑھ اور دوسرے مقامات پر بھی جاتا ہے۔

مخلص

ڈاکٹر رشید احمد (جالندھری)
ڈائریکٹر
ادارہ ثقافت اسلامیہ
۲۔ کلب روڈ، لاہور

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Govt. of Pakistan Ministry of Culture
Sports, and Youth Affairs

حکومت پاکستان
[illegible]

Iqbal Academy
Pakistan

اقبال اکادمی پاکستان

ایف ۵-۱۴/۲۰۰۰/ادبیات/ 181 ۱۶/اگست ۲۰۰۵ء

محترمی ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم!

بحوالہ گرامہ نامہ ۱۴/جولائی ۲۰۰۵ء

آپ کا مضمون "کشمیر میں اقبالیات" اپنے وقت پر مل گیا تھا، "اقبالیات" میں اُس کی جلد اشاعت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

آپ کا تازہ مضمون "جگن ناتھ آزاد بہ حیثیت انسان دوست، دانشور، شاعر اور ماہر اقبالیات" بھی ہمیں موصول ہو گیا ہے۔ اطلاعاً تحریر ہے۔

آپ کی تصنیف "نظریۂ اجتہاد اور اقبال" بھی اشاعتی مراحل میں داخل ہے، لیکن آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ مراحل ذرا طویل اور صبر آزما ہوتے ہیں، ہم سب کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ انتظار کرنا ہوگا۔ انشاءاللہ دیر آید، درست آید کے مثیل کتاب خوبصورتی اور آن بان سے شائع ہوگی۔

یہ جان کر خوشی ہے کہ آپ اپنے مقالات کا مجموعہ تیار کر رہے ہیں۔

فقط والسلام

آپ کا مخلص

(سید قاسم محمود)
نگران مجلس علمی

بخدمت: ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی
میرپور۔ کشمیر۔ ۱۹۳۲۰۱

200

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Tel No : 6101931
6103381
6179657
Fax. 6108150

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
(ایوان ترقی اردو)

West Block-1, R.K.Puram,
New Delhi-110066

Dated ۲۰۰۰ء

محترمی محترم ڈاکٹر [illegible]

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ممنون ہوں۔

آپ کا مجموعہ [illegible] کے بعد ہی مسرت ہوئی تھی اور اب جو آپ کا خط ملا ہے تو بڑی دلی مسرت ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بھی [illegible] کی تصنیف اپنی مثال آپ ہوگی۔

کتابوں کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔ [illegible] اور کچھ حکومت وقت کی پیچیدگیوں سے مجھے [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی
अन्जुमन तरक़्क़ी उर्दु (हिन्द)

ANJUMAN TARAQQI URDU (HIND)
URDU GHAR, URDU GHAR MARG, ROUSE AVENUE, NEW DELHI-2
Ph : 3237710, 3236299 Fax : 011-3239547 E-mail : urduadabdil@bol.net.

President:
Prof. Jagan Nath Azad

Professor
Jagan Nath Azad
A-25, Government Quarters
Gandhi Nagar Jammu Tawi-180004
(J&K) Telephone:—0191-430987

۲۱ جولائی ۹۰ء

عزیزم مشتاق صاحب، آداب

سب کی نگاہیں آپ کی معلومات کی وسعت کا باعث ہوں گی۔ ویسے بھی یہ سفر بہت سی یادیں لے کر آیا ہے۔ لاہور میری اور رتن سنگھ کی جنم بھومی ہے۔ وہاں کی بہت سی یادیں ہیں۔ میں اسی سلسلے میں آپ کو تمام دوستوں کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں اس مصرعے کے ساتھ ہی کرم کرو الٰہی زندہ باد۔

آپ نے اپنی کتاب میں جو اپنا واحد شعر نقل کیا ہے وہ صحیح صورت میں یوں ہے

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ زافتاب گویم

اس میں تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ (۱) پہلے مصرعے میں "کہ" کے بغیر مصرع ناموزوں ہو رہا ہے اور ویسے بھی "کہ" کے بغیر بات مکمل نہیں ہو سکتی۔ (۲) دوسرے مصرعے میں "من" سے مصرع خارج از بحر ہو رہا ہے۔ اس کی جگہ اصل متن "چو" ہے جو نہ صرف موزوں صورت ہی نہیں ہے بلکہ مفہوم میں بھی صفائی پیدا کرتا ہے۔ (۳) "زآفتاب" لکھنا غیر ضروری ہے۔ اگرچہ مفہوم میں یہ کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا لیکن مصرع موزوں نہ ہونے والے "زآفتاب" ہی ہر لیں گے اگر مصرع ناموزوں ہو جائے تو "زآفتاب" ہر جگہ صحیح ہے۔ مفہوم کو سامنے رکھیں تو یہی اور وزن کا خیال کریں تو یہی

خدا کرے آپ ہر طبع فریت سے ہوں

ڈاکٹر محسن صاحب کو میری طرف سے دعا دیں کہیں۔

خ۔ ب۔ ۸۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Qamar Kais

Rtd. Professor : University of Delhi
President : All India Progressive Writer's Association (U).
G. Secretary : Society for INDIA-UZBEKISTAN Friendship (Regd.)
Editor : AAB-O-GIL Urdu Quarterly

C-166 VIVEK VIHAR PHASE-I
DELHI-110095
Tel : 2215305

Ref No Date

برادرم ڈاکٹر گنائی صاحب مکرم

نو ٹمبر کا محبت نامہ ملا تو بے حد خوشی ہوئی۔
مدت سے آپکی خیر و عافیت سے محروم تھا۔
کتاب مل گئی تھی۔ اندازہ ہوا کہ آپ نے
بڑی محنت اور کاوش سے نظر ثانی کی اور اجتہاد
کے نازک مسئلہ پر آپ نے علامہ اقبال کے
افکار و نظریات کو نہایت خوبی سے پوری
احتیاط اور استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ میں
تو آپکے اس کام کی اہمیت کے بارے میں
تعارفی طور پر پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔
ایک بار پھر آپکو اقبالیات میں اس اہم
اضافہ پر مبارک باد دیتا ہوں۔

میرے خیال میں پاکستان میں بھی اس
کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور وہاں
کا ماحول بھی اس آزاد [illegible] مقبولیت کے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Prof. A.M.S. Abdul Moghni
FORMER VICE-CHANCELLOR
L.N.M.U., DARBHANGA
&
Retd. University Professor of English,
Patna University, Patna.

NEW AZIMABAD COLONY
P. O. Mahendru
Patna - 800 006
Phone 0612 - 2673102

Dated ....

باسمہ تعالیٰ

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

السلام علیکم

آپ کی کتاب "نظریۂ اجتہاد اور اقبال" بہت محنت و کاوش سے لکھی گئی ہے، جس میں موضوع سے متعلق ضروری مواد و معلومات فراوانی کے ساتھ فراہم کی گئی ہیں۔

آپ کے بعض بیانات بحث طلب ہو سکتے ہیں، مگر آپ کا اصولی موقف اور نقطۂ نظر عمومی طور پر صحیح ہے۔

زیر نظر کتاب اقبالیات میں ایک اضافہ کہی جا سکتی ہے۔

عبدالمغنی
۱۷ مارچ ۲۰۰۵ء

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حکومت پاکستان

وفاقی وزارت ثقافت وسیاحت

اقبال اکادمی پاکستان

ایف:۔ 5-28/2000(ادبیات) مورخہ :۔16.1.04

محترم ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

Iqbal Institute

University of Kashmir,

Srinagar,190006,

India

السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ محترم ڈاکٹر جاوید اقبال کے نام موصول ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے فروغ اقبالیات کے ضمن میں آپ کی کاوشوں کو سراہا ہے اور ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ آپ رابطہ کریں۔ آپ کی کوئی کتاب ابھی تک انہیں موصول نہیں ہوئی۔

اقبال اکادمی پاکستان بھی آپ کی کاوشوں سے استفادے کی متمنی ہے۔ براہ کرم آپ اپنی کتب اور پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ ہمیں بھجوادیں تاکہ ہم اس کی اشاعت کے بارے آپ کی مدد کرسکیں۔ معلوم نہیں اقبال کے تصور اجتہاد پر ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کی کتاب آپ کی نظر سے گزری ہے یا نہیں، یہ ان کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ تھا اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں دستیاب ہے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آپ کی کتاب ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مسلم اعلام'' بھی ڈاکٹر صاحب کو نہیں ملی اور نہ یہ کتاب اقبال اکادمی کی لائبریری میں موجود ہے۔ امید ہے آپ اپنی اولین فرصت میں ہمیں اپنی کُتب ارسال فرمائیں گے۔

آپ اقبال اکادمی کے مجلّے اقبالیات اور اقبال ریویو کے لئے اردو اور انگریزی میں مقالات بھجوائیں تو ہم ان کو شائع کر کے خوشی محسوس کریں گے۔ اقبال اکادمی آپ کی خدمت میں چند کتب بھجوا رہی ہے امید ہے آپ ان پر اپنے ہاں تبصرہ بھی فرمائیں گے اور استفادہ بھی کریں گے۔

آپ سے مزید تعاون کے خواہاں۔

محمد سہیل عمر

سہیل عمر

(ناظم)

Director

Iqbal Academy

Pakistan

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Javid Iqbal

Retd: Judge Supreme Court Of Pakistan
CHIEF JUSTICE Lahore HighCourt

61 -Main Gulberg
Lahore - Pakistan
Phones: 9242- 5762847
: 9242- 5754800
Email arisan @ brain. net pk

مورخہ ۲۳ فروری ۲۰۰۱ء

محترمی ومکرمی مشتاق احمد گنائی

السلام علیکم:۔

میں نے آپ کا خط پڑھ لیا ہے اور آپ کے ایم فل کے مقالہ علامہ اقبال کی فکر اسلامی کی تشکیل جدید کے سلسلہ میں (پروفیسر) جگن ناتھ آزاد کا نوٹ بھی دیکھ لیا۔ اب آپ نے ڈاکٹری کی ڈگری کی تحصیل کیلئے ''فلسفہ اقبال میں اجتہاد کی اہمیت'' کا موضوع چنا ہے۔ نیک خیال ہے۔ اور بڑا مشکل موضوع ہے۔ لیکن افسوس ہے پاکستان میں اس موضوع پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور نہ کوئی کام ہوا ہے۔ سب اجتہاد اجتہاد ضرور کرتے ہیں لیکن اجتہاد کرتا کوئی بھی نہیں۔ علامہ کے نزدیک بھی اجتہاد کی بڑی اہمیت ہے لیکن انہوں نے مزید بحث اس موضوع پر نہیں کی بلکہ کہا ہے کہ مسلم قوم بڑی قدامت

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پسند ہے اس لئے اس موضوع پر بحث نہ کی جائے تو بہتر ہے۔

"The Reconstruction of Religious Thought in Islam" کے Lectures کے علاوہ علامہ اقبال کا کوئی علٰحدہ خطبہ اجتہاد پر موجود نہیں ہے۔ خطوں میں ذکر ضرور ہے جو سید سلیمان ندویؒ کو لکھے گئے لیکن یہ سب خطوط چھپ چکے ہیں بلکہ ہندوستان میں جناب برنی صاحب سابق گورنر ہریانہ نے چھے جلدوں میں علامہ اقبال کے خطوط کا نیا مجموعہ شائع کیا ہے جسکی شاید چار جلدیں چھپ چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں میری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔ جو مقالہ میں نے جعفری صاحب کے سیمینار کیلئے کراچی میں پڑھا تھا اور جو آپ کے پاس بھی ہے نہایت سطحی ہے۔ اس لئے میں اس سلسلہ میں آپ کی کوئی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔ اگر آپ نے اپنی مزید تسلی کرنی ہے تو ڈائریکٹر اقبال ایکادمی پاکستان جناب سہیل عمر صاحب سے خط و کتابت کر کے ان سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

اُن کا ایڈریس ہے: جناب سہیل عمر صاحب ڈائریکٹر اقبال ایکادمی پاکستان، ایوانِ اقبال، خیابان اقبال لاہور۔

خیر اندیش

جاوید اقبال

(ریٹائرڈ جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال فرزند علامہ اقبالؒ)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Prof. A.M.S.Abdul Moghni

FORMER VICE CHANCELLOR
L.N.M.U.DARBANGA. &
Retd. University professor Englisl.,
Patna University , Patna.

New Azimabad Colony
P.O. Mahendru
Patna - 800 006
Phone : 0612 - 2673102

بسمہ تعالیٰ

Dated: 17 - 03 - 2005

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

السلام علیکم۔

آپ کی کتاب ''نظریۂ اجتہاد اور اقبال'' بہت محنت و کاوش سے لکھی گئی ہے، جس میں موضوع سے متعلق ضروری مواد و معلومات فراوانی کے ساتھ فراہم کی گئی ہیں۔

آپ کے بعض بیانات بحث طلب ہو سکتے ہیں مگر آپ کا اصولی موقف اور نقطۂ نظر عمومی طور پر صحیح ہے۔

زیر نظر کتاب اقبالیات میں ایک اضافہ کہی جا سکتی ہے۔

عبدالمغنی

۱۷ مارچ ۲۰۰۵ء

(پروفیسر عبدالمغنی)

سابق وائس چانسلر

دربنگہ یونیورسٹی۔انڈیا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ادارہ تحقیق　　باسمہٖ تعالیٰ

علی گڈھ　　برادر محترم جناب مشتاق احمد گنائی صاحب

مورخہ ۱۶ اپریل ۲۰۰۵ء　　وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مرسلہ کتاب کے ساتھ آپ کا خط پیش نظر ہے۔ ''تحقیقات اسلامی'' کا میں مدیر تو نہیں ہوں۔ البتہ میں اس کتاب پر انشاء اللہ تبصرہ لکھوں گا اور وہ تحقیقات میں شائع ہوگا۔ کتاب پر میں نے جستہ جستہ نظر ڈال لی۔ بہت خوشی ہوئی۔ اس معیار کی پی ایچ ڈی تھیسس کم سامنے آتی ہے۔ اقبالیات پر آپ کی کتاب اچھا اضافہ ہے۔ اور انشاء اللہ اسے قبول عام حاصل ہوگا۔ علم اور تحقیق کے میدان میں نیت کو صاف کر کے اپنے بس بھر محنت کا حق ادا کیا جائے تو انشاء اللہ مایوسی نہیں ہوگی۔ ریاض دیر سے ہی سہی اپنا وزن منوا کے رہتا ہے۔ آپ نے میرے بارے میں جس حسنِ ظن کا اظہار کیا ہے اللہ کرے کہ میں اس پر پورا اتر سکوں۔ احباب و متعلقین کی خدمت میں حسب سہولت ہدیۂ سلام مسنون۔

والسلام

خاکسار

سلطان احمد اصلاحی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr.Mohammad Nejatullah Siddiqi Professor of Economics

Dated : 12 May 2005

برادر عزیز جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی

سلام و تحیات

گرامی نامہ مورخہ ۱۸ اپریل آپ کی کتاب ''نظریۂ اجتہاد اور اقبال'' کے ساتھ ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ میں نے پوری کتاب پڑھی اور اس سے فائدہ اُٹھایا کیونکہ آج اس موضوع پر مزید غور و فکر کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے بہت اہم موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھا اور اسے شائع کیا۔ اس سلسلے کو جاری رکھئے۔ مثلاً اقبال اور جن معاصر شخصیتوں کے حوالہ سے آپ نے 'دعوتِ اجتہاد' پر مشتمل تحریریں نقل کی ہیں ان میں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا اثر کیا ہوا۔ اور اگر خاطر خواہ اثر مسلم عوام و خواص پر نہیں ہوا تو اس کے کیا اسباب ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

1272 Gingerwood Drive
Milpitas, C A 95035
U.S.A.
Tel: 408 – 942 – 0300

"Al Humaira"
Muzammil Manzil
Dodhpur Road
Aligarh 202002 India.
Tel: 91 – 571 – 2703 - 561

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ایک بار پھر یاد فرمانے کا شکریہ اور کتاب کا بھی۔

مخلص

محمد نجات اللہ صدیقی

(پروفیسر ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی)

حال۔ امریکہ

ممتاز اسلامی ماہرِ اقتصادیات و سابق اکنامکس پروفیسر

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. SHAMS BUDAUNI

58 New Azad puram Colony,
Chawni Ashraf Khan,
P.O. Izzat Nagar, Bareilly 243122

Author and Jurnalist.
Ph.No: 0581-2412152

Dated: 16 – 06 - 005

برادرم ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی

سلام مسنون۔

آپ کا علمی مقالہ" نظریہ اجتہاد اور اقبال "تقریباً ایک ماہ پیشتر موصول ہوا تھا۔ میں نے دوسرے دن ہی اس کی رسید دے دی تھی۔ آپ کے تازہ ترین خط سے معلوم ہوا کہ آپ کو میری رسید نہیں ملی۔ میرے پاس ہفتے میں دو تین علمی و ادبی کتابیں آ ہی جاتی ہیں اور میں ان کو اولین فرصت میں پڑھ لیتا ہوں، تاکہ وہ کتابوں اور رسائل کے انبار میں دب نہ جائیں۔

آپ کا مقالہ جُوں ہی موصول ہوا اسی روز سے اس کے مطالعہ کا آغاز کر دیا اور دوسرے دن شام تک اسے مکمل طور پر پڑھ ڈالا۔ کئی دن تک سرشاری کی کیفیت رہی، ایک تو موضوع کی جدّت دوسرے آپ کا عالمانہ انداز ۔ کتاب کے ان حصوں کو جن کو پنسل سے نشان زد کر دیا تھا دوبارہ پڑھا۔ بعد میں اس مقالہ کو میں نے احباب کو دکھایا اور مطالعے کے لئے پیش کیا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بھائی آپ نے وہ کام کیا ہے جو کسی بڑے عالم فاضل شخص کے کرنے کا تھا۔ ایک طرف اسلامی تاریخ، بلکہ اسلام کی فکری و علمی تاریخ کا صحیح خطوط پر مطالعہ، دوسری جانب اقبال کی تصانیف، خطوط اور تحریروں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ۔ یہ بڑا جاں گسل کام تھا جس کو آپ نے اپنی کوشش و صلاحیت سے انجام دیا اور اپنے مطالعہ کے نتائج کو بے کم و کاست بغیر کسی ذہنی تعصب و ترجیحات کے پیش کر دیا۔ ایسے مقالے کبھی کبھی لکھے جاتے ہیں جن میں تحقیقی زاویہ نظر اس انداز سے پیش کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی تحقیقی مقالے علم و ادب کی ایک نئی فضا بنانے کے محرک ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کا مقالہ اسی نوعیت کا ہے۔

اس مقالے میں تحقیق بھی ہے اور تنقید بھی۔ لیکن نہ تو تحقیق علمیت کے کمی کے سبب دوسروں کی آراء ہی پر تُلی ہوئی ہے اور نہ تنقید ہی پُر عقیدہ و جانبدارانہ ہے۔ آپ نے موضوع کے مالہ و ماعلیہ کو سمجھا ہے۔

اجتہاد کے اسلامی تصور کو آپ نے اسی طرح سمجھا ہے جس طرح ایک مؤمن کو سمجھنا چاہئے اور اقبالؒ کے نقطہ نظر کو بھی اسی طرح سمجھنے کی کوشش کی ہے جس طرح ایک ماہر اقبالیات سمجھ سکتا ہے۔ میری طرف سے اس کتاب کی اشاعت پر پُر خلوص مبارکباد قبول فرمائیں۔ کوشش کیجئے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ شائع ہو جائے۔ میرے مضامین کا مجموعہ ''نقد و اثر'' ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں اقبال پر دو مضامین ہیں۔ سلیم سالک صاحب کو میں نے اس کی ایک جلد بھیجی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۔۔۔ سے مستعار لے کر ضرور پڑھ لیجئے۔ انشاء اللہ بوقت فرصت آپ کو بھی ایک جلد بھیجوں گا۔

احباب و متعلقین کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کریں۔

آپ کا مخلص

شمس بدایونی

(ڈاکٹر شمس بدایونی)

نیو آزاد پورم کالونی بریلی عزت نگر بند

(مایۂ ناز مصنف و جرنلسٹ)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Javid Iqbal

Retd: Judge Supreme Court Of Pakistan
CHIEF JUSTICE Lahore HighCourt

61 -Main Gulberg
Lahore - Pakistan
Phones: 9242- 5762847
: 9242- 5754809
Email arisan @ brain. net pl

مورخہ یکم دسمبر ۲۰۰۴ء

محترمی ومکرمی جناب مشتاق احمد گنائی

السلام علیکم:۔

آپ کی ارسال کردہ دو کتب ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مسلم اعلام'' اور ''اقبال عشق رسول کے آئینے میں'' موصول ہوگئیں۔ یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے آپ کی دونوں تصانیف دیکھ لی ہیں۔ آپ نے اچھا کیا کہ تشکیل میں جن مسلم اعلام کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق علحدہ علحدہ تفصیل اردو میں تحریر کردی۔ افسوس یہ ہے کہ تشکیل علامہ کی ایک ایسی تصنیف ہے جسکی طرف اقبال شناسوں اور علماء نے توجہ نہیں کی۔ اگرچہ اس کتاب کا اردو ترجمہ سید نذیر نیازی (مرحوم) کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی کیا ہے اور تشکیل میں جن شخصیتوں (مسلم وغیر مسلم) کا ذکر ہے ان کے بارے میں Notes بھی لکھے گئے لیکن اس کے باوجود بہت سے احباب غالباً کتاب کو پورے طور پر سمجھ نہیں پائے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اقبال اور عشق رسولؐ ایک ایسا موضوع ہے جس پر خاصا کام ہو چکا ہے آپ کی تصنیف اسی کام کی ایک کڑی ہے۔ نوجوانوں کے لئے یہ کتاب خاصی مفید ہے۔ دراصل میں تو یہ کہوں گا کہ دونوں کتابیں مسلم نوجوانوں کیلئے نہایت مفید ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ انھیں اسلامی تمدن اور اس کے عروج وزوال کا پتہ چلتا ہے۔ آپ اپنا کام جاری رکھیں۔۔۔۔ میں سمجھتا ہوں علامہ پر جو کام کرتے ہیں اور صدق دلی سے کرتے ہیں انھیں علامہ اقبالؒ کی روح رہبری کرتی ہے۔

اُمید ہے آپ بخیریت ہونگے۔

خیر اندیش

جاوید اقبال

(ریٹائرڈ جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان و

چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Institute of Islamic Culture
2- Club Road. Lahore. Ph: 6363127 - 6305920

Dr. Mushtaq Ahmad ganaie
Iqbal Institute
UNIVERSITY OF KASHMIR
Srinager, India

۱۵ نومبر ۲۰۰۲ء

مکرمی ڈاکٹر گنائی صاحب!

السلام علیکم!

آپ کا مکتوب گرامی مورخہ ۱۳ اکتوبر ملا۔ شکریہ! یہ پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ کو 'المعارف' پسند آیا۔ اگر آپ اس میں اقبال، ابوالکلام آزاد، ٹیگور، آربندو گوش کی روحانی تحریک، گروکل پر (ہندو برادری نے برطانوی ہندوستان میں گروکل کے نام سے آزاد علمی ادارے قائم کئے تھے، جن پر مرحوم شبلی نے دو ایک مقالے بھی لکھے تھے)۔ اگر کوئی مضمون لکھیں تو ہمیں 'المعارف' میں شائع کر کے مسرت ہوگی، ایسے ہی بھارت کے نئے قلمکاروں نے آزاد، اقبال یا غالب پر اگر کوئی تخلیقی کام کیا ہے۔ تو اس پر بھی لکھا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی مسلم سکالر نے 'روایتی وعظ' سے ہٹ کر حقائق کی روشنی میں علمی کام کیا ہے، اس کے تعارف پر بھی آپ لکھ سکتے ہیں۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس خط کے ساتھ معارف کا آخری پرچہ اور "Islam and current Issues" آپ کے نام رجسٹرڈ بھیجی جا رہی ہے، ملنے پر اطلاع دیں۔ اگر کبھی لاہور آنا ہو تو آپ سے مل کر مسرت ہوگی۔ المعارف، علی گڑھ اور دوسرے مقامات پر بھی جاتا ہے۔

مخلص

رشید احمد

ڈاکٹر رشید احمد (جالندھری)

ڈائریکٹر

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ

۲۔ کلب روڈ، لاہور

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Qamar Rais

Rtd. Professor: University of Delhi
Ex.Director Indian Cultural Centre
Tashkand (Azbukistan)
And Ex Visiting Professor: Academy of Third world studies
Jamia Millia Islamia Delhi.

C – 166. Vivek Vihar Phase I.
Delhi - 110095
Tel: 22153958

برادرم ڈاکٹر گنائی صاحب

تسلیمات۔

۷ نومبر کا محبت نامہ ملا تو بے حد خوشی ہوئی۔ مدت سے آپ کی خیر و عافیت سے محروم تھا۔ کتاب مل گئی تھی۔ اندازہ ہوا کہ آپ نے بڑی محنت اور کاوش سے نظر ثانی کی اور اجتہاد کے نازک مسئلہ پر آپ نے علامہ اقبال کے افکار و نظریات کو نہایت خوبی سے احتیاط اور استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ میں تو آپ کے اس کام کی اہمیت کے بارے میں تعارفی طور پر پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔ ایک بار پھر آپ کو اقبالیات میں اس اہم اضافہ پر مبارک باد دیتا ہوں۔ میرے خیال میں پاکستان میں بھی اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گا اور وہاں کا ماحول بھی اس کتاب کی مقبولیت کے لئے سازگار نظر آتا ہے۔ کیا آپ نے وہاں اسے چھپوانے کی کوشش کی ہے۔ اگر نہیں لکھئے میں کوشش کروں گا۔

آپ کے تقرر میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

اُمید ہے صحت اور عافیت سے ہونگے۔

اہل خاندان کو دعا اور سلام کہئے۔

آپ کا خیر اندیش

قمر رئیس

(پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس)

سابق ڈائریکٹر انڈین کلچرل سنٹر تاشقند (ازبکستان)

اور سابق وزیٹنگ پروفیسر اکیڈیمی آف تھرڈ ورلڈ

اسٹڈیز جامعیہ ملیہ اسلامیہ دہلی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Oamar Rais

Rtd. Professor: University of Delhi
Ex.Director Indian Cultural Centre
Tashkand (Azbukistan)
And Ex Visihing Professor: Academy of Third world studies
Jamia Millia Islamia Delhi

C – 166, Vivek Vihar Phase 1.
Delhi - 110095
Tel: 22153958

دہلی

16-04-005

برادر عزیز گنائی صاحب

تسلیمات:۔آپ کا خط ملا۔اسے پڑھ کر دلی خوشی ہوئی کہ عرصہ بعد آپ کی خیریت معلوم ہوسکی۔۔۔۔۔

پچھلے دنوں پاکستان میں ایک عالمی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے گیا تھا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال اور دوسرے اکابرین سے بھی ملاقاتیں رہیں۔

یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کی کتاب ''نظریۂ اجتہاد اور اقبال'' اُنکے توسط سے شائع ہورہی ہے۔میں علامہ اقبال اوپن یورسٹی بھی گیا اور وہاں شعبہ اقبالیات کے صدر ڈاکٹر شاہد اقبال کامران کی ڈاکٹریٹ کا میں نے Viva بھی لیا۔اُن سے میں نے آپ کے تحقیقی مقالہ کا ذکر کیا ہے۔آپ ایک نسخہ انھیں ضرور بھیج دیں۔حالات بہتر ہورہے ہیں۔مجھے اُمید ہے کہ وہاں آپ کو بلایا جائے گا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آپ کی والدہ محترمہ کی صحت کیلئے دست بدعا ہوں۔

محبت کے ساتھ

آپ کا اپنا

قمر رئیس دہلی

(پروفیسر ڈاکٹر قمر رئیس)

سابق ڈائریکٹر انڈین کلچرل سنٹر تاشقند (ازبکستان)

اور سابق وزٹنگ پروفیسر اکیڈمی آف تھرڈ ورلڈ اسٹڈیز

جامعیہ ملیہ اسلامیہ دہلی

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اقبال اکادمی پاکستان

ایوان اقبال کمپلیکس

اکادمی بلاک چھٹی منزل

ایجرٹن روڈ لاہور

الف ۳۔۱/۲۰۰۴/ڈی آئی اے ۲۴ ستمبر ۲۰۰۴

مکرمی و محترمی

جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

اقبال انسٹی ٹیوٹ

یونیورسٹی آف کشمیر

سرینگر۔۱۹۰۰۰۶

انڈیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تصحیح شدہ کتاب کا مسودہ جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی توسط سے ملا تھا۔ اسے اشاعت مکرر کیلئے تیار کیا جا رہا ہے۔ دو کتابوں کا تحفہ براہ راست آپ کی طرف سے موصول ہوا۔ اس کیلئے ممنون ہوں۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مقالہ ارسال فرمایئے تو ہم اقبالیات میں بخوشی شائع کریں گے۔
آپ کی فرمائش پر مطلوبہ کتاب بھجوا رہا ہوں۔ فہرست مطبوعات اکادمی ہمراہ
ہے جو کتاب پسند آئے بلا تکلف نشاندہی فرمائیں بھجوادی جائے گی۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

مع السلام

آپ کا

(محمد سہیل عمر)

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

Director Iqbal Academy

Pakisan

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Govt.of Pakistan Ministary of Culture

Sports , Turism and Youth Affairs

حکومت پاکستان

وزارت ثقافت و سیاحت

Iqbal Academy Pakistan

اقبال اکادمی پاکستان

ایف ۱۔۱۵۶ / ۲۰۰۴ (ادبیات) 774/

مورخہ ۲۲ دسمبر ۲۰۰۴ء

محترمی۔السلام علیکم!

آپ کا پندرہ نومبر کا گرامی نامہ ایک ماہ کے بعد مجھے تیرہ دسمبر کو موصول ہوا جس میں آپ نے ایک تازہ مضمون بہ عنوانِ ''کشمیر میں اقبالیات کی رفتار'' سپرد قلم کرنے کی نوید سنائی ہے۔آپ نے لکھا ہے کہ آئندہ ہفتے میں اسے سپرد ڈاک کر دیا جائے گا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ مضمون رستے میں ہے اور ہم اس کے منتظر ہیں۔حسب فرمائش آپ کی مطلوبہ کتب عنقریب ارسال کر دی جائیں گی۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آپ کی مرسلہ دونوں کتابیں مجھے مل گئی ہیں۔اس تحفے کے لئے ممنون ہوں۔

فقط

والسلام

آپ کا مخلص

(محمد سہیل عمر)

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

Director

Iqbal Academy Pakistan

بخدمت جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی

یونیورسٹی آف کشمیر۔سری نگر

Dr. Mushtaq Ahmad Ganai

Iqbal InstituteUniversity of Kashmı

Srinagar 190006 Kashmir Indai.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اقبال اکادمی پاکستان

ایوان اقبال کمپلکس

چھٹی منزل ایجرٹن روڈ لاہور

Regd. Air Mail

الف۔۴۔۱/۲۰۰۵/ ڈی آئی اے/425 ۲۷ جنوری ۲۰۰۵ء

بخدمت اقدس

جناب ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

اقبال انسٹی ٹیوٹ

یونیورسٹی آف کشمیر

سری نگر ۱۹۰۰۰۶

انڈیا

مکرمی و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بحوالہ آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۰۶ / جنوری ۲۰۰۵

بنام محترم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حسب ہدایت محترم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب درج ذیل مطبوعات اکادمی آپ کے ذوق مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔ براہ کرم وصول یابی سے مطع فرمائیں۔ نیز ڈاکٹر صاحب کی دیگر مطبوعات کی تفصیل جو دوسرے اداروں سے بھی شائع ہوئیں پیش خدمت ہے۔ فہرست کتب اکادمی بھی ہمراہ ہے مزید کار لائقہ سے یاد فرمائیں۔ محترم جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور ناظم اکادمی جناب محمد سہیل عمر صاحب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

مع السلام

(سید قیصر محمود شاہ)

پی ایس برائے ڈائریکٹر

ہمراہ (۱) زندہ رود (۲) اپنا گریباں چاک (۳) مئے لالہ فام (۴) Islam and Pakistan (۵) identity. فہرست کتب اکادمی (۶) تفصیل مطبوعات محترم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب۔

To,

Dr. Mushtaq Ahmad Ganaie.

Iqbal Institute

University of Kashmir ,Srinagar 190006, india.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Govt.Of Pakistan Ministry of culture

حکومت پاکستان

Sports and youth Affairs

وفاقی وزارت ثقافت، سپورٹس و امور نوجواناں

Iqbal Academy Pakistan

اقبال اکادمی پاکستان

الف:۔ا۔۱۵۶/۲۰۰۴(ادبیات)

۱۱/ مئی ۲۰۰۵ء

مکرمی ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا گرامی نامہ محررہ ۱۲۔مارچ ۲۰۰۵ء نظر نواز ہوا جس کے ذریعے معلوم ہوا کہ آپ کو بھجوائی گئی کتب مل چکی ہیں تسلی ہوئی۔آپ کی ارسال کردہ کتب موصول ہوگئی تھیں جن کی رسید پہلے ہی بھجوا چکے ہیں (نقل منسلک ہے) آپ کی کتاب زیر تدوین ہے۔عربی عبارات کی پڑتال اور املا کی درستی کا کام جاری ہے۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آپ کی کتاب ''نظریہ اجتہاد اور اقبال'' پر انگریزی تبصرہ بھی مل گیا ہے۔ حسب ضرورت استعمال کیا جائے گا۔ مقالہ '' کشمیر میں اقبالیات کا ایک جائزہ '' نہ مل سکا دوبارہ ترسیل فرمائیں۔ شکریہ۔

اُمید ہے کہ آپ مع الخیر ہونگے۔

والسلام

مخلص

(محمد سہیل عمر)

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

Director Iqbal Academy

Pakistan

Dr. Mushtaq Ahmad Ganai.

Peth Seer Sopore

193291 Kashmir

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Govt. of Pakistan Ministry of Culture
Sports and youth Affairs

حکومت پاکستان
وفاقی وزارت ثقافت، سپورٹس وامور نوجواناں

Iqbal Academy
Pakistan

اقبال اکادمی پاکستان

الف ۵-۱۴/۲۰۰۰/ادبیات/ 181

۱۶ . اگست ۲۰۰۵ء

محترمی ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم!

بحوالہ گرامی نامہ ۱۴ جولائی ۲۰۰۵ء

آپ کا مضمون ''کشمیر میں اقبالیات'' اپنے وقت پر مل گیا ہے، ''اقبالیات'' میں اُس کی جلد اشاعت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ آپ کا تازہ مضمون ''جگن ناتھ آزاد بہ حیثیت انسان دوست، دانشور، شاعر اور ماہر اقبالیات'' بھی ہمیں موصول ہو گیا ہے۔ اطلاعاً تحریر ہے۔

آپ کی تصنیف ''نظریۂ اجتہاد اور اقبال'' بھی اشاعتی مراحل میں داخل ہے، لیکن آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ مراحل ذرا طویل اور صبر آزما ہوتے ہیں۔ ہم سب کیلئے آپ کو ہمارے ساتھ انتظار کرنا ہوگا ۔ انشاء اللہ دیر آید، درست آید کے مثیل کتاب خوبصورتی اور آن بان سے شائع ہوگی۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

یہ جان کر خوشی ہے کہ آپ اپنے مقالات کا مجموعہ تیار کر رہے ہیں۔

فقط والسلام

آپ کا مخلص

سید قاسم محمود

(سید قاسم محمود)

نگراں مجلس علمی

بخدمت ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب

سیر سو پور۔ کشمیر۔ ۱۹۳۲۰۱

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Prof. Jagan Nath Azad

lifelong Professor of Emaratus
Jammu University

A- 25, government Quarters
resident Anjumani Taraqi Urdu (Hind)
New Delhi.

Dated: 13- 07 - 2001

عزیز محترم مشتاق احمد گنائی

آداب:۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ممنون ہوں۔ آپ کا ڈسرٹیشن پڑھ کے بھی مسرت ہوئی تھی اور اب جو آپ کا خط ملا ہے تو بھی دلی مسرت ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے آپ کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا تھیسس اپنی مثال آپ ہوگا۔ کتابوں کا میں نے وعدہ کیا تھا لیکن یہاں آ کے بھول گیا۔ اس کی ذمہ داری کچھ تو میری مصروفیات پر ہے اور کچھ مکروہاتِ دنیوی پر جو مجھے گیرے رہتی ہیں۔ اب اس خط کے ساتھ ہی ایفائے وعدہ کر رہا ہوں۔ جو کتابیں میرے پاس موجود ہیں دو پارسلوں کی صورت میں آپ کو بھیج رہا ہوں، جب یہ پارسل موصول ہو جائیں تو ازراہِ کرم مطلع کریں۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہوں گے۔

خیر اندیش

جگن ناتھ آزاد

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Prof. Jagan Nath Azad

lifelong Professor of Emaratus
Jammu University

A- 25, government Quarters
President Anjumani Taraqi Urdu (Hind)
New Delhi.

Dated: 13-07-2001

عزیزم مشتاق احمد گنائی صاحب

آداب :۔ سرینگر میں آپ سے ملاقات دلی مسرت کا باعث ہوئی۔ ویسے بھی یہ سفر بہت عمدہ رہا ۔ لائبریری اور اقبال انسٹی ٹیوٹ میں بہت اچھا وقت گزرا۔ میں اس سلسلے میں آپ تمام دوستوں کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں اس مصرعے کے ساتھ۔ کرم کردی الٰہی آندہ باشی

آپ نے اپنی کتاب میں مولینا روم کا جو شعر نقل کیا ہے وہ صحیح صورت میں یوں ہے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چوں غلام آفتابم ، ہمہ زافتاب گویم

اس میں تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) پہلے مصرعے میں ''کہ'' کے بغیر مصرع ناموزوں ہو رہا ہے اور ویسے بھی 'کہ' کے بغیر بات مکمل نہیں ہو سکتی۔ (۲) دوسرے مصرعے میں لفظ 'من' سے مصرع خارج از بحر ہو رہا ہے۔ اس

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی جگہ اصل لفظ 'چو' ہے جو شعر کو صرف موزوں صورت ہی نہیں دے رہا ہے بلکہ مفہوم میں بھی صفائی پیدا کر رہا ہے۔

(۳) ''زآفتاب'' لکھنا غیر ضروری ہے اگرچہ مفہوم میں یہ کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا لیکن مصرع موزوں نہ پڑھنے والے اسے ''زِآفتاب'' ہی پڑھیں گے اور مصرع ناموزوں ہو جائے گا۔ ''زافتاب'' ہر اعتبار صحیح ہے۔ مفہوم کو سامنے رکھیں تو بھی اور وزن کا خیال کریں تو بھی۔

خدا کرے آپ ہر طرح خیریت سے ہوں۔

ڈاکٹر نحوی صاحب کو میری طرف سے آداب کہیں

خیر اندیش

(پروفیسر) جگن ناتھ آزاد

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مسلم اعلام'' پر پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے تاثرات

زیر نظر مقالہ ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مسلم اعلام'' بھی اقبال انسٹی ٹیوٹ ہی کے ایک اسکالر مشتاق احمد گنائی کے فکرو نظر کا نتیجہ ہے اور میں اقبال انسٹی ٹیوٹ سرینگر کو اس امر پر مبارکباد دیتا ہوں کہ جس موضوع پر کسی پی ایچ ڈی یا ڈی لٹ کے اسکالر کو قلم اٹھانا چاہیئے تھا اس پر ایم فل کے ایک اسکالر نے قلم اٹھایا اور ہر اعتبار سے ایک معیاری مقالہ پیش کیا۔

جہاں تک ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے موجوع کا تعلق ہے اسے عنوان بنا کے تو اپنی گراں قدر کتاب "The Reconstruction of Religious thought in Islam" میں سب سے پہلے علامہ اقبال نے پیش کیا جس کے پہلے ایڈیشن کا نام تھا " Six lectures on the Reconstruction of Religious Thought in Islam" نئے ایڈیشنوں میں Six lectures کے الفاظ معدوم ہو چکے ہیں کیونکہ لیکچروں کی تعداد سات ہو چکی ہے۔ حقیقت میں تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کا عمل طلوعِ اسلام کے ساتھ شروع ہو گیا تھا۔ اس کی ایک مثال ہمیں حدیث معاذؓ میں نظر آتی ہے جب رسولِ اکرمؐ نے حضرت معاذؓ سے سوال کیا کہ جہاں میں

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آپ کو بھیج رہا ہوں حکومت کرنے کیلئے وہاں آپ کسے رہنما بنائیں گے تو معاذؓ نے جواب میں کہا کہ کلام پاک کو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس سوال کا جواب آپ ڈھونڈنا چاہتے ہیں اگر اس کا ذکر کلام پاک میں نہ ملا! معاذؓ نے جواب میں کہا کہ ''پھر میں حدیث میں اس کا جواب تلاش کروں گا'' رسولِ مقبولؐ نے فرمایا کہ اگر وہاں بھی جواب نہ ملا تو! اب معاذؓ خاموش ہو گئے اور حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں اپنی عقل کو استعمال کروں گا۔

اور جب انسان اپنی عقل کو استعمال کرتا ہے تو وہ دوسرے سے مشورہ بھی کرتا ہے۔ گویا رسول اکرمؐ کے جواب میں اجتہاد کا راز بھی پنہاں تھا اور اجماع کا بھی۔ علامہ اقبال نے اپنی کتاب "The Reconstruction of Religious thought in Islam" میں رسول مقبولؐ اور معاذؓ کی بات چیت کو چراغِ راہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور جس کتاب کے ابتدائیے کے طور پر میں یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔ اس کے مصنف مشتاق احمد گنائی نے بھی اقبال کی مذکورہ کتاب کو مشعل راہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

مذکورہ کتاب کا سید نذیر نیازی (مرحوم) نے اردو ترجمہ کیا ہے جس کی طباعت سے قبل چند اوراق پر تو علامہ اقبال نے بھی نظر ڈالی تھی۔ اب ان معروف بزرگوں کے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ ترجمہ کا ایک ایک لفظ پڑھتے۔ اس لئے انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب پڑھنے کے بعد جب کوئی اردو ترجمہ پڑھے گا تو ایک

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تو اس ترجمے میں وہ دلکشی نظر آئے گی جو اصل کتاب کی عبارت میں ہے۔ دوسرے بعض جملوں کا ترجمہ فاضل مترجم نے اس قدر اختصار سے پیش کیا ہے کہ قاری اقبالؒ کے صحیح مفہوم اور اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لئے مشتاق صاحب نے اس ترجمے کو خشک اور غیر دلآویز کہا ہے۔ نذیر نیازی مرحوم کے اس ترجمے کے بارے میں راقم التحریر کی بھی یہی رائے ہے۔

زیر نظر کتاب کے حصہ اول میں مشتاق احمد گنائی نے اقبال کی کتاب تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے نکات سے مفصل بحث کی ہے اگرچہ یہ خاصے مشکل اور متنازعہ فیہ مباحث ہیں لیکن مشتاق احمد ان منازل سے کامیابی کے ساتھ گزرے ہیں۔

مذکورہ حصہ اول جس میں مشتاق احمد گنائی نے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مباحث کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے۔ انہوں نے اقبال کے افکار کو خلطِ بحث کا نشانہ نہیں بنایا جیسا کہ اقبال پر کام کرنے والے اکثر حضرات نے کیا ہے۔ میں نے ان کے ترجمے اصل سے ملا کر دیکھے ہیں، سر مو فرق نظر نہیں آیا۔ کچھ مدت کی بات ہے ایک یونیورسٹی میں پروفیسر کا انتخاب کرنے کیلئے مجھے دعوت دی گئی۔ سلیکشن کمیٹی میں ایک یا دو پروفیسر حضرات اور بھی تھے جیسا کہ طریقہ ہے۔ ایک امیدوار اقبال پر لکھا ہوا ایک مقالہ لے آئے۔ اس پر ایک جملے پر میری نظر پڑی۔ یہ جملہ اقبال کے مندرجہ ذیل انگریزی جملے کا ترجمہ تھا۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

" He has to rethink the whole system of Islam without completely breaking with the past"

ترجمہ شدہ جملے میں completely کا ترجمہ مفقود تھا۔ میں نے ان سے پوچھا، آپ نے یہ ترجمہ اصل کتاب دیکھ کے کیا ہے۔ جواب ملا۔ میں نے اصل کتاب نہیں دیکھی۔ میرے دوسرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ ترجمہ فلاں صاحب کے مضمون میں تھا جو فلاں رسالے میں چھپا تھا اور فلاں صاحب اس رسالے کے ایڈیٹر ہیں۔

اب دیکھئے اگر completely کا لفظ ترجمے سے نکال دیا جائے تو ترجمہ اصل کا بالکل ہی الٹ ہو جاتا ہے، متضاد ہو جاتا ہے۔ بہر طور کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ فاضل مصنف مشتاق احمد گنائی نے جہاں بھی اقبال کی انگریزی تحریر کا ترجمہ کیا ہے اس سے مطابق اصل کی حدود کے اندر کیا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ اقبال کے پہلے کے علماء، فضلاء، فقہاء اور بعض مفکرین کے افکار سے متعلق ہے جنہوں نے اپنے اپنے انداز سے الٰہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید کے سلسلے میں کام کیا ہے۔ ایمونیل کانٹ (Emmunel Kant) کی کتاب "Criticism of pure Reason" کا علامہ اقبالؒ نے اپنی مذکورہ کتاب میں خاصا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے تعلق سے مشتاق احمد گنائی نے امام الغزالیؒ اور ایمونیل کانٹ (Emmunel Kant)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے فلسفے کا ایک تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ بعض مسلم علماء مثلاً حضرت امام رازی اور حضرت محی الدین ابن العربی سے اقبال کا اختلافِ رائے اقبال کی تحریروں میں نظر آتا ہے لیکن جہاں تک تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کا تعلق ہے ان علماء کی کاوش سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ اختلاف رائے کی بات تو یہ ہے کہ اگر چہ اقبال مولانا رومیؒ کے روحانی شاگرد تھے لیکن اگر تصوف کے تعلق سے دیکھا جائے تو مولانا روم وحدت الوجود کے قائل تھے اور اقبال شروع کے چند برسوں سے قطع نظر وحدت الشہود ہی کے قائل رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اقبال نے جہاں حضرت امام رازی اور حضرت محی الدین ابن العربی سے اپنے اختلاف رائے کا کھل کر اظہار کیا وہاں مولانا روم کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں لکھی بلکہ ایک رباعی میں تو اپنے آپ کو مولانا روم کا شاگرد کہتے ہوئے اس امر کا بھی استعارۃً اعتراف کیا کہ رومی نے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے سلسلے میں اہم کام کیا ہے۔

چو رومی در حرم دادم اذاں من
از و آموختم اسرارِ جان من
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن اُو
بدورِ فتنۂ عصرِ رواں من

1۔

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حضرت امام رازی کی تشکیلِ جدید سے علامہ اقبال خوش نہیں تھے اور ان کے بارے میں تو یہاں تک کہہ گئے

چوں سرمۂ رازی را از دیدہ فرو شستم
تقدیرِ اُمم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر

حضرت محی الدین ابن العربی کے نقطۂ نظر سے اقبال کو شروع میں کسی حد تک اختلاف رہا اور اس کا ذکر انہوں نے "اسرارِ خودی" کے پہلے ایڈیشن کے دیباچے میں کیا لیکن بعد کے ایڈیشنوں سے انہوں نے صرف وہ دیباچہ ہی خارج نہیں کر دیا بلکہ حضرت ابن العربی کے خیالات سے متعلق بھی ان کی وہ رائے نہ رہی جو پہلے تھی۔

مشتاق احمد گنائی کی زیرِ نظر کتاب ان فلسفیانہ افکار کا مرقع ہے جو دلکش بھی ہے اور عمیق معانی بھی لئے ہوئے ہے۔ میں نے اِسی دلکشی اور اِنہی عمیق معانی کی جانب چند اشارے کئے ہیں۔ ان کی مفصل اور بھرپور تصویر قاری کو زیرِ نظر کتاب میں نظر آئے گی۔

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

اپریل ۲۰۰۰ء

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Abdul Rehman Mukhlis
M . A . (1st class 1st)
B .Ed ; B.E.C; H.U.
State Teacher's Award Holder 1975
(Lecturer Rtd.)

Seer – Jagir
Sopore(kashmr)
Pin:- 193201

سخن ہائے گفتنی

کائنات ہر لحظ ہر آن پھیلتی جارہی ہے اور شاید اُس دم تک پھیلتی ہی چلی جائے گی جب تک نہ خالق کا تخلیقی منصوبہ اپنی تکمیل کو پہنچے۔ یعنی بقولِ غالبؔ ۔

آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

گویا روزِ آخر تک نہ تو کائینات ساکن ہو جائے گی اور نہ ہی اس سے وابستہ اسرار و رموز ! دینِ اسلام بھی کائینات ہی کے کارزار سے منسلک ہے، اسلئے اس کا کسی ایک مقام پر ساکن و جامد ہونا قطعاً غیر فطری ہے۔ یقیناً ہر گزرے لمحے کے ساتھ اس کی وسعتوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ گزرے ہوئے کل میں جو بات ہمارے دُور از فہم تھی، آج فہم کے دائرے میں ہے اور

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جوامر آج فہم کی گرفت میں نہیں آرہا ہے، لازمی طور آنے والے کل میں زیرِ دام آئے گا۔ اس طرح سے واقعات کا تسلسل کائنات کے پھیلاؤ کے متوازی طویل ہوتا چلا جائے گا۔ کل کا مفسرِ قرآن "وکلٌ فی فلکٍ یسبحون" کو اتنی صحت کے ساتھ پیش نہیں کر پا رہا تھا لیکن آج کا مفسر اسے زیادہ صحت کے ساتھ پیش کر رہا ہے اور عین ممکن ہے کہ جب کائنات کے اسرار انسانی ذہن پر کچھ اور کھل جائیں تو صحت میں اور اطمنان و صلاحیت پیدا ہو جائے۔

لیکن بدقسمتی سے اکثر مسلمان نہ صرف خود جمود کا شکار ہوئے ہیں بلکہ انہوں نے دین کو بھی جامد بنانے کی انتہائی کوششیں کی ہیں۔ وہ یہ تہیہ کئے بیٹھے ہیں کہ کائنات بھلے ہی پھیلے لیکن وہ اسلام کو اس پھیلاؤ کا ساتھ دینے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دین کو ایک خزانے کی طرح دفن کر کے رکھا اور خود اس پر سانپ بن کر کنڈلی جمائے بیٹھ گئے۔ جوں ہی کسی نے اسکی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی، اُسے ایک پھنکار کے ساتھ ڈس لیا۔ اس طرح سے "اجتہاد" جو دین کے خزانے کو کھولنے کی شاہ کلید ہے، شجرِ ممنوعہ بن گیا۔ اب یہ نہ صرف انتہائی نازک، حساس اور خطرناک مسئلہ ہے بلکہ آگ کی لپٹ اور تلوار کی دھار کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ کسی جانباز نے ذرا سا ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ یا تو جھلس کے رہ گیا یا لہولہان ہو گیا۔ جہلاء تو خیر، علماء بھی اجتہاد کے سلسلے میں کسی کی لب کشائی سے مرنے مارنے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پر آمادہ ہوتے ہیں ۔اس لئے جب خلقِ خدا میں فساد کے اُبھرنے کا اندیشہ لاحق نظر آیا تو اکثر لوگوں نے مصلحت سے کام لے کر خاموش رہنے ہی میں عافیت سمجھی۔'' شاعرِ انقلاب ''جوشؔ ملیح آبادی نے بھی فسادِ خلق کے احتمال کے پیش نظر فرمایا ہے۔ ؎

افسوس جوشؔ کتنے سخن ہائے گفتنی
خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

حضرت علامہ اقبالؒ نے اجتہاد اور اسلامی فکر کے دوسرے مسائل پر بھی اپنی نگارشات میں اگرچہ جرأتِ رندانہ سے کلام کیا ہے لیکن احتیاط کا دامن ایک بھی جگہ ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔اسکے باوجود قدامت پسند مولویوں نے اُن کے خلاف حکمِ کفر صادر کیا ، اِس تناظر میں جب یہ دیکھا جائے کہ ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی صاحب نے اپنے پی۔ایچ۔ڈی کیلئے'' نظریۂ اجتہاد اور اقبالؒ '' کا موضوع چُن لیا،تو اُن کی جرأت اور خود اعتمادی کی داد دینا پڑتی ہے۔اِس سے جہاں اُنکی صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے وہاں یہ خدشہ بھی ذہن میں اُبھر آتا ہے کہ دین کے ٹھیکیدار کبھی کوئی ہنگامہ نہ کھڑا کر دیں۔ یعنی ؎

لمحہ لمحہ میری آنکھوں میں کھینچی جاتی ہے
اک چمکتی ہوئی تلوار خدا خیر کرے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''نظر یہ اجتہاد اور اقبالؒ'' جواب کتابی صورت میں ہے کے صفحات سے گزرتے ہوئے مجھے کئی باتوں کا احساس ہوا:۔

ا:۔ ڈاکٹر مشتاق صاحب کو جہاں زبان و بیان پر خاصی دسترس ہے وہاں اُنھیں جذبات کو اعتدال پر رکھنے کا ہُنر بھی آتا ہے۔ جذبات اعتدال پر نہ رہیں تو لاکھ کی بات خاک ہو کے رہ جاتی ہے۔

۲:۔ مشتاق صاحب جواں ہی نہیں جواں فکر بھی ہیں۔ اُن کا فکری سفر پرانے گوشوں میں نئی جہتیں تلاش کر کے ادبی، تحقیقی، دینی اور تخلیقی دُنیا کے متوالوں کیلئے کافی مواد فراہم کرتا ہے۔

۳:۔ وہ شاہین کی طرح دوسروں کے شکار پر منہ مارنے کے بجائے خود شکار کرنے کے قائل ہیں۔ حالانکہ مروّجہ روش یہ ہے کہ یار لوگ اِدھر اُدھر سے مواد جوڑ کر قدِ آدم دیواریں بلند کر کے اُنھیں '' لال قلعہ اور کوہ ہمالیہ'' کہلواتے ہیں اور لُطف یہ کہ کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ بھان متی نے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا جمع کر کے کنبہ جوڑا ہے۔

۴:۔ وہ عاشقِ اقبال ہیں کہ گھر آنگن کے معاملات کے بجائے ایک تلاطم خیز سمندر میں غوطہ لگا کر دُرِ نایاب ڈھونڈ نکالتے ہیں۔

۵:۔ اُنھوں نے جو بھی بات کی ہے، ٹھوس بنیادوں پر ہی کی ہے۔ اس طرح

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سے ''نظریۂ اجتہاد اور اقبالؒ'' کی عظیم عمارت معرض وجود میں آئی ہے جسکی بنیادوں اور دیواروں کو دلائل و براہن کا سیسہ پلایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تعمیر میں خون پسینہ بھی شامل ہوگا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کی محنت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے عوام و خواص، خصوصاً تنگ نظر لوگوں کے لئے، چشم کُشا اور راہ نُما بنا لے۔ آمین!

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خانِ جگر کے بغیر

سیر جاگیر، سوپور (کشمیر)
۲۴ دسمبر، ۲۰۰۳ء
Pin : 193201

عبدالرحمان مخلص
(عبدالرحمان مخلص صاحب)
معروف ادیب، مصنف و کالم نویس

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی نے اقبال کے نظریہ اجتہاد پر ایک مکمل تصنیف تحریر کی ہے اور اس معاملے میں تحقیق و تدقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اجتہاد کو معتزلہ سے لیکر آج کے زمانے تک اجتہاد کے بارے میں اظہار رائے کرنے والے مفکرین تک موضوع کو وسعت دی ہے اور اس کی معنویت کو اجاگر کیا ہے۔ میرے خیال میں اقبال کے نظریہ اجتہاد پر کام کرنے والے کسی بھی محقق کے لئے اس کتاب کو نظر انداز کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اقبال کے نظریہ اجتہاد کی اہمیت اس زمانے میں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے مشتاق احمد گنائی صاحب کی کتاب اقبالیات پر لکھی کتابوں میں ایک خوش آئیند اضافہ ہے۔

کتاب کا ایک مختصر تعارف:

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی، نظریہ اجتہاد اور اقبال، منیب پبلی کیشنز، سیر سو پور، کشمیر، ۲۰۰۳ء۔

پہلا باب: اجتہاد کا تعارف اور اس کی مختصر تاریخ۔

باب دوم: عصر حاضر میں اجتہاد کی ضرورت۔

باب سوم: عصر جدید میں عالم اسلام میں ابھرنے والی مختلف شخصیات اور تحریکات اسلامی کا جائزہ۔

باب چہارم: اقبال کا نظریہ اجتہاد۔

باب پنجم: اقبال کے نظریہ اجتہاد کا جائزہ۔

مشتاق احمد گنائی کی یہ کتاب اقبال کے نظریہ اجتہاد پر ایک بھرپور کتاب

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کو بہت اچھے انداز سے بیان کیا ہے۔ چونکہ اجتہاد کا موضوع نہ صرف پہلے زمانے میں اہمیت کا حامل تھا بلکہ آج اس کی اہمیت اس سے زیادہ بڑھ گئی ہے، اس لئے یہ تحقیقی کام قابل ستائش ہے، میں انہیں اس تحقیقی کام کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔

ڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی
شاہ ہمدان انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹیڈیز
کشمیر یونیورسٹی سرینگر

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

زیر نظر تبصرہ ہفت روزہ ''ہماری زبان'' نئی دہلی سے ۸ تا ۱۴ دسمبر ۲۰۰۵ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔

تبصرہ نگار: رضوان عابد قریشی

جس طرح اجتہاد کی تعریف قوانین شرعیہ کی دریافت میں حد درجہ کوشش کرنا ہے اسی طرح مصنف نے بھی اس کتاب کی تصنیف میں غیر معمولی کوشش کی ہے۔ اس کتاب سے مصنف کے فہم، تحقیق، ذہنی سطح اور درجۂ کمال کی محنت کا اندازہ ہوتا ہے۔

کھجور کے درختوں سے متعلق مصنف نے لکھا ہے کہ سرور کائینات محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر ہے تم یہ نہ کرو بلکہ سرور کائینات محمد مصطفےٰ ﷺ نے سوالیہ طور پر فرمایا تھا کہ یہ نہ کرو تو کیا حرج ہے۔

عہد حاضر کی تبدیلیوں کی بنیاد پر ضروری معلومات میں اجتہاد ضروری ہے نہ کہ کسی شخص کی ذہنی اختراع کی بنیاد پر۔

جیسا کہ اس کتاب کی ابتداء میں پروفیسر قمر رئیس نے لکھا ہے کہ علامہ اقبال ممتاز شاعر ضیا کے اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ قرآن مادری زبان میں پڑھا جائے یہاں تک کہ اذان کی آواز بھی مادری زبان میں سنی جائے۔ آنے

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

والے وقت میں یہ اجتہاد بھی ممکن ہے کہ نماز بھی مادری زبان میں پڑھی جائے۔ اس طرح کے غیر ضروری اجتہادات مضر ثابت ہو سکتے ہیں۔

جہاں تک قرآن مجید مادری زبان میں پڑھنے کا سوال ہے، یہ بہت اچھا جذبہ ہے لیکن اس سے بہتر یہ ہوگا کہ ہر مسلمان عربی سیکھے اور قرآن مجید کو اپنی نظر سے پڑھے نہ کہ مفسر و مترجم کی نظر سے۔ مفسر و مترجم ہزاروں ہیں لیکن مفسر و مترجم کی ذہنی و علمی معیار کا اندازہ لگانا عام آدمی کیلئے ذرا مشکل کام ہے سینکڑوں تفاسیر میں سے مستند تفاسیر چند ہی ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کیلئے ضروری ہے کہ مفسر عربی، عبرانی اور دوسری سامی زبانوں کا ماہر ہو۔ توریت، انجیل اور دوسری آسمانی صحائف کا عالم ہو اور دور حاضر تک کے سائنسی اور علمی تحقیقات سے آشنا ہو۔ مکمل تاریخ انسانی کی معلومات رکھتا ہو۔ خاص طور سے جزیرہ نما عرب کے اس دور کے حالات پر اچھی نظر ہو اور Socialism، Capitalism اور Communism سے بھی واقف ہو۔

اجتہاد کے مختلف پہلوؤں کو مصنف نے بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ موجودہ دور کے اس تقاضے کو اسلامی حدود کے اندر ہی رہنا چاہئے نہ کہ کسی اور نظریئے کے دباو میں اجتہاد کا استعمال ہو۔ اجتہاد کی موجودہ دور میں اہمیت پر بھی مصنف نے وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

مصنف نے عہد جدید کی فکری اور اصلاحی تحریکوں کا جائیزہ بہت

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی روشنی میں ہے۔

قرآن مجید میں متشابہات اس بات کی سب سے واضح دلیل ہے کہ آنے والے دور میں اجتہاد جاری رہے گا ۔جس تیزی سے انسانی معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے اسی تیزی سے متشابہات کے رمز سامنے آتے جا رہے ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ اجتہاد علماء کا کام ہے۔ جب ادیب اور دوسرے میدانوں کے لوگ اس میں دخل دینے لگیں تب یہ ایک فتنہ بن سکتا ہے۔

مصنف نے علامہ اقبال کے نظریۂ اجتہاد کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے جس میں علامہ کی فکری عدم مطابقت اور اس کی توجیہہ بھی بیان کی ہے نیز علامہ کے ارتقائی فکری سفر کا جائیزہ بھی نرالا ہے اور مدلّل ہے۔

اسلامی دنیا کے انحطاط کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ جو اسلامیات کا ماہر ہے وہ دنیا کے دیگر علوم سے ناواقف ہے اور جو دنیا کے اور علوم سے وابستہ ہے وہ اسلامی علوم سے واقفیت نہیں رکھتا۔ یہی نظریہ علامہ کا بھی ہے۔ علامہ بھی اسلامی قانونی اکیڈمی کے حامیوں سے ہیں۔

امید ہے کہ یہ کتاب اجتہاد کی دنیا میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی۔

****

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Sheikh Mohammad Iqbal
Ph.D.
Arab-Islamic Research & Publications
"SAUDIYAH", Barzulla Bridge
Srinagar, Kashmir
Phone (R) 91-194-433499

"There is no compulsion in religion: Truth stands out clear from error
Whoever rejects Evil and believes in God hath grasped the most
trustworthy hand-hold, that never breaks, and God heareth and
knoweth all things"

(Al-Quran, II 256)

No: SBS-1243 Dtd: 07.11.1425 H.
20.12.2004 CE.

TO WHOM IT MAY CONCERN

I have gone through the portions of Dr.Mushtaq Ahmed Ganai's valuable publication, titled, نظرية اجتهاد اقبال, which I deem to be a unique contribution to a subject not dealt with so far so seriously. The renowned Companions of the Apostle of Allah, on him be peace, and the later Imams and jurists, no doubt, exercised their 'privilege' of Ijtihad (Interpretation), but subsequently, the institution, so important during the formative days of Arabian Islam, steadily fell from being used because scrupulous persons who could resort to this mode of settling issues were missing.

Allamah Iqbal, who was basically a revivalist and pan-Islamist, and who aspired to see the reinauguration of a true Islamic Nizam was anxious that it should convincingly tackle the issues that the modern civilisation under Western impact had given birth to. Accordingly, he thought that the exercise of Ijtihad could come to the rescue of the jurists and men of matters who would strive to furnish reasonable solutions to problems in the light of the Holy Quran and the Sunnah. Probably, the Allamah knew that many in the materialist society of today wanted to grind their own axe by interpreting the Sacred Text or the opinions of the great Imams in their way and thus serve the purposes of the ruling regimes in various countries. In our own time, the desire of some West-ridden scholars and politicians has assumed dangerous dimensions as they insist on changing established rules and laws under some pretensions.

In 1981, an International Islamic Seminar was held at New Delhi to commemorate the commencement of the 15th Century Hijrah Era. I could not attend it owing to the fact that I had to participate in the Third Islamic Summit Conference at Makkah/Taif as an invitee. However, I contributed a Research Paper, captioned The Ideals of Islam, of which the portions were read out by someone at the said Seminar. I was told by one who had joined the Seminar that numerous persons were impressed but some Indian Muslim scholars were unhappy with some of my statements and arguments. The

Page 2.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Sheikh Mohammad Iqbal
Ph.D.
Arab-Islamic Research & Publications
"SAUDIYAH", Barzulla Bridge
Srinagar, Kashmir
Phone (R) 91-194-433499

"There is no compulsion in religion: Truth stands out clear from error. Whoever rejects Evil and believes in God hath grasped the most trustworthy hand-hold, that never breaks, and God heareth and knoweth all things"

(Al-Quran, II. 256)

reason was that on the vital point of exercising Ijtihad, I had observed somewhat plainly and possibly cogently:I had stated:

"Some of our friends,perhaps with a kind of complex and for temporary gains,expect the rules of Islam to fit their moral ideas. They speak of taking to intensive analogical reasoning or Ijtihad, an institution which our erudite forbears developed as sincerely as they could. This privilege no one can deny them. However,they should keep in mind that the Holy Quran is a'Guide for the pious' and even for those who are on their way to attain piety. Secondly,the qualification prescribed for those who wish to reinterpret the rules of Shari'ah and the Sunnah, seems to be very high. If not in piety,at least in ability and uprightness,our good men who aspire to become Mujtahids, should be living somewhere in the vicinity of Caliph Umar (ra), Imam Abu Hanifah (ra), Imam Malik (ra) and the like. Then and then alone can they deliver goods to the Community."

In my Paper for the said Seminar,my intention had been to convey a lesson to the interested among the participants in the assembly. I am happy that Dr.Mushtaq Ahmed Ganai has very ably,after wide study, implicitly and explicitly, repeated the lesson through his published work (in hand) which has grown from his Doctoral Thesis on the crucial subject. A decade ago, I was worried that my generation of scholars and writers might,God forbid,go without successors in the multi-faceted field of research in our specialised subjects. To our good fortune, since a couple of years I have found a number of them at some academic and Sirah functions and was impressed by their presentations.

I do not over-estimate when I say that Dr.Mushtaq's all publications that I have seen,and especially the present one, reveal him to be a writer of talents,with an inspiring mission,and intellectual capability plus a fertile brain required in genuine scholastic programmes

Page 3.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Sheikh Mohammad Iqbal
Ph.D.
Arab-Islamic Research & Publications
"SAUDIYAH", Barzulla Bridge
Srinagar, Kashmir
Phone (R) 91-194-433499

"There is no compulsion in religion: Truth stands out clear from error. Whoever rejects Evil and believes in God hath grasped the most trustworthy hand-hold, that never breaks, and God heareth and knoweth all things"

(Al-Quran, II:256)

of higher research. It is to be acknowledged that in his Masriyah Ijtihad aur Iqbal, Dr.Mushtaq has striven to do justice to a vital project with the help of source-material he could gather and consult. I should agree to the fact that his bibliography is both rich and varied. It is gratifying to note that in the conditions which are irrefutably least conducive to serious research, Dr.Mushtaq has done extraordinarily well with regard to Allamah Iqbal's life and work. Besides, he combines in himself some rare qualities, e.g., comprehension of the essence of Iqbaliyat, reliable conversance with Arabic, Urdu and Persian, and above all, he has his roots deep in Islamics and the glorious past of the Islamic Community.

While I have great expectations from Dr.Mushtaq in connection with Islam-oriented programmes of high research, I wish him a position in an academic world commensurate with his hard-earned merit and qualifications so that he may cater to the needs of inquisitive learners who, it should be hoped, will attain the same distinction under his pushing guidance. It would be highly rewarding for any alma mater to have him as a member of the teaching and researching faculty in the subject of his specialisation.

In the end, I wish Dr.Mushtaq Ahmed Ganai the best of luck, success and a most productive future in terms of literature.

(Sheikh Mohammad Iqbal)
Ph.D.

Formerly:

Fulbright-Hays Senior Scholar
&
Visiting Asian Professor to U.S.A.

Director, Research, Libraries & Archaeology
Etc. Etc.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Review by Prof.Sheikh Mohmmad Iqbal
Arab Islamic research of Publications
"SAUDIYAH"Barzulla Bridge
Srinagar,Kashmir.
Phone(R) 91-194-433499.

The Institution of Ijtihad

Prof.Dr. Sheikh Muhammad Iqbal comments on Dr. Mushtaq Ahmad's book *NAZRIYA IJTIHAAD AUR IQBAL.*

INTERPRETATION

I have gone through the portions of Dr. Mushtaq Ahmad Ganai's valuable publication, titled, ***Nazriya Ijtihad Aur Iqbal*** which I deem to be a unique cotribution to a subject not dealt with so far so seriously.

The renowned companions of the Apostle of Allah (on him be peace) and the later Imams and jurists, no doubt ,exercised their "privilege" of Ijtihad (Interpretation) but subsequently, the institution so important,during the formative days of Arabian Islam, steadily fell from being used because scpulous persons who could resort to this mode of settling issues were missing.

Allama Iqbal,who was basically a revivalist and Pan-Islamist, and who aspired to see the re-inauguration of a true Islamic Nizam was anxious that it should convincingly tackle the issues that the modern civilization under western impact had given birth to Accordingly,he thought that the exercise of Ijtihad could come to the rescue of the jurists and men of matters who would strive to furnish reasonable solutions to problems in the light of the Holy Quran and the Sunnah Probably, the Allamah knew that many in the materialist society of today wanted to grind their own axe by interpreting the sacred Text or the opinions of the great Imams in their way and thus serve the purpose of the ruling regimes in various countries. In our own time, the desire of some west – ridden scholars and politicians has assumed dangerious dimensions as they insist on changing established rules and laws under some pretensions.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

In 1981. an International Islamic seminar was held at New Delhi to commemorate the commencement of the 15th century Hijrah Era. I could not attend it owing to the fact that I had to participate in the third Islamic Summit Conference at Makkah/Taif as an invitee. However, I contributed a research paper,captioned ***The Ideals Of Islam***,of which the portions were read out by someone at the said Seminar.I was told by one who had joined the Seminar that numerious persons were impressed but some Indian Muslim scholars were unhappy with some of my statements and arguments. The reason was that on the vital point of exercising Ijtihad, I had observed some what plainly and possible cogently.I had stated:

'Some of our friends, perhaps with a kind of complex and for temporary gains,expect the rules of Islam to fit their novel ideas. They speak of taking to intensive analogical reasoning or Ijtihad,an institution,which our crudite forbears developed as sincerely as they could. This privilege no one can deny them. However, they should keep in mind that the Holy Quran is a guide for the pious'and even for those who are on their way to attain piety. Secondly, the qualification prescribed for those who wish to reinterpret the rules of Shari'ah and the Sunnah seems to be very high. If not in piety, at least in ability and uprightness,our good men;who aspire to became Mujahids should be living somewhere in the vicinity of Caliph Umar (R.A), Imam Abu Hanifah (R.A), Imam Malik (R.A) and the like. Then and then alone can they deliver goods to the Community."

In my paper for the said seminar, my intention had been to convey a lesson to the interested among the participants in the assembly. I am happy that Dr.Mushtaq Ahmad Ganai has very ably,after a wide study, implicitly and explicitly,repeated the lesson through his published work (in hand), which has grown from the Doctoral thesis on the crucial subject. Adecade ago, I was worried that my generation of scholars and writers might,God forbid: go without successors in the multi- faceted field of research in our specialized subjects.To our good fortune, since a couple of years I have found a number of them at some academic and Sirah functions and was impressed by their presentations.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

I do not over – estimate when I say that Dr. Mushtaq's all Publications that I have seen.and especially the present one, reveal him to be a writer of talents, with an inspiring mission, and intellectual capability plus a fertile brain required in genuine scholastic programmes of higher research. It is to be acknowledged that in his ***Nazriyah Ijtihad Aur Iqbal***, Dr.Mushtaq has striven to do justice to a vital project with the help of source material he could gather and consult.I should agree to the fact that his bibliography is both rich and varied.It is gratifying to note that in the conditions, which are irrefutably least conducive to serious research,Dr.Mushtaq has done extraordinarily well with regard to Allamah Iqbal's life and work.Besides,he combines in himself some rare qualities,e.g., comprehension of the essence of Iqbaliyat, reliable conversance with Arabic, Urdu and Persian,and above all, he has his roots deep in Islamics and the glorious past of the Islamic community.

While I have great expectations from Dr. Mushtaq in connection with Islam-oriented programmes of high research,I wish him a position: in an academic world commensurate with his hard-earned merit and qualifications so that he may cater to the needs of inquisitive learners who, it should be hopped,will attain the same distinction under his pushing guidance.It would be highly rewarding for any alma mater to have him as a member of the teaching and researching faculty in the subject of his specialization.

In the end,I wish Dr.Mushtaq Ahmad Ganai the best of luck, Success and a most productive future in terms of literature.

Prof.Dr. Shiekh Mohammad Iqbal
PhD.
(Formerly) Fulbright-Hays Senjor Scholar
and
Visiting Asian Professor to U.S.A.
Director,Research, Libraries and
Archaeology.

This Review was published in Daily G.K.on 08-01-2005

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Kashmir Images
October 1st 2004

Review By Prof.Rashid Afaq.

Getting down to serious business

Free thinking is an essential factor to keep the process of Ijtihad on. During the first four centuries of Islam the freedom of thought was not a taboo in the Muslim world.Imam Mahammad(R.A)being the true follower of Imam Abu Hanifa (R.A) disagreed with his teacher on more than one hundred issues.But later on the process of free thinking was retarded due to prevalence of the personality cult.The difference of opinion became a taboo among Muslim scholars and the process was obstructed and came to a standstill.

The necessity of Ijtihad erupts when we need the re-application of the previous laws or principles.Today when the Scholars don't venture to reapply the opinion already established by the conservative scholars of Islam, and consider them beyond any criticism , the way of Ijtihad has been closed altogether.

After the fall of Baghdad in 1257 C.E the Muslims have been entangled into the web of frustration.Since then they have been obsessed by the crisis of identity as they are aware of only One form of identity that is the emblem of power.That is why they have been allured by the business of false hopes rater than by reason and realism. The only way to get rid of this mental agony and predicament is the way of Ijtihad.

How far Dr.Iqbal succeeded in his movement of Ijtihad, has been illustrated very aptly by Dr. Mushtaq Ahmad Ganai in the book. Prior to him there had been great schoiars who had worked on the principle of movement in Islam.Prominent among them were Imam Ghazzali, Imam Tamayia,Shah Waliullah and Ibn khuldan etc. In his book "The Reconstruction of religious thought in Islam " Dr. Iqbal has written an essay entitled"The Principle of movement in the structure of Islam"The essay begins with:"As a culture movement,Islam rejects the old view of universe and teaches a dynamic view"{p.146}

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Giving the definition of Ijtihad Dr.Iqbal writes in the same essay:The word ijtihad means to exert.In the terminology of Islamic law it means to exert with a view to form an independent judgement on the legal questions. The idea, I believe has its origin in the well-known verse of the Quran.

"And those who exert,we show our path to them."(Al-Ankaboot-69)

Ijtihad is the reapplication of the unchanging principles of Islam to the changing situation of the time. The author, Dr. MushtaqAhmad Ganai in the book under discussion adds the meaning of Ijtihad by quoting two more verses from Sura Nisa and sura Hashar. Similarly Dr. Iqbal had quoted the event of appointment of Maad(R.A) as the ruler of the Yemen.The holy prophet asked him How he would decide matters coming up before him. He replied, "Where I would not get any guidance from the Quran and Sunnah,I will exert my own discretion."

The author of the book has added two more traditions to it by quoting the prophet when he said to his companions: ***' Regarding the process of polliation you know things better than I.'***

This hadith is followed by the episode of no war pact of Hudibia by the prophet.This in turn is followed by Ijtihad initiated by Hazrat Umar(R.A).

The author has enumerated more than twenty –eight innovations implemented by Hazrat Umar(R.A).Similarly the author has enumerated the six innovations initated by Hazrat Usman(R.A).The author has also made the special mention of the contribution of Hazrat Ali(R.A) and then delineates the history of Ijtihad down to the early doctors of the four schools in a systematic order.

The author concludes this chapter by alluding the sub continent of India where Shah Abdul Aziz,Sir Syed Ahmad Khan,Syed Amir Ali, Shibli and Mulana Azad who strived to extort the laws of Shariat in accordance with the modern challenges.The author has also brachetted Dr.Iqbal with some great scholars of his time like Jamaludin Afgani,Sheikh Mohmmad Abda, Sheikh Rashid Raza who branded the Alama responsible for paying no heed to the importance of Ijtihad.

"Ijtihad is to reapply an unchanging principle of Islam to the changing situation of the time or we can say that Ijtihad is to find Islamic answers to the questions which are not covered directly by the Quran and Sunnah."

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Ibni Tamiya who revolted against the finality of schools was in favour of the freedom of Ijtihad.Dr.Iqbal calls his contribution really the first throb life in modern Islam.Describing Mohammad Ibniu-l-wahab the great puritan reformer, Iqba l compared him with the Ghazzal's disciple, Mohammed Ibni Tumart.

The fourth chapter of the book is an appraisal of the 6th chapter of the RRRII by Dr. Iqbal. Here Iqbal mentions three main causes of immobility (stagnation) or the stationary chapter of the law of Islam.

1. "The conflict between the conservatives and the rationalists during the regime of Abbaddes on the eternity of the Quran.

2. The growth of ascetic Sufis, which gradually developed under the influence of non Islamic character. On its purely religious side Sufism fostered a kind of revolt against the verbal quibbles of our early Doctors .Dr.Iqbal mentions Sufiyan Sury who became a sufi inspite of being religious scholar(Faqia).

3: The fall of Baghdad in 1257 C.E. Startled the Ulemas. They laid more emphasis on the unity and organization of society and excluded all innovations in Shariat as experienced by the carly doctors. They did not know that the strength of nation depends on the worth and power of individual in an over organized society." According to Iqbal the individual is alltogether crushed out of existence.

The author had embellished this view of Iqbal by quoting Some of his verses.

The elucidating Iqbal's view of Ijtihad in chapter 4th of the book, the author has divided it into fourteen subtitles. The first two segments of this essay ***Ithaad Ki Buniyaad Aur Qurani Aayaat Say Ijtihaad Ka Istedlal.*** And the last two sections of the essay ***Islam Ki Aafaqiyat*** and ***Maazi Kie Ahmiyat*** are entirely a sweat of the author. The rest ten sections of the essay are synopsis of the 6th chapter of RRTII.

The author rounds off the essay by quoting one more thought Provoking verse of Iqbal, which further instigates for freedom of thought and exercise.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

During the regime of Abbassides, the Muslims ,were confused by foreign thought then they instantly framed their strategies and embraced the wisdom or knowledge as their last property.Unfortunately the same could not be done at present. Shunning modern science as a profanity they propelled the masses into the abyss of gloom and darkness. While as Dr.Iqbal is of the opinion that, "the prophet of Islam (S.A.W) seems to stand between the ancient and the modern world. ***In so for as the source of his revelation is concerned he belongs to the ancient world.In so far as the sprit of his knowledge is concerned he belongs to the modern world. In his life discovers other sources of knowledge suitable to its new direction (RRTI) chapter V-P.126.***

Islam is a revealed religion which lay the foundation of real sacred organization. It appeals to the reason and fundamental value of human nature. There goes the proverb nature can't changed., Thus human nature can't be also changed.

Thus I think while re- apply the Islamic law's we won't face any confrontation Mentioning the higher aims of the Quran Dr. Iqbal said " The main purpose of the Quran is to awaken in man the higher consciousness of his manifold relation with God and the universe."(RRTI-P-9)

Dr.Iqbal has not discussed the principle of movement in Islam only in the sixth chapter of his book but in other chapters as well.For instanc,in chapter -I he discusses the Quranic concept of the Universe. It is not mere creative but a reality to be pondered over. ***"Verily in the creation of the heavens and the earth and in the succession of night and day are signs for the men of knowledge"(Al-Quran 3-188)***

Again the universe is so constituted that it is capable of extension. "He (Allah) adds to his creation what he wills".(Al-Quran 35:1)

The author has discussed the philosophy of Iqbal regarding the nature of Ijtohad in chapter 4th of the book by quoting some prominent letters of Allama Iqbal to his contemporaries,especially Moulana Syed Suliman Nadvi, Moulana Akbar Shah Najib Abadi, and the quote of Dr. Javid Iqbal from page No: 185 to 186 has made the author's opinion more substantial. The setting of all the

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

letters and quotes is in sequencial order. This style is also appreciable. The mention of these verses of Allama Iqbal that: ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

is more appropriate in this chapter. One of the attributes of Allah is creative activity:- "Every day doth some new work employ him."

"کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَان"

The author Dr.Mushtaq Ahmad Ganai has elaborated the same views in the last chapter from page No. 269 – 276.

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ دمادم آرہی صدا کُن فیکون

The book entitled "***Nazria Ijtihad Aur Iqbal***" is on the whole more informative for the students of Islamiyat in general and though provoking for the students of Iqbaliyat in particular.

The book seems to me highly philosophical but free from philosophical jargons and paradoxes.

Prof.Rashid Afaq.
M.A.(English) B.ed.
(Dip.creative writing in English)

(The Review was published in "Kashmir Images Srinagar")
On 1st.October,2004.

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Weekly Voice of Kashmir
August 18, 2004

Book Review by G.N. Khayal.
Editor "Voice of Kashmir"
Srinagar.

BOOK SHELF

Nazariyya Ijtihad Aur Iqbal (Urdu)

By Mushtaq Ahamd Ganai.
Pp 301, Rs 350,June 2003
Muneebul Haq Publications,Seer Sopore, Kashmir.

Allama Iqbal was a versatile genius who rode the literary World of the entire South Asia like a colossus for many years.

His keen interest in philosophy coupled with the everlasting Islamic concept of religion not only inspired many western researchers and scholars to study him keenly but his works were also rendered in to many languages in Europe.

His treatise of "The Reconstruction of religious thought in Islam" is a remarkable and monumental work for the entire Muslim world as well as for those who had been quite critical of this great religion .

. It is in this backdrop scores of books in several languages across the globe have been compiled and brought out of the life And works of this poet of the East.

Dr. Mushtaq Ahmad Gani , a hard working researcher in the university of Kashmir has also come out with yet another interesting aspect of the Iqbals philosopohy having a deep religious background.

The book under review has been compiled with great interest and a zest for research which demands tremendous labour and

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

patience to reach the bottom of the hidden realities and historically established facts.

The concept of Ijtihaad in Iqbal has close connection with his concept of religion.

During the compilation of this book, the author has taken pains to go through and consult a number of books in Arabic, Persian, Urdu and other languages and many rear periodicals to treat the subject justifiably and in its correct perspective, we find here, numerous relevant quotations of great stalwarts of the Islamic world who in fact brought a common man the essence of Islamic and its various aspects covering the entire life of a human being and humanity. Dr.Ganai has delved deep into the works of those luminaries who interpreted the Holy Quran, the Hadith and explained as to how Islam also deals with the ideals of Ijtihaad.

G.N.Khayal
Senior Jurnalist Columinist,
Translator and Author of so many books
In English,Urdu and Kashmiri.
EDITOR
Weekly"Voice of Kashmir"Srinagar.

(Review was published in weekly voice of Kashmir on 18-24 August 2004)

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Nalai-E-Neem-Shab

By

Dr. Mushtaq Ahmad Ganai

مصنف کی دیگر مطبوعات

- حُبِّ رسول ﷺ اور فکرِ اقبالؒ
- تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کے مُسلم اعلام
- نظریہ اجتہاد اور اقبالؒ
- اقبالؒ۔ خصوصی مطالعہ
- خطباتِ اقبالؒ کی عصری معنویت
- Iqbal And Current Issues (English)

زیرِ طبع تصانیف

- اقبالؒ اور جرمن مفکرین۔ ایک مطالعہ
- جرمن نژاد مستشرق این میری شمل کی اقبال شناسی
- اکیسویں صدی میں افکارِ اقبال کی اہمیت
- کشمیر میں اقبالیات۔ ایک تحقیقی جائزہ
- خطباتِ اقبال میں مسلم اعلام و مشاہیر
- Allama Iqbal The Trend-Setter of Neo-Ijtihad (English)
- Allama Iqbal The Beacon of Light (English)

ISBN-978-93-80691-98-5

MEEZAN PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

Opp. Fire & Emergency Services HQRS Batamaloo
Srinagar-190009 Kashmir
Ph.2470851 \ Fax 0194-2457215 \ Cell: 9419002212 / 8494002212
Email: meezanpublishers@gmail.com \ @rediffmail.com

Adv. Showkat Hussain Naqshbandi Collection, Srinagar